فتاویٰ امن پوری

Part 651-675

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۵۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ کرا سکتے ہیں؟

جواب: کوئی بھی اپنی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ نہیں کرا سکتا۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ وَرِقٍ وَنَقَشَ فِيهِ «مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ»، وَقَالَ: لَا يَنْقُشْ أَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِي هٰذَا.

''رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' منقش کروایا، فرمایا: ''کوئی شخص میری انگوٹھی کے نقش پر نقش نہ بنائے۔''

(صحیح مسلم: 2091)

❀ علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ أَحَدٌ رَسُولَ اللّٰهِ بَعْدِي حَتّٰى يَنْقُشَ عَلٰى خَاتَمِهٖ «رَسُولُ اللّٰهِ».

''میرے بعد اللہ کا کوئی رسول ہی نہیں ہے، کہ وہ اپنی انگوٹھی میں ''رسول اللہ'' منقش کروائے۔''

(المَفاتيح شرح المَصابيح: 28/5)

سوال: کیا بآواز بلند ذکر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ریا کاری مقصود نہ ہو، تو باآواز بلند ذکر کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

رَأَى نَاسٌ نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ، فَأَتَوْهَا فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ، وَإِذَا هُوَ يَقُولُ: نَاوِلُونِي صَاحِبَكُمْ فَإِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالذِّكْرِ.

''ایک مرتبہ لوگوں نے قبرستان میں (رات کے وقت) آگ دیکھی، تو وہ قبرستان آئے، دیکھا کہ قبر میں رسول اللہ ﷺ اترے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں: مجھے اپنے ساتھی کی میت پکڑائیں، یہ وہ شخص تھا، جو رات کے وقت باآواز بلند ذکر کیا کرتا تھا۔''

(سنن أبي داود: 3164، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱۳۱۸) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 970/2)

❁ سیدنا عبد الرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرَ ...... فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا، يَمُدُّ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ.

''میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وتر پڑھے۔...... جب آپ ﷺ وتر سے فارغ ہوئے، تو تین دفعہ «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» پڑھا، تیسری دفعہ

آواز بلند کی۔"

(مُسند الإمام أحمد : 3/406، سنن النّسائي : 1734، شرح معاني الآثار للطّحاوي :392/1، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ علامہ ابن ملک حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الذِّكْرَ بِرَفْعِ الصَّوْتِ جَائِزٌ، بَلْ مُسْتَحَبٌّ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَنِ الرِّيَاءِ لِإِظْهَارِ الدِّينِ .

"یہ حدیث دلیل ہے کہ باآواز بلند ذکر کرنا جائز ہے، بلکہ اگر ریا کاری نہ ہو، تو دین کے اظہار کے لیے بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے۔"

(شرح المَصابیح : 187/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا .

"میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنا، وہ حج اور عمرہ کے تلبیہ کے ساتھ آوازیں بلند کر رہے تھے۔"

(صحیح البخاري : 1548)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ، بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذٰلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ .

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر (اللہ اکبر)

ہوتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں یہ ذکر سن کر معلوم کر لیتا کہ لوگ نماز پڑھ کر واپس جا رہے ہیں۔''

(صحيح البخاري :841؛ صحيح مسلم : 583)

سوال: اہل بدعت کی کتابوں کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اہل بدعت، گمراہوں اور ملحدین کی کتابوں کا مطالعہ کرنا جائز نہیں۔ ان میں گمراہی کا سامان ہے، جو کسی بھی صحیح العقیدہ اور سلیم الفطرت کو گمراہ کر سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو دین داری اور اُخروی نجات کے لیے جو کچھ ضروری ہے، وہ سب قرآن وحدیث اور اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں موجود ہے، لہٰذا گمراہوں کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ خاص طور پر یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے۔

البتہ جو علما اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے پوری طرح واقف ہوں اور کتاب وسنت کے منہج پر دسترس رکھتے ہوں، وہ اہل باطل کا رد کرنے کے لیے ان کی کتابیں پڑھ سکتے ہیں، تاکہ اہل بدعت کے دلائل اور شبہات کا علم ہو سکے اور ان کا مدلل ومبرہن رد ہو سکے۔ اہل بدعت کی کتابوں کی عوام الناس میں تشہیر کرنا درست نہیں، نہ انہیں یہ کتابیں پڑھنے پڑھانے کی اجازت ہے۔

❀ سعید بن عمرو برذعی رحمہ اللہ (۲۹۲ھ) بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُّ أَبَا زُرْعَةَ وَسُئِلَ عَنِ الْحَارِثِ الْمُحَاسِبِيِّ وَكُتُبِهٖ، فَقَالَ لِلسَّائِلِ : إِيَّاكَ وَهٰذِهِ الْكُتُبَ، هٰذِهٖ كُتُبُ بِدَعٍ وَضَلَالَاتٍ، عَلَيْكَ بِالْأَثَرِ، فَإِنَّكَ تَجِدُ فِيهِ مَا يُغْنِيكَ عَنْ هٰذِهِ الْكُتُبِ، قِيلَ لَهٗ : فِي هٰذِهِ الْكُتُبِ عِبْرَةٌ، قَالَ : مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ

فِي كِتَابِ اللّٰهِ عِبْرَةٌ فَلَيْسَ لَهٗ فِي هٰذِهِ الْكُتُبِ عِبْرَةٌ.

’’میں امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا، آپ رحمہ اللہ سے (مشہور صوفی) حارث بن اسد محاسبی (۲۴۳ھ) اور اس کی کتابوں کے متعلق سوال ہوا، تو آپ رحمہ اللہ نے سوال کرنے والے سے فرمایا: ان کتابوں سے بچ رہیے، یہ کتابیں بدعات اور گمراہیوں سے اَٹی پڑی ہیں، آپ ماثور (قرآن وحدیث پر مشتمل) کتب کو لازم پکڑیں، آپ کو ان کتب میں وہ سب کچھ مل جائے گا، جو آپ کو ان (بدعی اور گمراہ کن) کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔ ابو زرعہ رحمہ اللہ سے کہا گیا: ان کتابوں میں عبرتیں موجود ہیں۔ فرمایا: جسے کتاب اللہ سے عبرت حاصل نہیں ہوتی، وہ ان (بدعی اور گمراہ کن) کتابوں سے بھی عبرت نہیں پکڑ سکتا۔‘‘

(الضّعفاء: 561/2، تاریخ بغداد للخطیب: 212/8)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا لقمہ لینے کی تعلیم دی ہے؟

جواب: کھانے میں چھوٹا لقمہ لیں، خوب چبا کر کھائیں اور اطمینان اور سکون سے کھائیں، کم کھائیں، متوازن غذا لیں، یہ طبی اور فطری اعتبار سے مستحسن ہے۔ مگر اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ.

’’اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔‘‘

(فتاوی النّووي، ص 104)

سوال: کیا مجوسی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

جواب: مجوسی عورتوں سے نکاح جائز نہیں، صرف اور صرف اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾(البقرة:221)

''تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔''

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَجُوسِيَّاتُ وَالْوَثَنِيَّاتُ فَنِكَاحُهُنَّ مُحَرَّمٌ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ جَمِيعًا لَمْ يَنْسَخْ تَحْرِيمَهُنَّ كِتَابٌ وَلَا سُنَّةٌ عَلِمْنَاهَا .

''مجوسی اور بت پرست عورتوں سے نکاح تمام مسلمانوں کے ہاں حرام ہے، ہمارے علم کے مطابق کتاب وسنت کی کسی دلیل نے ان کی حرمت کو منسوخ نہیں کیا۔''

(النّاسخ والمَنسوخ، ص 94)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ عَلٰى أَنَّ نِكَاحَ الْمَجُوسِيَّاتِ وَالْوَثَنِيَّاتِ وَمَا عَدَا الْيَهُودِيَّاتِ وَالنَّصْرَانِيَّاتِ مِنَ الْكَافِرَاتِ لَا يَحِلُّ، يُغْنِي عَنِ الْإِكْثَارِ فِي هٰذَا .

''تمام علاقوں کے فقہا کا اجماع ہے کہ مجوسی، بت پرست عورتوں کے ساتھ، اسی طرح یہودی ونصرانی کے علاوہ دیگر کافر عورتوں کے ساتھ نکاح حلال نہیں،

اس میں مزید بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

(التّمهيد : 132/2)

کسی صحابی سے مجوسی عورت سے نکاح کرنا ثابت نہیں۔اس متعلق ساری کی ساری روایات غیر ثابت ہیں۔

امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا أَصْلَ لَهٗ فِيمَا نَرٰى وَلَا يُصَدَّقُ بِمِثْلِهٖ عَلٰى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهٗ خِلَافُ التَّنْزِيلِ وَمَا عَلَيْهِ أَهْلُ الْإِسْلَامِ.

"ہمارے علم کے مطابق (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی) یہ روایت بے اصل ہے، اس طرح کی روایات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق تسلیم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ قرآن کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔"

(النّاسخ والمَنسوخ، ص 99)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ، وَلَا يُوجَدُ مِنْ وَجْهٍ ثَابِتٍ.

"کسی صحابی کا مجوسی عورت سے نکاح کرنا ثابت نہیں، نہ اس بارے میں کوئی ثابت سند موجود ہے۔"

(التّمهيد : 131/2)

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ تَزْوِيجُ الْمَجُوسِيَّاتِ.

”مجوسی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔“

(الهِداية :188/1)

سوال: کیا شیخین سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”بابی انت وامی“ کہنا ثابت ہے؟

جواب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بابی انت وامی (میرے ماں باپ آپ پر قربان!) کہنا ثابت ہے، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک پر بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے۔

❁ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ .

”اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں!“

(صحيح البخاري : 1897)

❁ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور:

قَبَّلَهُ، قَالَ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا .

”آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا! آپ کی زندگی اور موت دونوں ہی بہترین ہیں۔“

(صحيح البخاري : 3667)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي؟ .

''اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہی مسکراتا رکھے اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں!''

(صحيح البخاري : 6085)

سوال: جو لوگ خلع کو طلاق بائن کہتے ہیں، ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: خلع بالاجماع فسخ نکاح ہے۔ اس بارے میں صحیح احادیث اور آثار صحابہ ثابت ہیں۔ خلع کو طلاق بائن کہنا بے دلیل ہے۔ اس کے بارے میں ساری کی ساری روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُخْتَلِعَةُ يَلْحَقُهَا صَرِيحُ الطَّلَاقِ مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ .

''خلع والی عورت کو عدت میں ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔''

(المَبسوط للسّرخسي : 84/6)

بے اصل اور جھوٹی روایت ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَقَعْ لَنَا إِسْنَادُهُ بَعْدُ لِنَنْظُرَ فِيهِ، وَقَدْ طَلَبْتُهُ مِنْ كُتُبٍ كَثِيرَةٍ صُنِّفَتْ فِي الْحَدِيثِ فَلَمْ أَجِدْهُ .

''ہمیں ابھی تک اس روایت کی سند نہیں ملی کہ اس کی تحقیق کریں، میں نے حدیث کی بہت سی کتابوں میں اسے تلاش کیا، مگر باوجود بسیار کوشش کے نہیں ملی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 317/7)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ من گھڑت اور بے اصل ہے۔“

(التّحقيق في مسائل الخلاف : 295/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قُلْنَا : ذَا مَوْضُوعٌ .

”ہم کہتے ہیں: یہ جھوٹی روایت ہے۔“

(تنقيح التحقيق : 209/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 241/4)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ الْخُلْعَ تَطْلِيقَةً بَائِنَةً .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائن قرار دیا ہے۔“

(سنن الدّارقطني : 4025، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 518/7)

سند سخت ضعیف ہے۔

① عباد بن کثیر بصری متروک ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى تَوْهِينِهٖ .

’’اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔‘‘

(مُوافقة الخُبر الخَبر : 62/1)

② رواد بن جراح ضعیف و متروک ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ بِمَرَّةٍ .

’’اس کی سند سخت ضعیف ہے۔‘‘

(السّنن الصّغير : 107/3)

❁ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ .

’’یہ روایت ثابت نہیں۔‘‘

(الأحكام الوسطٰى : 199/3)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ الْخُلْعَ تَطْلِيقَةً .

’’نبی کریم ﷺ نے خلع کو ایک طلاق (بائن) قرار دیا ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 18433)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن یزید خوزی متروک ہے۔

② سعید بن مسیّب کی مرسل ہے۔

سوال: ایک گونگا دکان پر کام کرتا ہے، کیا اس کے اشارہ سے بیع منعقد ہو جائے گی؟

(جواب): گونگے کا اشارہ بولنے کے قائم مقام ہے، لہٰذا اشارہ سے بیع منعقد ہو جائے گی۔

(سوال): عمرہ میں تلبیہ کب تک پکارا جائے گا؟

(جواب): عمرہ میں تلبیہ کب تک پکارا جائے گا، اس میں اختلاف ہے، جمہور اہل علم کے مطابق جب بیت اللہ میں داخل ہو اور حجر اسود کے سامنے پہنچے، تو تلبیہ کہنا ترک کر دے اور طواف شروع کر دے۔ اس بارے میں صحابہ و تابعین کے آثار ثابت ہیں۔

❀ عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ عَطَاءٌ مَتٰى يَقْطَعُ الْمُعْتَمِرُ التَّلْبِيَةَ؟ فَقَالَ : قَالَ ابْنُ عُمَرَ : إِذَا دَخَلَ الْحَرَمَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : حَتّٰى يَمْسَحَ الْحَجَرَ قُلْتُ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَيُّهُمَا أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ .

''عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ عمرہ کرنے والا تلبیہ کب ترک کرے گا؟ فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق جب عمرہ کرنے والا حرم میں داخل ہو جائے، تو تلبیہ ترک کر دے، جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس وقت تلبیہ ترک کرے گا، جب (حرم میں داخل ہو کر) حجر اسود کو استلام کر لے۔ میں (عبدالملک بن ابی سلیمان) نے پوچھا: ابو محمد! (عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی کنیت) آپ کو دونوں اقوال میں سے زیادہ پسند کون سا قول ہے؟ فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عباس صلی اللہ علیہ وسلم کا قول۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 104/5، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقْطَعُ فِي الْعُمْرَةِ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ .

”عمرہ میں تلبیہ اس وقت ترک کرے گا، جب حجر اسود کو استلام کر لے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 14015، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْعُمْرَةِ إِذَا دَخَلَ الْحَرَمَ .

”آپ رحمہ اللہ جب عمرہ کے لیے حرم میں داخل ہوتے، تو تلبیہ ترک کر دیتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 14012، وسندهٗ صحيحٌ)

اس باب میں مرفوع روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُمْسِكُ عَنِ التَّلْبِيَةِ فِي الْعُمْرَةِ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ میں حجر اسود کو چھونے کے بعد تلبیہ بند کر دیتے تھے۔“

(سنن أبي داوٗد : 1817، سنن التّرمذي : 919)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ راوی ”ضعیف“ اور ”سیء الحفظ“ ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُهٗ خَطَأٌ وَّكَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى هٰذَا كَثِيرُ الْوَهْمِ وَخَاصَّةً إِذَا رَوٰى عَنْ عَطَاءٍ فَيُخْطِىءُ كَثِيرًا ضَعَّفَهٗ أَهْلُ النَّقْلِ مَعَ كِبَرِ مَحَلِّهٖ فِي الْفِقْهِ .

”اس روایت کا مرفوع ہونا خطا ہے۔ دراصل محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بہت

زیادہ وہم کا شکار ہو جاتا تھا، خاص طور پر جب یہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کرے، تو بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے، اسے محدثین نے نقل حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ فقہ میں انہیں بڑا مقام حاصل ہے۔“

(السّنن الکبریٰ : 105/5)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المعجم الكبير للطّبراني :37/11)

سند ضعیف ہے۔لیث بن ابی سلیم سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: دوسجدوں کے درمیان ایڑھیوں کے بل بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب: عذر کی وجہ سے دوسجدوں کے درمیان ایڑھیوں کے بل بیٹھنا جائز اور مسنون ہے۔اسے اقعاء بھی کہتے ہیں۔

❁ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ، فَقَالَ : هِيَ السُّنَّةُ، فَقُلْنَا لَهُ : إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”ہم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پاؤں کے بل بیٹھنے کے متعلق عرض کیا، تو فرمایا: یہ مسنون ہے۔ہم نے عرض کیا: ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ آدمی کی طرف سے زیادتی ہے، تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ آپ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔“

(صحیح مسلم : 536)

❁ مغیرہ بن حکیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَرْجِعُ فِي سَجْدَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُورِ قَدَمَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ : إِنَّهَا لَيْسَتْ سُنَّةَ الصَّلَاةِ، وَإِنَّمَا أَفْعَلُ هٰذَا مِنْ أَجْلِ أَنِّي أَشْتَكِي .

''انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نماز میں دو سجدوں کے درمیان پاؤں کے بَل بیٹھتے تھے۔ جب نماز سے سلام پھیرا، تو انہوں نے یہ بات پوچھی، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ نماز کے طریقے میں شامل نہیں ہے، میں نے ایسا اس لیے کیا، کیونکہ مجھے عذر لاحق ہے۔''

(موطأ الإمام :1/89، وسندہٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان ایڑھیوں کے بَل بیٹھنا عذر کی وجہ سے ہے، عذر نہ ہو، تو بہتر یہی ہے کہ معروف طریقہ کے مطابق بیٹھا جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اقعاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دیا ہے، اسے عذر پر محمول کیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْإِقْعَاءُ الْمُرَخَّصُ فِيهِ، أَوِ الْمَسْنُونُ عَلٰى مَا رُوِّينَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ...... وَهُوَ أَنْ يَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ وَيَضَعَ إِلْيَتَيْهِ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَيَضَعَ رُكْبَتَيْهِ بِالْأَرْضِ .

''اقعا، جس کی (عذر کی صورت میں) رخصت ہے یا یہ مسنون عمل ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔......اس کی

صورت یہ ہے کہ نمازی اپنے پاؤں کی انگلیاں زمین پر رکھے اور اپنی سیرین ایڑھیوں پر رکھے اور اپنے گھٹنے زمین پر ٹکائے۔“

(السّنن الکبریٰ، تحت الرقم : 2738)

سوال: دو میاں بیوی ایک ساتھ مرتد ہوئے، پھر دونوں ایک ساتھ ہی مسلمان ہو گئے، ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: انہیں نکاح جدید کرنا چاہیے۔

سوال: کیا استاذ اپنے شاگرد کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھا سکتا ہے؟

جواب: اگر استاذ کسی شاگرد کی حوصلہ افزائی کے لیے اسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح شاگرد کو اپنے مسند پیش کر دینا بھی جائز ہے۔ یہ تکریم کا ایک انداز ہے، جسے حسب موقع اختیار کرنے میں مضائقہ نہیں۔

❀ ابو جمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُقْعِدُنِي عَلٰى سَرِيرِهٖ .

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھے چارپائی پر بٹھایا کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 53، صحيح مسلم : 17، المُنتقٰى لابن الجارود : 374)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ؛ قَامَ إِلَيْهَا، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا؛ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ، فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا .

”وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف کھڑے

ہوتے، ان کے ہاتھ کو پکڑتے، اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے، تو سیدہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی طرف کھڑی ہوتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں، اسے بوسہ دیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 5217، السنن الکبرٰی للنّسائي : 8311، 9192، سنن التّرمذي : 3872، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' کہا ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٩٥٣) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: ایک شخص کو مسلسل پیشاب کے قطرے آتے ہیں، کیا وہ احرام کے نیچے زیر جامہ پہن سکتا ہے؟

جواب: جسے مسلسل پیشاب کے قطرے آتے ہوں، وہ احرام کے نیچے زیر جامہ استعمال کرسکتا ہے، اسے چاہیے کہ اس میں روئی رکھے، جب روئی گیلی ہو جائے، تو اسے تبدیل کر لے۔ اس سے جسم اور احرام آلودہ نہیں ہوگا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

إِنَّهَا حَجَّتْ وَمَعَهَا غِلْمَانٌ لَهَا وَكَانُوا إِذَا شَدُّوا رَحْلَهَا يَبْدُو مِنْهُمُ الشَّيْءُ فَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يَتَّخِذُوا التَّبَّابِينَ فَيَلْبَسُونَهَا وَهُمْ مُحْرِمُونَ.

''آپ رضی اللہ عنہا نے حج کیا، آپ کے ساتھ آپ کے خدمت گزار بھی تھے، جب وہ آپ رضی اللہ عنہا کا کجادہ باندھتے، تو ان کے بدن کا کچھ حصہ ظاہر ہو جاتا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں حکم دیا کہ وہ کچھے پہن لیں، تو انہوں نے حالت احرام میں

ہی کچھ پہن لیے۔‘‘

(تغليق التّعليق لابن حجر : 50/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر سے ثابت ہوا کہ عذر کی صورت میں احرام کے ساتھ ساتھ کوئی اور کپڑا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ بغیر عذر ایسا کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا خواب پر شرعی احکام کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے؟

جواب: خواب پر شرعی احکام کی بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی۔ البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وحی ہوتے ہیں، شریعت میں وہ حجت ہیں، اسی طرح اُمتی کا وہ خواب، جس کی تصدیق نبی کردے، تو وہ شرعی حجت ہوتا ہے۔

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

...... الْأَحْكَامُ لَا عَلٰى مَجَرَّدِ الرُّؤْيَا، فَلَا إِشْكَالَ .

’’محض (غیر نبی) کے خواب پر شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے، اس میں کوئی اشکال نہیں۔‘‘

(حاشية السّندي على سنن أبي داود :211/1)

سوال: کیا کفار کے عذاب میں بھی درجات ہیں؟

جواب: جس طرح مؤمنوں کے جنت میں مختلف درجات ہیں، اسی طرح جہنم میں کفار کے بھی مختلف مراتب ہیں، سب کو ایک جیسا عذاب نہیں ہوگا، بلکہ اپنے اپنے عناد اور سرکشی کے مطابق عذاب میں شدت یا کمی ہوگی۔ ایک وہ کافر جس کا جرم صرف کفر ہے اور دوسرا وہ کافر جس کا جرم کفر بھی ہے اور دوسروں کو کفر کی طرف دعوت دینا بھی ہے، نیز راہ راست سے روکنا بھی ہے، دونوں قسم کے کافروں کے عذاب میں تفاوت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾(النّحل : ٨٨)

''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، تو ہم انہیں (ان کے کفر والے) عذاب سے بڑھا کر مزید عذاب دیں گے، کیونکہ وہ فساد برپا کرتے تھے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى تَفَاوُتِ الْكُفَّارِ فِي عَذَابِهِمْ، كَمَا يَتَفَاوَتُ الْمُؤْمِنُونَ فِي مَنَازِلِهِمْ فِي الْجَنَّةِ وَدَرَجَاتِهِمْ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ کفار کے عذاب میں تفاوت ہے، جیسے مؤمنوں کا جنت میں منزلوں اور درجات کا فرق ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 594/4)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو چچا ابولہب اور ابو طالب مسلمان نہیں تھے، بلکہ کفر پر فوت ہوئے، دونوں کے عذاب میں فرق ہے۔ ابولہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور دشمن تھا، جبکہ ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرمجوش حمایتی تھے، مگر ایمان نہیں لائے، اس لیے دونوں کے عذاب میں فرق ہے۔

سوال: میت کی چارپائی کے چاروں پائیوں کو کندھا دینے پر کیا اجر ہے؟

جواب: میت کی چارپائی کو کندھا دینا باعث اجر ہے، لیکن چاروں پائیوں کو کندھا دینے کی کوئی فضیلت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اتَّبَعَ جِنَازَةً فَلْيَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِيرِ كُلِّهَا؛ فَإِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ فَلْيَتَطَوَّعْ، وَإِنْ شَاءَ فَلْيَدَعْ .

''جو کسی جنازہ میں شریک ہو، اسے چاہیے کہ چارپائی کے تمام پائیوں کو کندھا دے، کیونکہ یہ سنت ہے، اس کے بعد چاہے تو مزید کندھا دیتا رہے اور چاہے تو چھوڑ دے۔''

(سنن ابن ماجه : 1478)

سند ضعیف ہے۔ ابو عبیدہ کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنْ تَمَامِ أَجْرِ الْجِنَازَةِ أَنْ يُشَيِّعَهَا مِنْ أَهْلِهَا، وَأَنْ يَحْمِلَ بِأَرْكَانِهَا الْأَرْبَعِ، وَأَنْ يَحْثُوَ فِي الْقَبْرِ .

''جنازہ کا مکمل اجر اس میں ہے کہ اہل میت کی ڈھارس باندھی جائے اور چارپائی کے چاروں پائیوں کو کندھا دیا جائے، نیز قبر پر مٹی ڈالی جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 332/3)

سند ضعیف ہے۔ عامر بن جشیب کا سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ .

''عامر نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(سوالات البرقاني : 343)

عامر کی متابعت کرنے والے مجہول و نامعلوم ہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۵۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص نے اپنی محرم سے زنا کرلیا اور وہ حاملہ ہوگئی، اب اس رسوائی سے بچنے کے لیے اسقاط کرانا چاہتے ہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عام عورت سے زنا کرنا بہت بڑا جرم ہے، محرم عورت سے زنا کرنے کی شناعت وقباحت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اگر کوئی محرم سے زنا کر بیٹھا اور حمل ہوگیا، تو اپنی رسوائی بچانے کے لیے حمل نہیں گرا سکتے، خاص طور پر جب حمل چار ماہ کا ہو چکا ہو۔ اس بچے کو دنیا میں آنے کا حق دینا چاہیے، باقی زانی کو اس کے کیے کی سزا دی جائے گی۔

سوال: ایک شخص کو اپنی بیوی پر شک ہے کہ وہ کسی اجنبی کے پاس جاتی ہے، کیا شوہر تحقیق کے لیے اپنی بیوی کی جاسوسی کرا سکتا ہے؟

جواب: بنیادی طور پر کسی مسلمان کی جاسوسی نہیں کرنی چاہیے، نہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی پیدا کرنی چاہیے۔

لیکن اگر کسی وجہ سے بدگمانی پیدا ہوگئی ہے، تو بسا اوقات جاسوسی کی اجازت ہے، تا کہ مزید بدظنی پیدا نہ ہو۔ مذکورہ صورت میں شوہر کو چاہیے کہ بیوی کی جاسوسی کرائے، تا کہ ٹھوس شواہد کی بنا پر فیصلہ کر سکے، ورنہ بدظنی کی بنیاد پر وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش حال نہیں رہ سکتا، اسے چاہیے کہ جاسوسی کے نتیجہ میں اگر بیوی بے قصور ہے، تو اس کے متعلق ذہن صاف رکھے اور اگر بیوی واقعتاً قصوروار ہے، تو اس کے ساتھ وہی کرے، جو وہ کرنا چاہتا

ہے، تا کہ اس کی عزت بھی محفوظ رہے۔

یاد رہے کہ بغیر کسی بنیاد کے بیوی یا شوہر پر شک کرنا جائز نہیں، یہ حرام ہے، کیونکہ مسلمان کے متعلق بدگمانی اور اس کی جاسوسی درست عمل نہیں۔ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ میں اس کی مذمت بیان ہوئی ہے۔

مسلمان کے متعلق بدگمانی پالنا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ اخلاقی برائی ہے، جو اپنا تزکیہ کرنے میں مانع ثابت ہوتی ہے۔ انسان دوسروں کی غلطیاں ڈھونڈنے میں لگا رہتا ہے اور اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر غور نہیں کر پاتا۔ پھر غیبتیں اور چغلیاں شروع ہو جاتی ہیں، جو معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾(الحُجُرات : ١٢)

”ایمان والو! بہت زیادہ گمان سے بچو، کہ بعض گمان گناہ ہیں۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا .

”بدگمانی سے بچیں، بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب نہ ڈھونڈیں، کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولیں، کسی کے بھاؤ پر بھاؤ مت بڑھائیں، حسد نہ کریں، بغض نہ رکھیں اور کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کریں،

بلکہ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہیں۔“

(صحيح البخاري : 6064)

یاد رہے کہ بدگمانی حرام ہے، مگر انسان کو بھی چاہیے کہ ایسے کاموں سے اجتناب کرے، جو بدگمانی کا باعث بنیں، اگر کوئی معاملہ مشکوک ہو جائے، تو شریک کار کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرے، تا کہ کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو۔

سوال: میرے چچا زاد نے میرے حوالہ سے منگنی کا پیغام بھیجا، مجھے اس کے متعلق یہی معلوم ہے کہ وہ دین اور اہل دین کو برا بھلا کہتا ہے، بلکہ اللہ رب العالمین کے متعلق بھی غلط باتیں کرتا ہے، میرے والد مجھے اسی کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں، جبکہ میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی، میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: والدین کو چاہیے کہ اولاد کا رشتہ طے کرنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں کہ کس سے طے کیا جا رہا ہے، اس کی دین داری کیسی ہے؟ اس کا اخلاق کیسا ہے؟ دونوں کے مابین ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں؟ لڑکا لڑکی راضی ہیں یا نہیں؟ تب جا کر والدین کسی قسم کا فیصلہ لے سکتے ہیں۔ نکاح میں ولی کی اجازت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیٹی کی رضامندی ضروری نہیں۔ جب تک بیٹی راضی نہیں، تب تک اس کا نکاح معتبر نہیں، اسی طرح جب تک ولی کی رضامندی نہیں، تب تک بیٹی کو نکاح کی اجازت نہیں۔

مذکورہ صورت میں لڑکا اللہ تعالیٰ، دین اسلام اور دین داروں کو برا بھلا کہتا ہے، جو کہ واضح کفر وارتداد ہے۔ ایسے مرتد کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا، نہ ایسی بدبخت کے ساتھ نکاح کرنا چاہیے۔

ہر ولی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ ڈھونڈے، جو اس کے لیے

دنیوی واُخروی فلاح کا باعث ہو۔ اگر ایک باپ اپنی بیٹی کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھے گھر میں بیاہ دے، تو یہی بیٹی اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائے گی اور اگر باپ نے بیٹی کی تربیت کے حوالے سے اپنی ذمہ داری ادا نہ کی اور اس کی ایسی جگہ شادی کر دی، جو اس کے دین کی خرابی کا باعث بنی، تو یہی ذمہ داری باپ کے لیے وبال بن سکتی ہے۔

سوال: بعض لوگ سوال و جواب میں کج بحثی کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: بعض لوگ جو عمل کے بجائے فتنہ پروری کے لیے سوالات کرتے ہیں، انہیں جواب نہیں دینا چاہیے، انہیں جواب دینا دراصل ان کے فتنے کا حصہ بننا ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے سوالات کے متوازن جوابات دیے جائیں، جو سامعین کی ذہنی استعداد اور دنیوی واُخروی نجات کا سامان ہوں۔ علما کو چاہیے کہ سوال پوچھنے میں بھی عوام الناس کی اصلاح کریں، ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا۔ علما نبض شناس ہوتے ہیں اور موقع و محل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص فضولیات میں پڑنے کی کوشش کرے، تو فوراً اس کی اصلاح کر دی جائے، اگر وہ مان لے، تو درست، ورنہ اس سے کنارہ کر لیں کہ آپ کے لیے اور دوسرے کے لیے یہی بہتر ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

(الأعراف : ١٩٩)

”عفو اختیار کریں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض برتیں۔“

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾(القصص : ٥١)

''جب بیہودہ بات سنتے ہیں، تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں، آپ کے عمل آپ کے ساتھ، آپ کو سلام، ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾

(النّجم : ٢٩)

''جو ہماری یاد سے روگردانی کرے اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو، اس سے منہ پھیر لیجئے۔''

سوال: ملکہ حسن کا مقابلہ کرانا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: عورت کا حقیقی حسن پردہ ہے۔ حیاء ایسا جوہر ہے، جو وجود انسانی کو حسین وجمیل بنا دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسانوں کو اصلی اور فطری خوبصورتی عطا کی جائے، وہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں میں پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو حرمت عطا کی ہے، اسے چاہیے کہ اپنی حرمت کی تکریم وتعظیم کرے۔ عورت ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے حسین رشتوں میں پرودی گئی ہے۔ ان رشتوں کا ادب ہے۔ جب کوئی عورت بے شرم اور بے حیا ہو جاتی ہے، وہ ان رشتوں کا تقدس پامال کر دیتی ہے۔ ایسی عورتیں جو خودسر ہیں، وہ مسلم معاشرہ کے لیے ناسور ہیں۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ جب کوئی چیز چھپی ہوتی ہے، تو مرد اس کی جستجو کرتا ہے، جب وہ چیز کھل جائے، تو وہ اس کی جستجو نہیں کرتا، یہ باطل بات ہے اور فطرت کے خلاف ہے۔ جو پردے میں چھپی ہوتی ہے،

کوئی بھی اس کی جستجو نہیں کرتا، الا یہ کہ اس کا ایمان اس قدر کمزور ہے کہ جو اسے اس گناہ سے نہیں بچا پاتا یا وہ انسان نما درندہ ہوگا، جو کسی کی عزت کے درپے ہوگا، لہٰذا انسانی عزت کی بقا اللہ رب العالمین اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہے۔ ہر دین کا اپنا مزاج ہے۔ اسلام کا بھی اپنا مزاج ہے۔ اسلام میں مقابلہ حسن جیسی برائی اور معاشرتی بے راہ روی کی کوئی گنجائش نہیں۔ ملکہ حسن وہی ہوتی ہے، جو اپنی عصمت وعفت پر پہرہ دیتی ہے، اس کا وجود صرف ایک کے لیے ہے، جو اس کا شوہر ہے۔

ملکہ حسن کا مقابلہ کرانا ناجائز ہے اور دین کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے۔ یہ خالص اہل مغرب کی رَوش ہے، جس کا شکار بہت سی مسلم ریاستیں بھی ہو چکی ہیں۔ اس شنیع عمل میں کئی شرعی قباحتیں ہیں، یہ مسلم خاتون کے وقار کے منافی ہے، اس میں عزت دار خاتون کی رسوائی ہے کہ اسے کسی کے مقابلہ میں پیش کیا جائے، یہ رذیل حرکت فحاشی وعریانی کا سامان ہے اور اس سے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾(النّور : ١٩)

”بلاشبہ جو لوگ ایمان والوں میں فحاشی پھیلانا پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِنِ ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَنَزَلَ فِيكُمْ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ؛ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ

حَتّٰى يَعْمَلُوا بِهَا إِلَّا ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمْ ....

''مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں، جب آپ کو ان کے ساتھ آزمایا جائے، اور آپ کے درمیان وہ پانچ چیزیں اتر آئیں، تو میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کا شکار ہوں؛ ① جس قوم میں بھی فحاشی عام ہو گی، یہاں تک کہ لوگ اس فحاشی کا ارتکاب کرنے لگ جائیں، تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہو جائیں گے، جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ گزری ہوں گی......۔''

(المُستدرك للحاكم : 540/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي ...... وَلَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ .

''امابعد! اے لوگو! مجھے تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے، جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کروں، تو میری مدد کرنا اور اگر غلط جاؤں، تو مجھے درست کر دینا۔ ......جس قوم میں فحاشی عام ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے......۔''

(سيرة ابن هشام : 318/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(البداية والنّهاية : 415/9)

مقابلہ حسن میں عورتیں نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں، اپنے وجود کی نمائش کرتی ہیں، خود کو جاذب نظر بنانے کے لیے شرعی حد سے تجاوز کرتی ہیں، غیر محرم مردوں کے ساتھ ستر کھولتی ہیں، ان کے سامنے ادائیں دکھاتی ہیں۔ عطریات اور خوشبوؤں کے ذریعہ اجنبی مردوں کی توجہ چاہتی ہیں۔

اسلام نے عورت کو چادر چار دیواری میں رہنے کا کہا ہے، اگر ضرورت کے لیے باہر نکلنا پڑے، تو اس کے بھی آداب بتائے ہیں کہ باپردہ ہو کر اور زیب و زینت کے بغیر باہر نکلے، اپنی چال ڈھال میں لچک پیدا نہ کرے، نظریں جھکا کر رکھے، الغرض اس طرح نہ نکلے، جس طرح جاہلیت میں عورتیں باہر نکلتی تھیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى﴾ (الأحزاب : ٣٣)

”پہلی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کے ساتھ گھر سے باہر مت نکلو۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ .

”جس عورت نے ”بخور“ لگائی ہے، وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں حاضر نہ ہو۔“

(صحيح مسلم : 444)

❁ عبید بن ابی عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ ضُحًى فَلَقِيَتْنَا امْرَأَةٌ بِهَا مِنَ الْعِطْرِ شَيْءٌ لَمْ أَجِدْ بِأَنْفِي مِثْلَهُ قَطُّ، فَقَالَ لَهَا أَبُو هُرَيْرَةَ :

عَلَيْكِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ : وَعَلَيْكَ، قَالَ : فَأَيْنَ تُرِيدِينَ؟ قَالَتْ : الْمَسْجِدَ، قَالَ : وَلِأَيِّ شَيْءٍ تَطَيَّبْتِ بِهٰذَا الطِّيبِ؟ قَالَتْ : لِلْمَسْجِدِ، قَالَ : آللّٰهِ؟ قَالَتْ : آللّٰهِ، قَالَ : آللّٰهِ؟ قَالَتْ : آللّٰهِ، قَالَ : فَإِنَّ حِبِّي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي أَنَّهٗ لَا تُقْبَلُ لِامْرَأَةٍ صَلَاةٌ تَطَيَّبَتْ بِطِيبٍ لِغَيْرِ زَوْجِهَا حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْهُ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ، فَاذْهَبِي فَاغْتَسِلِي مِنْهُ، ثُمَّ ارْجِعِي فَصَلِّي .

''(ایک دفعہ) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چاشت کے وقت مسجد سے نکلا، ہمیں ایک عورت ملی، جس نے ایسی خوشبو لگائی ہوئی تھی کہ میرے ناک نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کہا، تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ پوچھا: کہاں جا رہی ہیں؟ کہا: مسجد۔ پوچھا: یہ خوشبو کس لیے لگائی ہے؟ کہنے لگی: مسجد جانے کے لیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ قسم دے کر پوچھا کہ واقعی اسی لیے؟، تو اس نے تینوں دفعہ قسم کھا کر کہا کہ واقعی مسجد کے لیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے میرے محبوب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی، جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی مقصد کے لیے خوشبو لگاتی ہے، تا آنکہ وہ خوشبو کو اسی طرح دھو نہیں لیتی، جس طرح غسل جنابت میں (گندگی کو) دھویا جاتا ہے۔'' جایئے، اسے دھویئے اور واپس آ کر نماز پڑھیے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیھقي : 133/3، وسندہٗ حسنٌ)

مقابلہ حسن بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو عام کرنے کا طریقہ ہے۔ اس میں مسلم معاشرہ کی تباہی کا بیش بہا سامان ہے، نوجوان نسل کے ذہنوں کا بگاڑنے کا سبب ہے، مسلمان بچیاں اور خواتین میں بے راہ روی لانے کی مذموم کوشش ہے۔ اس کے پیچھے مذموم مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ عورت عورت نہ رہے، بلکہ سامان لذت بن کر رہ جائے اور شرم وحیاء عنقا ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس مقابلہ کی وجہ سے اتنی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں، جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

اس لیے خواتین کا مقابلہ حسن سراسر غیر شرعی اور حرام ہے۔ اس کا مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیے، یہ دینی وایمانی فریضہ ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾(النّساء : ١٤٠)

''آپ اس وقت تک ان کے ساتھ بیٹھک نہ کریں جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔''

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں، اپنی ذمہ داری سنبھالیں، کفار کو اسلام سے روشناس کرائیں، انہیں دعوت دیں، نہ کہ ان کی برائیوں کا حصہ بن جائیں۔

کفار نے ہمیشہ سے بے حیائی کے ذریعہ مسلمانوں کے عزائم کو ختم کیا ہے۔ پر افسوس کہ مسلمانوں خود فحاشی وعریانی پھیلا رہے ہیں، سوشل میڈیا، ٹیلی ویژن اور موبائل کے ذریعے بے حیائی پر مبنی مواد عام کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی ایک بار دی ہے، اسے اگلی زندگی کے لیے کارآمد بنائیے، اپنے رب کے رضا کے مطابق گزاردیجئے، شیطان کے بہکاوے میں مت آیئے، فتنوں سے دور رہیے، دین بیزاری سے بچیئے، اہل حق سے رابطہ رکھیے، مساجد و مدارس سے جڑ جایئے، یہی حق وصداقت کے قلعے ہیں، اسی میں سکون وسلامتی ہے۔

دنیوی و اُخروی کامیابیاں اسلامی تعلیمات میں ہی پنہاں ہیں، اسے غیر مسلموں کے پاس تلاش مت کیجئے۔ ہمارا اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے، کاش کہ ہم سمجھیں!!

لہٰذا خواتین کو چاہیے کہ اللہ سے ڈر جائیں، اپنی زینت کو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔

سوال: کیا کسی کا دیا ہوا تحفہ آگے کسی کو تحفہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، جسے تحفہ دیا جائے، شرعی طور پر وہ اس کا مالک بن جاتا ہے، لہٰذا وہ اس میں مکمل تصرف کا حق رکھتا ہے، وہ چاہے تو وہ شے خود استعمال کرے اور چاہے کسی کو تحفہ دے دے یا کسی پر صدقہ کر دے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ أَعْطَتْ أُمُّ أَنَسٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَأَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهٗ أُمَّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ .

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ بطور ہدیہ پیش کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ اپنی لونڈی اور سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی ماں سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔“

(صحيح البخاري : 2630، صحيح مسلم :1771)

سوال: مندرجہ ذیل روایت میں مذکور دعا کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي : يَا قَبِيصَةُ مَا جَاءَ بِكَ؟، قُلْتُ : كَبِرَتْ سِنِّي، وَرَقَّ عَظْمِي، فَأَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مَا يَنْفَعُنِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ، قَالَ : يَا قَبِيصَةُ، مَا مَرَرْتَ بِحَجَرٍ، وَلَا شَجَرٍ، وَلَا مَدَرٍ، إِلَّا اسْتَغْفَرَ لَكَ، يَا قَبِيصَةُ، إِذَا صَلَّيْتَ الْفَجْرَ، فَقُلْ : «سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ»، تُعَافٰى مِنَ الْعَمٰى، وَالْجُذَامِ، وَالْفَالِجِ، يَا قَبِيصَةُ، قُلْ : «اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ، وَأَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ، وَانْشُرْ عَلَيَّ رَحْمَتَكَ، وَأَنْزِلْ عَلَيَّ، مِنْ بَرَكَاتِكَ» .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: قبیصہ! کس غرض سے آنا ہوا؟ عرض کیا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، میں حاضر ہوا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا عمل تعلیم کر دیں، جسے اللہ تعالیٰ میرے لیے نفع مند بنا دے۔ فرمایا: قبیصہ! (آپ کی تو شان یہ ہے کہ) آپ جس بھی پتھر، درخت اور جھونپڑی کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ آپ کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ جب آپ نماز فجر پڑھ لیں، تو ”سبحان اللہ العظیم وبحمدہ“ کا ورد کیا کریں، آپ نابینا پن، جذام اور فالج سے محفوظ

رہیں گے۔قبیصہ! یہ دعا پڑھا کریں؛«اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ، وَأَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ، وَانْشُرْ عَلَيَّ رَحْمَتَكَ، وَأَنْزِلْ عَلَيَّ، مِنْ بَرَكَاتِكَ» ''اللہ! میں تجھ سے ہر خیر کا طلب گار ہوں، مجھ پر اپنا بے بایاں فضل فرما، مجھ پر پے در پے رحمت فرما اور مجھ پر اپنی برکات کا نزول فرما۔''

(مسند الإمام أحمد : 60/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔رجل مبہم ہے۔لہٰذا یہ دعا ثابت نہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 368/18، معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 5742)

سند باطل ہے۔نافع بن ہرمز ضعیف و متروک ہے۔

اس کی متابعت محمد بن فضل بن عطیہ نے کی ہے، جو کہ متروک و کذاب ہے۔

❀ یہی روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر : 336/2)

سند باطل و منکر ہے۔

① عباد بن عبد الصمد ابو معمر ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِالْاِتِّفَاقِ .

''یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(نتائج الأفكار : 535/2)

اسے صرف امام ابو الشیخ ابن حیان رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔

② عباد بن عبد الصمد کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ جِدًّا يَرْوِي عَنْ أَنَسٍ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِ وَمَا أُرَاهُ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَلَا يَجُوزُ الْاحْتِجَاجُ بِهِ فِيمَا وَافَقَ الثِّقَاتِ فَكَيْفَ إِذَا انْفَرَدَ بِأَوَابِدَ ...... عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ فِي نُسْخَةٍ كَتَبْنَاهَا عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَكْثَرُهَا مَوْضُوعَةٌ .

''عباد سخت منکر الحدیث ہے۔ اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ایسی ایسی روایات بیان کی ہیں، جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی اصلاً روایات ہیں ہی نہیں، میرا نہیں خیال کہ اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت سنی ہو، لہٰذا اس کی ان روایات سے بھی حجت پکڑنا جائز نہیں، جو ثقات کی موافقت میں ہوں، چہ جائیکہ جن منکر و باطل روایات میں یہ منفرد ہو۔......عباد بن عبد الصمد کے پاس ایک نسخہ تھا، جو ہم نے اس سے اس (مذکورہ) سند کے ساتھ لکھا ہے، اس کی بیشتر روایات جھوٹی ہیں۔''

(کتاب المَجروحین : 2/170-171)

سوال: خاوند نے بیوی کو حالت حمل میں طلاق دے دی، تو حمل ایک مہینے کے بعد ضائع ہو گیا، اب کیا عدت ختم ہو گئی ہے یا باقی ہے؟

جواب: عدت ختم ہو چکی ہے، وضع حمل ہو یا اسقاط حمل ہو، ہر دو صورت میں عدت ختم ہو جاتی ہے۔

سوال: نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیرات ثابت ہیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ سے نماز جنازہ میں چار اور چار سے زائد تکبیرات کہنا بھی ثابت ہے۔اس پر آثار صحابہ بھی دلالت کناں ہیں۔

❁ عمیر بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفِّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھا،تو آپ رضی اللہ عنہ نے چار تکبیرات کہیں۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :1/499، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن معقل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا صَلَّى عَلٰى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سِتًّا.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور چھ تکبیرات کہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 11465، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :1/496، أصله في صحيح البخاري : 4004، وسندهٗ صحيحٌ)

بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا آخری عمل چار تکبیرات کا ہی ہے، بقیہ تکبیرات منسوخ ہوگئیں۔مگراس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

❁ مسروق رحمہ اللہ سے مروی ہے:

صَلَّى عُمَرُ عَلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُولُ : لَأُصَلِّيَنَّ عَلَيْهَا مِثْلَ آخِرِ صَلَاةٍ صَلَّاهَا رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِثْلِهَا فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان پر اسی طرح نماز جنازہ پڑھوں گا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز جنازہ پڑھائی تھی، پھر آپ رضی اللہ عنہا نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔''

(سنن الدّارقطني : 1837)

سند ضعیف ہے۔

① جابر جعفی ضعیف و متروک ہے۔

② یحییٰ بن ابی اُنیسہ جزری ضعیف و متروک ہے۔

③ عبدالرحمٰن بن محمد محاربی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

✿ علامہ حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ .

''اس روایت کی اور بھی کئی سندیں ہیں، ساری کی ساری ضعیف ہیں۔''

(الاعتبار، ص 125)

سوال: کیا پیدائشی مردہ بچے کی نماز جنازہ پڑھا جائے گا؟

جواب: جو بچہ پیدائشی مردہ پیدا ہو، اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اسی طرح اس بچے کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، جو پیدائش کے وقت زندہ ہو اور چند لمحوں بعد وفات پا جائے۔ مردہ پیدا ہونے والے بچہ کی نماز جنازہ کے عدم جواز پر کوئی دلیل ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ، وَلَا يُورَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ .

''(نوزائیدہ) بچے پر نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، نہ وہ وارث بنے گا اور نہ اس کا وارث بنا جائے گا، تا آنکہ وہ (پیدائش کے بعد) رو پڑے، چیخ مارے، چھینک مارے یا حرکت کرے۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : : 6324، سنن التّرمذي : 1032، سنن ابن ماجه : 1508)

سند ضعیف ہے۔ ابوالزبیر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

محدثین نے اس روایت کا موقوف ہونا راجح قرار دیا ہے۔

جب امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۰۳۲) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴/ ۳۴۹) نے اس روایت صحیح قرار دیا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی، تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کا تعاقب کیا۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهْمٌ لِأَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ لَيْسَ مِنْ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَقَدْ عَنْعَنَ فَهُوَ عِلَّةُ هٰذَا الْخَبَرِ .

''یہ وہم ہے، کیونکہ ابوالزبیر امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں، نیز انہوں نے بصیغہ عن روایت بیان کی ہے، (سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا) یہی اس روایت کی علت (وجہ ضعف) ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 266/2)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ وُرِثَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ .

”جب نوزائیدہ بچہ رو پڑے، چیخ مارے، حرکت کرے یا چھینک مارے، تو اس کا وارث بنا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔“

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :509/1، وسندهٗ حسنٌ))

تنبیہ:

❁ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرِثُ الصَّبِيُّ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ صَارِخًا .

”بچہ اسی وقت وارث بنے گا، جب پیدائش کے بعد چیخ مار دے۔“

(سنن ابن ماجه :2751، المُعجم الكبير للطّبراني : 20/20، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ چہرے کا نقاب عرب کی عادت تھی، یہ شرعی حکم نہیں ہے، اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اجنبی مردوں سے چہرہ ڈھانپنا عرب کی عادت نہیں، بلکہ شرعی حکم ہے۔ عرب کی عادت چہرہ کھلا رکھنا تھا، بعد میں پردے کا حکم نازل ہوا۔ اس حکم کے بعد ہی مؤمن عورتیں چہرہ چھپانے لگیں، پہلے نہ چھپاتی تھیں۔ یہ دلیل ہے کہ چہرہ ڈھانپنا شرعی حکم ہے۔

سوال: کیا عدت کے دوران عورت کسی بھی غیر محرم سے بات چیت نہیں کر سکتی کہ جن سے وہ پہلے بات کر لیا کرتی تھی؟

جواب: عدت کے دوران بیوہ ضرورت کے مطابق بات چیت کر سکتی ہے۔ اس کے لیے زیب و زینت کرنا یا گھر سے باہر نکلنا منع ہے، بات چیت کرنا منع نہیں۔ اگر کوئی قریبی

عزیز اس سے ملاقات کرتا ہے، تو وہ ملاقات کر سکتی ہے اور اس سے گفتگو بھی کر سکتی ہے۔

سوال: کیا روزے کی حالت میں عصر کے بعد مسواک کی جا سکتی ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں مطلق طور پر مسواک کرنا جائز ہے۔ ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَكَ السِّوَاكُ إِلَى الْعَصْرِ فَإِذَا صَلَّيْتَ الْعَصْرَ فَأَلْقِهِ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ .

”آپ عصر تک مسواک کر سکتے ہیں، جب نماز عصر پڑھ لیں، تو مسواک پھینک دیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔“

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 8338)

سند باطل ہے۔ عمر بن قیس سندل ضعیف، منکر الحدیث اور متروک ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ .

”روزہ دار کا بہترین عمل مسواک ہے۔“

(سنن ابن ماجه : 1677)

سند ضعیف ہے۔

① مجالد بن سعید ضعیف ہے۔

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(عمدة القاري : 240/6، تحت الحديث : 934)

مجالد کی متابعت سری بن اسماعیل نے کی ہے۔

① سری بن اسماعیل ضعیف ومتروک ہے۔

② عباد بن صہیب بصری ضعیف ومتروک ہے۔

③ صہیب بن محمد بن عباد کی توثیق نہیں۔

④ موسیٰ بن عیسیٰ خرزی مجہول ہے۔

❁ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الثقات : 277/8)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کی فصل میں ذکر کیا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 90/1)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(مِصباح الزّجاجة : 66/2)

❁ اس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 114/1)

تنبیہ:

❁ علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ شُيُوخِنَا : إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ، وَالْأَمْرُ كَمَا قَالَ، فَالْإِسْنَادُ إِسْنَادُ الصَّحِيحَيْنِ .

”ہمارے بعض شیوخ نے کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔ بات ایسے ہی ہے۔ پس یہ سند صحیحین کی سند جیسی ہے۔“

(العِناية بمَعْرِفة أحاديث الهِداية : 440/2)

بعض حنفی علما کا اس کی سند کو جید قرار دینا معلوم نہ ہو سکا اور اس سخت ضعیف سند کو صحیحین کی سند قرار دینا واضح علمی خطا ہے۔ مجالد بن سعید کا معاملہ کو نظر انداز کر دیا گیا، جبکہ مجالد ضعیف، سیء الحفظ اور تلقین قبول کرنے والا ہے، نیز اس کی شعبی سے بعض روایات غیر محفوظ ہیں، مذکورہ روایت بھی شعبی سے ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۵۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا عورت کو جج مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اسلام نے عورت کے تمام تر حقوق کا خیال رکھا ہے، اسے عزت واحترام کا مقام دیا ہے، کہ جو دیگر ادیان اور مذاہب میں نہیں ہے۔ اسلام کے اپنے قوانین ہیں، جن میں مردوں اور عورتوں کے توازن کو برقرار رکھا گیا ہے۔

عہدہ قضا ان اُمور میں سے ہے، جن پر عورت کو فائز نہیں کیا جا سکتا۔ عورت ہر معاملہ میں مرد کی طرح نہیں ہے، نہ مرد ہر معاملہ میں عورت کی طرح ہے، اس لیے یہ نظریہ کہ عورت اور مرد برابر ہیں، بالکل غیر فطری، نامعقول اور غیر شرعی ہے۔ مسلم مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ اسلام نے انہیں جو حقوق دیے ہیں اور جو فرائض عائد کیے ہیں، ان پر راضی ہو اور ان کی بجا آوری کی کوشش کرے، ایک دوسرے کے حقوق کا تتبع کرنا مناسب نہیں۔

سوال: حاجت جبرائیل علیہ السلام: ''معراج کی رات جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے اور مزید آگے جانے سے معذرت کی، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! آپ کی کوئی حاجت ہے (جسے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں)؟ جبریل علیہ السلام عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے سوال کیجئے کہ میں آپ کی اُمت کے لیے پل صراط پر اپنا پَر بچھا دوں، تاکہ وہ اس پَر سے گزر کر پل صراط پار کر لیں۔'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: مکذوب موضوع ہے۔

سوال: کیا باپ اپنے شادی شدہ بیٹی کو مار پیٹ سکتا ہے؟

جواب: باپ اپنے اولاد کے لیے مربی ہوتا ہے، اسے چاہیے کہ ہر وقت اولاد کی تربیت کرتا رہے، زبان کے ساتھ سمجھائے، اپنے عمل کے ساتھ بھی انہیں قائل کرے، اپنے تجربات سے آگاہ کرے، اگر کہیں ڈانٹ پلانے کی ضرورت محسوس کرے، تو ڈانٹ دے، مگر اتنا کہ اولاد متنفر نہ ہو، اسی طرح حسب ضرورت تھوڑی بہت مار پیٹ بھی کی جا سکتی ہے، مگر عام طور پر لوگ ایسے مواقع پر توازن کھو دیتے ہیں، یا تو بالکل کچھ نہیں کہتے یا اتنا مارتے ہیں کہ وہ باپ کا ادب کھو بیٹھتے ہیں اور اولاد مزید نافرمان ہو جاتی ہے، کبھی تو بدتمیزی پر بھی اتر آتی ہے۔ یہ عدم توازن کا نتیجہ ہے، کیونکہ اولاد کو مارنا مقصود نہیں، بلکہ تربیت اور تنبیہ مقصود ہے، وہ خواہ قول و فعل سے ہو جائے یا معمولی مار پیٹ سے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

عَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِي.

”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ کو منظور تھا کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے پہلو پہ کچوکے مارنے لگے اور میں ہلنے سے رکی رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری ران پر تھا۔“

(صحيح البخاري: 334، صحيح مسلم: 367)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ تَأْدِيبُ الرَّجُلِ وَلَدَهٗ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَالضَّرْبِ وَنَحْوِهٖ وَفِيهِ تَأْدِيبُ الرَّجُلِ ابْنَتَهٗ وَإِنْ كَانَتْ كَبِيرَةً مُزَوَّجَةً خَارِجَةً عَنْ بَيْتِهٖ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ آدمی اپنے بیٹے کو قول و فعل اور مار پیٹ وغیرہ کے ساتھ تربیت کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آدمی اپنی بیٹی خواہ وہ بڑی عمر کی ہو، شادی شدہ ہو اور وہ باپ کے گھر نہ ہو، (اپنے شوہر کے گھر ہو)، کو بھی تادیبی سرزنش کر سکتا ہے۔“

(شرح مسلم : 59/4)

سوال: حرمین میں فساد برپا کرنے والے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: فساد کسی بھی جگہ ہو، حرام اور ناجائز ہے، لیکن بعض مقامات کو خاص اہمیت اور فضیلت حاصل ہوتی ہے، وہاں گناہ کی سنگینی کئی گنا بڑھ جاتی ہے، حرمین کو وہ مقام حاصل ہے کہ وہاں فساد یا خلاف شرع کام کرنا موجب لعنت ہے، وہاں کئی جائز کام بھی ناجائز قرار دیے گئے ہیں، مثلاً؛ درخت کاٹنا، شکار کرنا اور شکار کو بھگانا وغیرہ۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلٰى كَذَا، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوٰى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ .

”مدینہ کا عائر اور فلاں (ثور) پہاڑ کے درمیانی علاقہ حرم ہے، جس نے اس میں فساد برپا کیا، یا کسی فسادی کو پناہ دی، تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے، اس کی کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہیں ہوتی۔“

(صحيح البخاري : 1870، صحيح مسلم : 1370)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ .

”جس نے (حرم میں) فساد برپا کیا، یا کسی فسادی کو پناہ دی، تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کی کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہیں ہوتی۔“

(مسند الطّيالسي : 299، مسند المسدّد (اتحاف الخِيَرة المَهرة : 6850)، واللّفظ لهٗ، مسند الإمام أحمد : 178/2، 180، 191، 192، 194، 211، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ، لَمْ يُصِبْهُ عَظِيمٌ مِّنَ الْبَلَاءِ .

”جس نے ہر مہینے تین بار صبح کے وقت شہد چاٹا، وہ کسی بڑی بیماری میں مبتلا نہ ہوگا۔“

(سنن ابن ماجه : 3450)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابوسالم عبدالحمید بن سالم مجہول ہے۔

② عبدالحمید بن سالم کا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا نَعْرِفُ سَمَاعَهُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

”ہمیں عبدالحمید کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوا۔“

(التّاریخ الکبیر : 54/6)

③ زبیر بن سعید ہاشمی ضعیف ہے۔

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ عَنْ ثِقَةٍ .

”کسی ثقہ راوی سے اس روایت کی اصل نہیں۔“

(الضّعفاء الکبیر : 40/3)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ . ”یہ حدیث ثابت نہیں۔“

(المَوضوعات : 215/3)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ . ”یہ حدیث منکر ہے۔“

(تذکرة الحفّاظ : 129/3، دیوان الضّعفاء : 2394، المغني في الضّعفاء : 369/1)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ فِيهِ لِينٌ وَانْقِطَاعٌ .

”اس سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔“

(مِصباح الزُّجاجة : 54/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 10/140)

سوال: سواد اعظم کون ہیں؟

جواب: سواد اعظم سے مراد اہل حق کا گروہ ہے، جو بلاشبہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ اہل حدیث اور اہل سنت محدثین اور اسلاف اُمت کا تسلسل ہے۔

بعض اہل شرک اور اہل بدعت خود کو سواد اعظم خیال کرتے ہیں، سواد اعظم حق کے پیروکاروں کا نام ہے، خواہ وہ ایک ہو یا زیادہ ہوں، وہ سواد اعظم ہیں، یہی ناجی گروہ ہے۔

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ : أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَأَصْحَابُ الْحَدِيثِ وَهُوَ السَّوَادُ الْأَعْظَمُ .

''ناجی گروہ سے مراد اہل سنت والجماعت اور اصحاب الحدیث ہیں، یہی سواد اعظم ہے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحجة : 2/409)

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ بیان کیا جاتا ہے:

''ہر کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو، جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی، وہی میری قیام گاہ ہوگی، چنانچہ جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع حمیری نے حضور کی

خاطر بنوایا تھا، وہ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا، اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابولیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضور کو شاہ یمن تبع خمیری کا خط دے آؤ، جب ابولیلیٰ حاضر ہوا، تو حضور نے اسے دیکھتے ہی فرمایا، تو ابولیلیٰ ہے؟ یہ سن کر ابولیلیٰ حیران ہو گیا۔ حضور نے فرمایا: میں محمد رسول اللہ ہوں، شاہ یمن کا جو خط تمھارے پاس ہے لاؤ وہ مجھے دو، چنانچہ ابولیلیٰ نے وہ خط دیا، حضور نے پڑھ کر فرمایا، صالح بھائی تُبّع کو آفرین وشاباش ہے۔''

جواب: اس مفہوم کی روایت تاریخ ابن عساکر (۱۱/۱۳) میں موجود ہے۔ اس کی سند باطل ہے۔

① محمد بن اسحاق کی مرسل ہے۔

② عثمان بن عمرو بن ساج ضعیف ہے۔

سوال: نماز اشراق کی زیادہ سے زیادہ رکعات کتنی ہیں؟

جواب: نماز اشراق کی زیادہ سے زیادہ مسنون رکعات آٹھ ہیں۔

❀ سیدہ امِ ہانی بنتِ ابوطالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُّلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ...... وَذٰلِكَ ضُحًى .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعت ادا کیں۔...... (سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) یہ چاشت کا وقت تھا۔''

(صحيح البخاري : 1176؛ صحيح مسلم : 82/336، واللّفظ لهٗ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَزَلِ النَّاسُ قَدِيمًا وَّحَدِيثًا يَحْتَجُّونَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَلٰى أَثْبَاتِ الضُّحٰى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''پہلے اور بعد والے سبھی لوگ آٹھ رکعات نماز چاشت کے اثبات پر اسی حدیث کو دلیل بناتے رہے ہیں، واللہ اعلم!''

(شرح مسلم : 29/4)

سوال: اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، یہ نہی تنزیہی ہے، اس لیے کہ اونٹ شریر جانور ہے، وہ نمازی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر اونٹوں کا باڑا خالی ہے، تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

سوال: کیا عبیداللہ بن زیاد نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چھڑی ماری تھی؟

جواب: عبیداللہ بن زیاد نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چھڑی ماری تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کے بارے غیر مناسب بات بھی کی ، یہ سن کر سیدنا انس رضی اللہ عنہ بولے کہ حسین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا کی مشابہت رکھتے ہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ، وَقَالَ فِي حُسْنِهِ شَيْئًا، فَقَالَ أَنَسٌ : كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَخْضُوبًا بِالْوَسْمَةِ .

”عبیداللہ بن زیاد کے پاس سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک تشتری میں لایا گیا، عبید اللہ چھڑی کے ساتھ مارنے لگا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حسن کے متعلق غیر مناسب بات کی، تب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بول پڑے: حسین رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے وسمہ لگایا ہوا تھا۔“

(صحيح البخاري : 3748)

سوال: درج ذیل روایت کن کے بارے میں ہے؟

❀ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

أَيُسَبُّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَنَابِرِ؟ قُلْتُ : وَأَنّٰى ذٰلِكَ؟، قَالَتْ : أَلَيْسَ يُسَبُّ عَلِيٌّ وَمَنْ يُحِبُّهٗ فَأَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّهٗ .

”کیا منبروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ (راوی ابو عبد اللہ بجلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ فرمایا: بھلا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے محبین کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔“

(مُسند أبي يعلٰى : 7013، وسندهٗ حسنٌ)

جواب: اس روایت میں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی مراد خوارج ہیں، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے دشمنی رکھتے تھے۔ جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگیں بھی کیں۔ وہ ایسا کرتے تھے، تب سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا کہہ رہے ہیں، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ محبوب کو برا بھلا کہنا دراصل

محبّ کو برا بھلا کہنا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ معاملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد کا ہو، کیونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں منبروں پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق طعن و تشنیع کا کوئی ثبوت نہیں۔

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (۸۸ھ) بیان کرتے ہیں:

اُسْتُعْمِلَ عَلَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ مِّنْ آلِ مَرْوَانَ قَالَ : فَدَعَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتِمَ عَلِيًّا قَالَ : فَأَبٰى سَهْلٌ فَقَالَ لَهُ : أَمَّا إِذْ أَبَيْتَ فَقُلْ : لَعَنَ اللّٰهُ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ سَهْلٌ : مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي التُّرَابِ، وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ إِذَا دُعِيَ بِهَا، فَقَالَ لَهُ : أَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهٖ، لِمَ سُمِّيَ أَبَا تُرَابٍ؟ قَالَ : جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ فَقَالَتْ : كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ، أَيْنَ هُوَ؟ فَجَاءَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهٖ، فَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ : قُمْ أَبَا التُّرَابِ قُمْ أَبَا التُّرَابِ .

”آلِ مروان میں سے ایک شخص کو مدینہ کا امیر مقرر کیا گیا، اس نے سیدنا سہل

بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے کو بولا، تو سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ کہنے لگا: چلو اگر یہ نہیں کر سکتے، تو یہ کہہ دیں: اللہ ابوتراب پر لعنت کرے!، اس پر سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی محبوب نام نہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ کو اس نام سے پکارا جائے، تو خوش ہو جاتے تھے۔ کہنے لگا: ہمیں قصہ بتائیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیوں رکھا گیا؟ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں غیر موجود پایا، پوچھا: آپ کے چچا زاد کہاں ہیں؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ان کے اور میرے بیچ بحث وتکرار ہوئی، تو ہم ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے ہیں۔ (اس کے بعد) سیدنا علی رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ نہیں کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے فرمایا: دیکھئے! علی کہاں ہیں؟ وہ شخص (دیکھ کر) آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! علی مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی چادر پہلو سے نیچے گری ہوئی تھی اور جسم کو مٹی لگی ہوئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جسم سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ابوتراب (مٹی والے)! اٹھیے، ابوتراب! اٹھیے۔''

(صحیح مسلم: 2409)

یہ روایت دلیل ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کے لوگ منبروں پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔

سوال: کیا جنت میں کوئی کنوارہ ہوگا؟

جواب: جنت میں کوئی کنوارہ نہ رہے گا، بلکہ ہر ایک کو دو دو حوریں دی جائیں گے اوران سے شادی کرادی جائے گی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ أَعْزَبُ .

”ہر جنتی کی دو دو بیویاں (حور عین) ہوں گی، (اتنی خوبصورت ہوں گی کہ) ان کی پنڈلی کا گودا گوشت سے نظر آرہا ہوگا، جنت میں کوئی کنوارہ نہ رہے گا۔“

(صحيح البخاري : 3245، صحيح مسلم : 2834)

سوال: وحی کا نزول کب سے ہے؟

جواب: وحی کا نزول قدیم ہے، پہلے نبی سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، انہیں بھی وحی ہوتی رہی، وحی انذار (عذاب الٰہی اور اللہ کی پکڑ سے ڈرانے اور خبردار رہنے کے لیے وحی) کا آغاز سیدنا نوح علیہ السلام سے ہوا۔ وحی کا یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ پر منقطع ہو گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی فرد بشر پر وحی نہیں اتر سکتی۔

اسلام آخری دین ہے، اس کے بعد کوئی دین نہیں، اب قیامت ہی آئے گی۔

سوال: مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: مرزا قادیانی افاک، کذاب اور دجال ہے، اس کے جھوٹ اور مکر وفریب پر دسیوں دلائل ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر ایمان نہیں لایا، ایمان تو درکنار اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ مُسَيْلِمَةَ بَعَثَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا ابْنُ أُثَالِ بْنِ حُجْرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَشْهَدَانِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ؟، قَالَا : نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا وَفْدًا قَتَلْتُكُمَا .

''مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی بھیجے، ایک اثال بن حجر تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہو؟ کہنے لگے: ہم مسیلمہ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں، اگر میں قاصدوں کا قتل روا رکھتا، تو تمہیں قتل کر دیتا۔''

(مُسند أبي يعلٰى : 5097، وسندہٗ حسنٌ)

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مَجمع الزّوائد : 314/5)

نبی کریم ﷺ نے ہر نبی پر ایمان لایا ہے، جس پر نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لایا، وہ نبی کیسے؟ بلکہ اپنے بعد دعویٰ نبوت کرنے والوں کو کذاب اور دجال قرار دیا اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح فرمایا: میں نبیوں میں سب سے آخر میں آیا ہوں۔ نیز فرمایا: میرے بعد نبوت ختم ہو گئی ہے۔ یہ بھی فرمایا: نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔

قرآن کریم نے یہ قانون بیان کیا ہے کہ ہر نبی اپنے بعد والے نبی کی بشارت دیتا ہے، اسی قانون کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد محمد کریم ﷺ کی بشارت سنائی ہے،

مگر ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد کسی رسول یا نبی کی بشارت نہیں سنائی، بلکہ اپنے بعد مطلقاً نبوت کی نفی کی ہے، بلکہ دعویٰ نبوت کرنے والے کو جھوٹا اور دجال قرار دیا ہے۔اب کسی کے جھوٹے ہونے کے لیے سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کر دے، نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک جو بھی دعویٰ نبوت کرتا ہے، وہ خود اپنے جھوٹے ہونے پر دلیل ثبت کر دیتا ہے۔

یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام متبع بن کر آئیں گے، نہ کہ مبعوث ہو کر، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا دورانیہ نبی کریم ﷺ سے پہلے ختم ہو چکا ہے۔

سوال: کیا قسم اٹھانا مکروہ ہے؟

جواب: قسم اٹھانا مکروہ نہیں، کسی بھی جائز مقصد کے لیے قسم اٹھائی جا سکتی ہے، البتہ جھوٹی قسم اٹھانا یا ناجائز اُمور پر قسم اٹھانا حرام اور ناجائز ہے۔بعض صورتوں میں قسم اٹھانا مستحب بھی ہے۔

سوال: کیا قریب الموت کو اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھنے، اس کے کرم و فضل کو یاد کرنے کی تلقین کی جا سکتی ہے؟

جواب: قریب الموت کو توبہ و استغفار اور کلمہ طیبہ کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ کی رحمت کی اُمید، اللہ کے متعلق حسن ظن اور بشارتوں کی یاد دہانی کرانا مستحب ہے۔احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ہے۔

❁ عبدالرحمن بن شماسہ مہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، يَبْكِي طَوِيلًا، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ : يَا

أَبَتَاهُ، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟

''ہم سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ موت کی کشمکش میں تھے، آپ رضی اللہ عنہ کافی دیر روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کا فرزند (آپ کو پر اُمید کرنے کے لیے) کہنے لگا: ابا جان! بھلا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارت نہیں سنائی؟ بھلا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارت نہیں سنائی؟''

(صحیح مسلم: 121)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَدَبُ مُسْتَحَبٌّ بِالِاتِّفَاقِ.

''(موت کے وقت) یہ آداب بالاتفاق مستحب ہیں۔''

(شرح مسلم: 2/138)

سوال: اگر غلطی سے سجدے والی تسبیحات قیام میں پڑھ لیں، تو کیا سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں؟

جواب: سجدہ سہو کرے گا۔

سوال: کیا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسرائیلی روایات بیان کرتے تھے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے، جو بنی اسرائیل سے روایات نقل کرتے ہیں۔ اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہے، تینوں کا حکم مختلف ہے، ذیل کی عبارت قابل غور ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَارُهُمْ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ ؛ فَمِنْهَا مَا عَلِمْنَا صِحَّتَهٗ بِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الدَّلِيلُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ سُنَّةِ رَسُولِهٖ، وَمِنْهَا مَا عَلِمْنَا كَذِبَهٗ، بِمَا دُلَّ عَلٰى خِلَافِهٖ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَيْضًا، وَمِنْهَا مَا هُوَ مَسْكُوتٌ عَنْهُ، فَهُوَ الْمَأْذُونُ فِي رِوَايَتِهٖ، بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ : حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَهُوَ الَّذِي لَا يُصَدَّقُ وَلَا يُكَذَّبُ، لِقَوْلِهٖ : فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ .

''اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں: ① جن کے صحیح ہونے کا علم ہمیں کتاب اللہ یا سنت رسول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ذریعے ہو چکا ہے، ② جن کا جھوٹا ہونا معلوم ہو کہ اس کے خلاف کتاب وسنت میں دلیل ثابت ہو، ③ جن کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہ ہو، انہیں بیان کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے: بنی اسرائیل سے روایت بیان کرلیا کریں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسرائیلی روایات کی اسی قسم کی تصدیق وتکذیب نہ کرنے کو کہا گیا ہے، فرمان نبوی ہے: بنی اسرائیل کی نہ تصدیق کریں، نہ تکذیب۔''

(تفسیر ابن کثیر : 528/3)

سوال: کیا مکہ کی رہائشی عورت بغیر محرم کے عمرہ کر سکتی ہے؟

جواب: عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنا ممنوع ہے، عمرہ یا حج نہیں، مکہ کی رہائشی عورت عمرہ کرے، تو اسے شرعاً مسافر قرار نہیں دیا جاتا، لہٰذا وہ بغیر محرم کے بھی عمرہ کر سکتی ہے۔

سوال: اذان کے دوران لاؤڈ اسپیکر میں میوزک چلانے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان کا جواب دینا مشروع و مستحب ہے۔ اذان کے دوران لاؤڈ اسپیکر پر میوزک چلانا اعلانیہ کبیرہ گناہ ہے، اذان شعار اسلام ہے، اس کی تعظیم کرنی چاہیے، اگر کوئی شخص اذان کی اہانت کرتے ہوئے اونچی آواز میں میوزک لگاتا ہے، وہ مرتد ہو جائے گا۔

سوال: ایک شخص سکول تعمیر کر رہا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی سکول قائم کرے گا، مگر حقیقت میں وہ سیکولر ذہن کا حامل ہے، کیا ایسے شخص کو سکول کے لیے امداد دینا جائز ہے؟

جواب: گو کہ سیکولرز مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بہر حال کسی بھی سیکولر کو سکول کی مد میں امداد نہیں کرنی چاہیے، اپنے مال کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کریں، اہل حق کی مساجد اور مدارس کے معاون بنیں۔

سوال: کیا قاتل اپنے مقتول کا وارث بنے گا؟

جواب: قاتل قتل عمد میں مقتول کا وارث نہیں بن سکتا، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، البتہ قتل خطا کے بارے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ قتل خطا کی صورت میں مال میں وارث بنے گا، دیت میں وارث نہیں بنے گا۔

❀ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا أَنَّ قَاتِلَ الْعَمْدِ لَا يَرِثُ مِنْ دِيَةِ مَنْ قَتَلَ شَيْئًا، وَلَا مِنْ مَالِهِ، وَلَا يَحْجُبُ أَحَدًا وَقَعَ لَهٗ مِيرَاثٌ، وَأَنَّ الَّذِي يَقْتُلُ خَطَأً لَا يَرِثُ مِنَ الدِّيَةِ شَيْئًا، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي أَنْ يَرِثَ مِنْ مَالِهٖ لِأَنَّهٗ لَا يُتَّهَمُ عَلٰى أَنَّهٗ قَتَلَهٗ لِيَرِثَهٗ، وَلِيَأْخُذَ مَالَهٗ فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَرِثَ مِنْ مَالِهٖ، وَلَا يَرِثُ

مِنْ دِيَتِهٖ .

''ہمارے ہاں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ قتل عمد کا مرتکب اپنے مقتول کی دیت اور مال میں بالکل بھی وارث نہ بنے گا، نہ وہ کسی وارث کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے، قتل خطا والا مقتول کی دیت کا وارث نہیں بنے گا (یہاں تک کوئی اختلاف نہیں)۔ البتہ قتل خطا میں مقتول کے مال کا وارث بننے کی بابت اختلاف ہے، کیونکہ اس پر یہ تہمت نہیں لگائی جا سکتی ہے کہ قاتل نے اسے وراثت حاصل کرنے کے لیے یا اس کا مال ہتھیانے کے لیے قتل کیا ہو، لہٰذا میرا پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ قتل خطا میں مقتول کے مال کا وارث بنے گا، اس کی دیت کا وارث نہیں بنے گا۔''

(موطأ الإمام مالك : 868/2)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَسْمَعْ اخْتِلَافًا فِي أَنَّ قَاتِلَ الرَّجُلِ عَمْدًا لَا يَرِثُ مَنْ قَتَلَ مِنْ دِيَةٍ، وَلَا مَالٍ شَيْئًا .

''اس متعلق میں نے کوئی اختلاف نہیں سنا کہ قتل عمد کا مرتکب اپنے مقتول کی دیت اور مال میں کسی بھی شے کا وارث نہیں بنے گا۔''

(الأمّ : 76/4)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى الْقَاتِلِ عَمَدًا لَا يَرِثُ مِنْ مَالِ مَنْ قَتَلَهٗ، وَلَا مِنْ دِيَتِهٖ شَيْئًا، وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الْقَاتِلَ

خَطَأً لَا يَرِثُ مِنْ دِيَةِ مَنْ قَتَلَهُ شَيْئًا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ قتل عمد کا مرتکب اپنے مقتول کے مال اور دیت میں بالکل وارث نہیں بنے گا، نیز اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ قتل خطا میں قاتل اپنے مقتول کی دیت کا وارث نہیں بنے گا۔''

(الإجماع، ص 84، الإشراف : 356/4، الإقناع :288/1)

فائدہ:

اس باب میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

سوال: ختنہ کرنے کی اجرت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے گاڑی بے عیب کہہ کر فروخت کی، خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں عیب ہے، کیا اس گاڑی کی قیمت میں کمی کی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر گاڑی میں عیب پہلے سے موجود تھا، جس کا علم بعد میں ہوا، تو خریدار گاڑی واپس کر سکتا ہے یا دونوں باہم رضامندی سے قیمت کا ایک حصہ کم کیا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر ایک علاقہ میں اہل حق کی دو مساجد ہیں، دونوں سے مختلف اوقات میں اذان ہوئی، کیا دونوں اذانوں کا جواب دینا جائز ہے؟

جواب: دونوں اذانوں کا جواب دینا جائز ہے۔

سوال: ''عبدہ'' نام رکھنا کیسا ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ ''عبد'' کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لگایا جائے، ضمیر نہ لگائی جائے، جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ۔

سوال: باریک کپڑے میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ ستر ظاہر ہو رہا ہے، تو ایسے لباس میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ نماز میں لباس کا ساتر ہونا شرط ہے۔

سوال: کیا غیر مسلم سے سود لینا حرام ہے؟

جواب: سودی معاملہ خواہ مسلمان سے ہو یا غیر مسلم سے، ہر صورت حرام اور ناجائز ہے۔ سود لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں یہ فرمان بھی تھا:

رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَّأَوَّلُ رِبًا أَضَعُهُ رِبَانَا رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ .

”زمانہ جاہلیت کا سود موقوف کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں، چنانچہ وہ سب ختم کر دیا گیا ہے۔“

(صحیح مسلم : 1218، المُنتقٰی لابن الجارود : 469)

زمانہ جاہلیت کا سود یقیناً کفار کے ساتھ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سودی معاہدے کو ختم کر دیا۔ اگر غیر مسلم سے سود لینا جائز ہوتا، تو اس کی گنجائش بیان کر دی جاتی۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا زجر و توبیخ کے لیے کسی کو''احمق'' کہہ سکتے ہیں؟

جواب: زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے وقت ''احمق'' کہا جا سکتا ہے، یاد رہے کہ ہر لفظ کی ہماری زبان میں سیاق کے مطابق تعبیر ہے، حدیثوں میں جہاں احمق کا لفظ آیا ہے، وہ ناسمجھ کے معنی میں ہے، نہ کہ بیوقوف کے معنی میں، جیسا کہ ہمارے ہاں احمق لفظ استعمال ہوتا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی، دوسرا کپڑا پاس رکھا تھا، کسی نے کہا: آپ نے ایسا کیا؟ کہا: جی ہاں! ایسا اس لیے کیا کہ آپ جیسا جاہل دیکھ لے، ایک روایت میں ہے: ''مجھے آپ جیسے احمق (ناسمجھ) لوگ دیکھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 352، صحيح مسلم : 518)

سوال: اگر کہیں کسی فتنے کا اندیشہ ہو، تو کیا حاکم وقت کو اس سے آگاہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: فتنوں اور فسادوں کی روک تھام ہر انسان کی ذمہ داری ہے، اگر کسی مقام پر کسی فتنے کے رونما ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس کے متعلق ایسے افراد کو آگاہ کرنا چاہیے، جو اس فتنے کو زائل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس حوالہ سے حاکم وقت کو بھی آگاہ کرنا چاہیے، تاکہ وہ اس کے تدارک کے لیے بروقت مؤثر اقدامات کر سکے۔

❀ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمراہ نکلے، اس میں انہیں سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا: جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں، ان پر خرچ نہ کرو، تاکہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائیں، اس نے یہ بھی کہا: ہم مدینہ پہنچے، تو عزت دار لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کی طرف قاصد بھیجا...... اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ ......﴾ (المنافقون: ١)

''جب آپ کے پاس منافقین آئیں......۔''

(صحيح البخاري: 4900، صحيح مسلم: 2772)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اُبی کے عزائم کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی، تاکہ اس کا بندوبست کیا جا سکے اور مسلمان بڑے نقصان سے محفوظ رہیں۔

سوال: کسی سے بڑی تہمت دور کرنے کے لیے اس کے چھوٹے عیب کو ذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی کا دفاع کرتے ہوئے یا اس پر لگائی گئی بڑی تہمت کو دور کرنے کے لیے اس میں موجود معمولی عیب ذکر کرنا جائز ہے، تاکہ سامع کو یقین ہو جائے کہ دفاع کرنے والا اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہے، کہ جس پر جھوٹا الزام لگایا جا رہا ہے۔ اس پر کئی دلائل موجود ہیں؛ جیسا کہ حدیث افک میں سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے۔

(صحيح البخاري: 2637، صحيح مسلم: 2770)

سوال: کیا اہل بدر صحابہ معصوم تھے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی صحابی معصوم عن الخطا نہیں،

صحابہ مغفور ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے سرزد ہونے والے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ بدری صحابہ بھی غلطی کر سکتے ہیں، بلکہ بعض صحابہ سے غلطی ہوئی بھی ہے، مگران کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے۔

❀ ایک مرتبہ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ اور صحابہ کے مابین طے شدہ معاملہ کی خبر اہل مکہ کو دینا چاہی اور بعض راز کی باتیں لکھیں اور ایک عورت کو دے کر مکہ کی طرف بھیجا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خبر ہوگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا مقداد بن اسود اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم کو مقام روضہ خاخ کی طرف بھیجا اور عورت سے وہ خط لے کر آنے کو کہا، صحابہ نے وہ خط لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر دیا، وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین مکہ کو بھیجا گیا تھا، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا کیا گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: حاطب! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ سنائیے گا، میں بتاتا ہوں کہ کیوں میں نے یہ خط مشرکین کو بھیجا۔ دراصل میں قریشی ہوں، لیکن اہل مکہ میں سے نہیں ہوں۔ آپ کے دیگر مہاجرین ساتھیوں کی اہل مکہ کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں، جس بنا پر اہل مکہ ان کے اہل خانہ اور اموال کا لحاظ کرتے ہیں، میں نے چاہا کہ جب میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، تو میں ان کے ساتھ کوئی احسان کرلوں، جس سے وہ میری قرابت کا لحاظ کریں گے۔ میں نے کافر یا مرتد ہو کر ایسا نہیں کیا اور نہ ہی میں کفر پر راضی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب نے سچی بات کی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے، میں اس منافق کی گردن اتار دوں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہیں اور آپ نہیں جانتے کہ اہل بدر کی طرف اللہ تعالیٰ نے جانک کر دیکھا اور فرمایا: تم جو مرضی کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(صحيح البخاري : 3007، صحيح مسلم : 2494)

سوال: کیا عورت نیک صالح آدمی سے بھی پردہ کرے گی؟

جواب: عورت ہر اجنبی مرد سے پردہ کرے گی، خواہ وہ صالح ہی کیوں نہ ہو۔ پردہ اللہ کا حکم ہے، اسے بجالانا چاہیے۔

سوال: کیا عورت دوران سفر زیورات پہن سکتی ہے؟

جواب: دوران سفر زیورات پہن سکتی ہے، مگر غیر محرم پر اپنی زینت ظاہر نہ کرے، بلکہ جسم کو چھپا کر سفر کرے۔

سوال: کیا نعمت ملنے پر صدقہ کرنا جائز ہے؟

جواب: کوئی نعمت ملے یا مصیبت دور ہو، تو صدقہ کرنا مشروع و مستحب ہے۔ صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بہترین صورت ہے۔

❁ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا جَاءَ نِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِي، فَنَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، فَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ، وَإِلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”جس شخص کی میں نے آواز سنی تھی، جب وہ میرے پاس مجھے (توبہ قبول ہونے کی) خوش خبری دینے آیا، تو میں نے اس کے لیے اپنے دونوں کپڑے

اتارے اور اسے پہنا دیے، کیونکہ اس نے مجھے خوش خبری سنائی تھی۔ اللہ کی قسم! ان دنوں میرے پاس سوائے ان دو کپڑے کے کوئی کپڑا نہیں تھا، میں نے دو کپڑے اُدھار لیے، انہیں پہنا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے ارادہ سے نکلا۔ ...... جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال سے الگ ہو جاتا ہوں اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2769، واللّفظ لهٗ)

سوال: کیا کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کی جاسکتی ہے؟

جواب: کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی جائز نہیں، لیکن بعض صورتوں میں کسی شخص سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلقی کرنا بھی جائز ہے، مثال کے طور پر وہ شخص فتنہ باز ہو اور اس سے تعلق رکھنا نقصان دہ ہو، اس سے مال و جان اور ایمان میں خرابی پیدا کرنے کا اندیشہ ہو، تو ایسے انسان سے مطلق طور پر قطع تعلقی کرنا جائز ہے، یہ شرعی ضرورت ہے۔

جس حدیث میں مسلمان کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلقی نہ کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ مسلمان ہے، جس سے میل جول رکھنے میں دینی، مالی اور جانی نقصان کا اندیشہ نہ ہو، واللہ اعلم!

سوال: کیا اضطراری حالت میں جھوٹ بول سکتے ہیں؟

جواب: جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے، یہ بری خصلت ہے، جسے مؤمن اختیار نہیں کر سکتا، البتہ اضطراری صورت میں جھوٹ بولنا پڑے، تو اس پر گناہ نہیں، کیونکہ مجبور آدمی کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰی جَوَازِ الْکَذِبِ عِنْدَ الِاضْطِرَارِ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ اضطراری حالت میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔''

(فتح الباري : 300/5)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی عین یا غیر؟

❁ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) نے کہا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ الْمُتَقَدِّمِینَ مِنَ الْفَلَاسِفَةِ وَالشَّیْخِ أَبِي عَلِيٍّ ابْنِ سِیْنَا، وَالْفَارَابِيِّ، لَمْ یُنْکِرُوا صِفَاتِهٖ تَعَالٰی، بَلْ قَالُوا : إِنَّ عِلْمَهٗ حُصُولِيٌّ، إِلَّا أَنَّ الْمُتَأَخِّرِینَ مِنْهُمْ خَالَفُوهُمْ، وَقَالُوا بِالِاتِّحَادِ، وَأَمَّا أَهْلُ الْحَقِّ فَقَالُوا : إِنَّ صِفَاتِهٖ لَا عَیْنٌ وَلَا غَیْرٌ؛ أَيْ بِائِنٌ عَنْهُ، بَلْ حَالُهَا کَحَالِ الضَّوْءِ بِالنِّسْبَةِ إِلَی الشَّمْسِ .

''جان لیجئے کہ متقدمین فلاسفہ، شیخ ابو علی ابن سینا اور فارابی نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا (مطلق طور پر) انکار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حصولی ہے، ہاں متاخرین فلاسفہ نے متقدمین کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اللہ کی صفات اور ذات ایک ہی ہیں۔ جبکہ اہل حق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کی عین ہیں نہ اس کی غیر کہ جو اس سے جدا ہوں۔ بلکہ ذات باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ کی مثال سورج اور روشنی کی طرح ہے۔''

(الأمالي علی سنن أبي داود : 618/2)

جواب: علامہ کشمیری صاحب نے صفات کے حوالہ سے اہل حق کا مذہب ذکر کیا

ہے، یہ سراسر گمراہی ہے، اہل حق میں سے کسی نے یہ مذہب بیان نہیں کیا، ائمہ اہل سنت صفات باری تعالیٰ کو ایسے مانتے تھے، جیسے اس کے لیے ثابت ہیں، وہ صفات کو اللہ تعالیٰ کی عین یا غیر (یعنی بائن) نہیں کہتے تھے۔ یہ اہل کلام کا مذہب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی صفات کو سورج کی روشنی سے تشبیہ دینا بھی درست نہیں۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ان پر بغیر تحریف، تشبیہ، تمثیل، تکییف، تعطیل اور تفویض کے ایمان لایا جائے گا، نیز اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے لیے ایسے ثابت ہیں، جیسے اس کی شان وجلال کے لائق ومناسب ہے۔

سوال: مال کو ضائع کرنے کی ممانعت آئی ہے، کیا سارے مال کو محفوظ بنانے کے لیے معمولی مال کو ضائع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگرچہ مال کو ضائع کرنا ممنوع ہے، مگر بعض اوقات بڑے نقصان سے بچنے کے لیے معمولی نقصان اٹھانا پڑتا ہے، یہ جائز ہے، بلکہ عقل مندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کم مال کو ضائع کر کے زیادہ مال کو محفوظ کیا جائے۔ یہ ایک مکمل قاعدہ ہے، جس کے مطابق بہت سارے معاملات کو حل کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے قصہ میں بیان فرمایا:

......موسیٰ اور خضر علیہما السلام کشتی پر سوار ہوئے، دونوں نے چھوٹی چھوٹی کشتیاں دیکھی، جو لوگوں کو ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک پہنچاتی تھیں۔ کشتی والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا، کہنے لگے: اللہ کے نیک بندے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: یہ خضر علیہ السلام کے بارے کہا تھا، فرمایا: جی

ہاں۔ ہم ان سے کرایا نہیں لیں گے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر کے اس میں کیل داغ دیے، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا﴾ (الکہف: ۷۱) مجاہد کہتے ہیں: یہ بات موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی فعل پر نکیر کرتے ہوئے کہی تھی۔ اس پر خضر علیہ السلام نے کہا: آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے ساتھ رہنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے......۔“

(صحيح البخاري: 4726، صحيح مسلم: 2380)

دراصل سیدنا خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ اس لیے کیا، کیونکہ ظالم بادشاہ لوگوں کی کشتیاں ہتھیا رہا تھا، جب اس نے اس کشتی کو عیب دار دیکھا، تو اس کشتی کو چھوڑ دیا، یوں کشتی غصب ہونے سے محفوظ رہی، کیونکہ اسے پہلے سے ہی عیب دار کر دیا گیا تھا۔ اگر اس میں سوراخ نہ کیا جاتا، تو ظالم بادشاہ کشتی چھین لیتا اور ملاح کو ساری کشتی سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا۔

سوال: کیا سرخ لباس پہننا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ چوغہ پہنا ہے۔

(صحيح البخاري: 3551، صحيح مسلم: 2337)

سوال: کیا راوی کا عادل ہونا شرط ہے؟

جواب: راوی کے لیے عادل ہونا اولین شرط ہے، پورا دین عادل راویوں کا روایت کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محدثین عظام کو یہ صلاحیت بخشی تھی کہ راویان حدیث کی جانچ پڑتال کر لیتے تھے، ان میں عادل اور غیر عادل کو جدا جدا کر دیتے تھے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الدِّينَ لَمْ يُكَلِّفِ اللّٰهُ عِبَادَهُ أَخْذَهُ عَنْ كُلِّ مَنْ لَيْسَ بِعَدْلٍ

مَرضِيٍّ .

”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلّف نہیں ٹھہرایا کہ وہ ہر اس شخص سے دین حاصل کریں، جو عادل اور پسندیدہ نہ ہو۔“

(كتاب المَجروحين من المحدثين :1/29، 2/100)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنْهُمُ الْمُعْلِنُ بِالْفِسْقِ وَالسَّفَهِ وَإِنْ كَانَ صُدُوقًا فِي رِوَايَتِهٖ، لِأَنَّ الْفَاسِقَ لَا يَكُونُ بِعَدْلٍ، وَالْعَدْلُ لَا يَكُونُ مَجْرُوحًا، وَمَنْ خَرَجَ عَنْ حَدِّ الْعَدَالَةِ لَا يُعْتَمَدُ عَلٰى صِدْقِهٖ وَإِنْ صَدَقَ فِي شَيْءٍ بِعَيْنِهٖ فِي حَالَةٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ إِلَّا أَنْ يَظْهَرَ مِنْهُ ضِدُّ الْجَرْحِ، حَتّٰى يَكُونَ أَكْثَرُ أَحْوَالِهٖ طَاعَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَحِينَئِذٍ يُحْتَجُّ بِخَبَرِهٖ، فَأَمَّا قَبْلَ ظُهُورِ ذٰلِكَ عَنْهُ فَلَا .

”(ضعیف راویوں میں سے) بعض ایسے ہیں، جو فسق اور بیوقوفی کا اعلانیہ ارتکاب کرتے ہیں، اگرچہ وہ اپنی روایت میں سچے ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ فاسق آدمی عادل نہیں ہوتا اور عادل آدمی مجروح نہیں ہوتا، جو شخص عدالت کی حدود سے نکل جائے، اس کی سچائی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ وہ خاص شے میں اور کسی خاص حالت میں سچ بات کہے، الا یہ کہ اس میں جرح کے برعکس (عدالت) غالب ہو جائے اور اس کے بیشتر احوال اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے مطابق ہو جائیں، اس صورت میں اس کی حدیث سے حجت پکڑی جائے

گی، البتہ اس خیر کے غالب ہونے سے پہلے اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔“

(كتاب المَجروحين، مقدمة، ص 74)

سوال: اسلامی ناموں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بچوں کے اچھے اچھے نام رکھنے چاہییں۔ نبی کریم ﷺ ناموں سے فال لیتے تھے۔ نام کا شخصیت پر اثر ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں اسلامی ناموں پر مشتمل کتابیں لکھی گئیں ہیں، ہمارے مطابق یہ کوشش مستحسن نہیں ہے، اس سے ایک غلط رجحان پڑوان چڑھا ہے۔ وہ یوں کہ ایک لفظ اٹھایا اور اس کا معنی ذکر کر دیا، اسے بطور نام استعمال کر لیتے ہیں۔ لوگ انبیاء، صلحا اور صحابہ کے ناموں پر نام نہیں رکھتے۔ اب تو قرآن کریم کھولا جاتا ہے، آنکھیں بند کر کے کسی بھی لفظ پر انگلی رکھی جاتی ہے اور وہ لفظ بطور نام استعمال کر لیا جاتا ہے۔ افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ روافض اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی طرف ”عبد“ کی نسبت کر کے نام نہیں رکھتے۔ دیکھا دیکھی میں اہل سنت والجماعت بھی ناموں کے حوالہ سے غیر محتاط ہو گئے ہیں، آئے دن عجیب وغریب الفاظ کے معانی دریافت کرتے پھرتے ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف نسبت اور اضافت کر کے نام رکھے جائیں، یا نبیوں کے ناموں پر نام رکھے جائیں یا صحابہ اور اسلاف اُمت کے ناموں پر نام رکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، کسی بھی ثابت شدہ نام کی طرف ”عبد“ کی نسبت کر کے نام رکھا جا سکتا ہے، جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالکریم، وغیرہ۔ بعض نام اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں ہیں، جیسے ستار، ستیر اور رشید وغیرہ۔

یاد رہے کہ جب کوئی اسم کسی شخصیت کا نام بن جاتا ہے، تو اس کا حقیقی معنی سلب ہو

جاتا ہے۔جیسا کہ مسلم نام ہے، مسلم کا معنی اسلام والا۔اب مسلم لفظ کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے ،تو اس شخص میں اسلام ہو یا نہ ہو، وہ مسلم ہی کہلوائے گا، کیونکہ مسلم اس کا نام رکھ دیا گیا ہے،اس لفظ سے معنی (اسلام والا) سلب ہو چکا ہے۔دیگر ناموں کا بھی یہی معاملہ ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ .

”رات میرے ہاں بچے کی ولادت ہوئی، میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔“

(صحیح مسلم : 2315)

یہ وہ ناموں کا حسن ہے، جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے انسانوں کو عطا کیا۔

سوال: کیا دَم پر اُجرت لینا جائز ہے؟

جواب: دَم پر اجرت لینا جائز ہے۔مگر صد افسوس کہ اب دَم کو پیشہ بنا لیا گیا ہے، کئی پیشہ ور راقی موجود ہیں، جو لوگوں کے ایمان اور مال کے دشمن ہیں، ہر بیماری کو جادو اور نظر بند سے تعبیر کر دیتے ہیں اور کمزور ایمان عوام کو اپنا نشانہ بناتے ہیں، ان میں خوف پیدا کرتے ہیں، تا کہ وہ علاج کے لیے اسی کے پاس آئے۔

راقی جھوٹے ہوتے ہیں، الامن رحم ربی۔ایسے لوگوں کے پاس جانا، ان سے دَم کروانا، انہیں اپنے گھر بلوا کر دَم کروانا کسی خطرے سے خالی نہیں۔ یہ مسلمانوں میں توہم پرستی اور ضعف الاعتقادی عام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ پر توکل کمزور کر رہے ہیں اور غیر اللہ کا خوف و ہراس بڑھا رہے ہیں۔ بات بات پر جادو کی بات کرتے ہیں اور جادو کے توڑ کے لیے نامناسب حیلے کرتے ہیں۔ ہمارے مطابق یہ معاشرے کے لیے ناسور ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ نماز روزہ کی پابندی کریں، گھروں میں نوافل اور قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر اعمال صالحہ کا اہتمام کریں، صدقہ وخیرات کو معمول بنائیں۔ ذکر الٰہی سے قوت اور طاقت حاصل کریں۔ ضرورت پڑنے پر خود دَم کریں، یا گھر کے کسی فرد سے دَم کروالیں یا کسی صحیح العقیدہ اور صالح عالم سے دَم کروالیں، علما کی صحبت میں رہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت پر ہیشگی کریں، یوں آپ شیطانی وسوسوں سے بچ جائیں گے، طہارت وپاکیزگی اختیار کریں، دنیا کی محبت کو کم کریں اور آخرت کو یاد رکھیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن رکھیں۔ اپنے ظاہر اور باطن کی تطہیر کریں۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم سوال کرے کہ جنات کا وجود بتائیں، تو میں اسلام میں داخل ہو جاؤں گا، اسے کیسے قائل کیا جائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن وحدیث کے دلائل نازل کیے ہیں، ان میں ہر طرح کے دلائل موجود ہیں، غیر مسلموں پر یہی دلائل پیش کرنے چاہئیں، اگر وہ مان جائے، تو درست، ورنہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں، البتہ نصیحت اور دعوت جاری رکھنی چاہیے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے خچر پر سواری کی؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے خچر پر سواری کرنا ثابت ہے۔

(صحیح مسلم: 1059، 2867)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَا اجْتَمَعَ الْحَرَامُ وَالْحَلَالُ إِلَّا غَلَبَ الْحَرَامُ عَلَى الْحَلَالِ .

”جب بھی حرام اور حلال جمع ہوتا ہے، تو حرام شے حلال پر غالب آ جاتی ہے۔“

(مصنّف عبد الرّزّاق : 12772، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 13969)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① جابر جعفی ضعیف و متروک ہے۔

② شعبی کا سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

③ سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

④ عبد الرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”منقطع“ کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 13969، مَعرفة السّنن والآثار : 13878)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ مُنْقَطِعٌ .

”یہ روایت ضعیف اور منقطع ہے۔“

(الدّراية : 254/2)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(المَقاصد الحَسنة للسّخاوي، ص 574)

سوال: احناف مرسل اور منقطع روایت کو حجت مانتے ہیں، اس متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: حدیثیں محدثین کی ہیں، انہیں قبول یا رد کرنے کے اصول بھی محدثین سے

لیے جائیں گے۔ محدثین مرسل اور منقطع کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ محدثین کے اصولوں کے برخلاف کوئی اصول قابل قبول نہیں۔ یہ بہت بڑی جسارت ہے کہ محدثین کی سندوں کو پرکھنے کے لیے روافض کی طرح اپنے اصول وضع کر لیے جائیں۔

سوال: کیا کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا جائز ہے؟

جواب: کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا جائز ہے، نیز اس کی طرف پیٹھ کرنا بھی جائز ہے، یہ کعبہ کی توہین نہیں، بعض لوگ کعبہ کو پیٹھ نہیں کرتے اور الٹے پاؤں مطاف سے باہر نکلتے ہیں، ہمارے مطابق یہ محض تکلف ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے واقعہ میں فرمایا:

فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ .

”(ساتویں آسمان میں) میں نے ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ علیہ السلام بیت معمور کی طرف پیٹھ ٹکائے بیٹھے تھے۔“

(صحيح مسلم : 162)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلٰى جَوَازِ الْاِسْتِنَادِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَتَحْوِيلِ الظَّهْرِ إِلَيْهَا .

”اس حدیث سے استدلال لیا گیا ہے کہ قبلہ (خانہ کعبہ) کے ساتھ ٹیک لگانا اور اس کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے۔“

(إكمال المُعلم : 502/1)

سوال: کیا بے وضو شخص مسجد میں بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: مسجد میں ٹھہرنے کے لیے باوضو ہونا شرط نہیں، بے وضو بھی مسجد میں ٹھہر سکتا ہے، البتہ جس پر غسل فرض ہو، وہ مسجد میں نہ ٹھہرے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ الْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمُحْدِثِ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ بے وضو شخص کا مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔''

(شرح مسلم : 192/3)

سوال: کیا مسجد میں وضو کیا جا سکتا ہے۔

جواب: مسجد میں وضو کرنا جائز ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسجد میں وضو کرنا ثابت ہے۔

(صحیح مسلم : 352)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ عُلَمَاءِ النَّاسِ يُبِيحُ الْوُضُوءَ فِي الْمَسْجِدِ.

''جن اہل علم سے ہم نے علم کو محفوظ کیا ہے، وہ سبھی مسجد میں وضو کو جائز قرار دیتے ہیں۔''

(الأوسط : 139/5، شرح مسلم للنّووي : 44/4)

سوال: کیا میاں بیوی ایک ساتھ غسل کر سکتے ہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں، احادیث سے ثابت ہے۔

❀ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ اغْتِسَالِ الرَّجُلِ وَحَلِيلَتِهٖ وَوُضُوئِهِمَا مَعًا مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ میاں بیوی کے لیے ایک ہی برتن میں ایک ساتھ غسل اور وضو کرنا جائز ہے۔''

(المُفهم :583/1)

سوال: کیا سواری پر نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: سواری پر نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں، خواہ سفر میں ہو یا نہ ہو۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے لیے اُمی کا معنی ''اَن پڑھ'' کرنا کیسا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ اُمی تھے اور آخری دم تک اُمی ہی رہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا مستمر معجزہ ہے اور قرآن کریم کی حقانیت کی بڑی دلیل ہے۔ اس پر قرآن وحدیث اور اجماع اُمت کے متواتر دلائل موجود ہیں۔ اُمی کا معنی ہے: جو لکھ پڑھ نہ سکتا ہو۔

اگر ''اَن پڑھ'' کا معنی ''جاہل'' مراد لیا، تو اس معنی میں کسی نبی کو ''اَن پڑھ'' نہیں کہا جا سکتا ہے، یہ صریح توہین ہے۔ اگر کوئی نبی کریم ﷺ یا کسی بھی نبی کے لیے اس معنی میں ''اَن پڑھ'' کا لفظ بولے، تو یہ صراح وبواح کفر ہے، ایسا شخص گستاخ ہے اور مرتد کافر ہے، کیونکہ اس میں نبی کی توہین ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء اپنی اُمتوں میں سب سے بڑے عالم تھے، ہمارے نبی کریم ﷺ ''اعلم الناس'' ہیں۔ اگر کوئی کسی نبی یا اُمتی کا علم ہمارے نبی محمد ﷺ سے فائق سمجھے، وہ بھی کافر ہے۔

لیکن اگر کوئی ''اَن پڑھ'' سے مراد یہ لے کہ جو پڑھ لکھ نہ سکتا ہو اور اس معنی میں نبی کریم ﷺ پر ''اَن پڑھ'' کا استعمال کرلے، تو یہ توہین نہیں، البتہ نبی کریم ﷺ کے لیے کبھی

ایسا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے، جس میں توہین کا احتمال ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اگر کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کے لیے ''اَن پڑھ'' کا لفظ بول دے، تو جھٹ سے اسے گستاخ قرار دے دینا علم و عقل کے خلاف ہے اور بے جا تشدد ہے، خاص طور پر جب وہ مسلمان نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والا ہو اور اس کی زندگی اتباع رسول سے عبارت ہو اور وہ ''اَن پڑھ'' کا معنی یہ سمجھتا ہو کہ نبی کریم ﷺ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے۔ پڑھ لکھ نہ سکنے سے جہالت لازم نہیں آتی، کتنے اصحاب علم ہیں، جو پڑھ لکھ نہیں سکتے۔

انبیائے کرام علیہم السلام وحی الٰہی کے عالم تھے، انہیں بذریعہ وحی علم سکھایا جاتا تھا، وہ دنیا میں کسی سے علم نہیں سیکھتے تھے، اس مفہوم میں ان پر اُمی بمعنی ''اَن پڑھ'' کا لفظ بول دیا جائے، تو یہ توہین نہیں۔

یاد رہے یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کا استاذ اللہ تعالیٰ ہے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں، قطعاً درست نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ بعد از بعثت لکھنے پڑھنے جان گئے تھے؟

❁ مفتی احمد یار خاں نعیمی بریلوی صاحب (۱۹۷۱ء) سورت عنکبوت (۴۸) کے تحت لکھتے ہیں:

> ''نبوت سے پہلے آپ (ﷺ) پڑھتے لکھتے نہ تھے، بعد نبوت رب تعالیٰ نے دونوں علم آپ کو عطا فرمائے، پڑھنا بھی اور لکھنا بھی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص641)

جواب: نبی کریم ﷺ بعثت سے پہلے بھی اُمی تھے اور بعد از بعثت بھی اُمی رہے، یہ آپ ﷺ کا معجزہ دائمہ تھا، اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے

بعد آپ ﷺ کو لکھنے پڑھنے کا علم عطا فرما دیا تھا، بے دلیل ہے۔

سوال: مال واولاد کی کثرت کی دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: مال واولاد کی کثرت کی دعا کرنا جائز ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ، وَبَارِكْ لَهٗ فِيهِ .

''اللہ! انس کو مال واولاد کی کثرت عطا فرما اور ان میں برکت دے۔''

(صحيح مسلم : 660)

سوال: کیا کافر رشتہ دار کی قبر پر جانا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں، جائز ہے، مگر اس کے لیے دعائے مغفرت ورحمت نہ کی جائے۔ قبروں کی زیارت کا بڑا مقصد عبرت حاصل کرنا ہے، یہ مقصد کافر کی قبر کی زیارت سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔

❁ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما دوران خطبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَغْفِرَهٗ، إِلَّا الرَّجُلُ يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ مُتَعَمِّدًا، أَوِ الرَّجُلُ يَمُوتُ كَافِرًا .

''ہر گناہ کی معافی کی اُمید ہے، سوائے اس شخص کے گناہ کے، جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا، دوسرا وہ شخص جو حالت کفر میں مر گیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/99، سنن النّسائي : 3984، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۸۰۳۱) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ **امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ وَضِيءٌ .

''یہ سند حسن اور بے عیب ہے۔''

(الدّیات، ص 7)

❁ **سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّغْفِرَهٗ، إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا، أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا .

''اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف کردے، سوائے اس شخص کے گناہ کے جو حالت شرک میں مر گیا یا وہ شخص جس نے کسی (بے گناہ) مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا۔''

(سنن أبي داود: 4270، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۹۸۰) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۸۰۳۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ مشرک اور کافر کی معافی نہیں، جب ان کے معافی ہی نہیں، تو ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا بے سود ہے، اس پر طرہ یہ کہ مشرک و کافر کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

سوال: کیا معتکف اذان کہہ سکتا ہے؟

جواب: اذان عمل خیر اور ذکر ہے، جو معتکف کے حق میں بھی مشروع و مستحب ہے،

لہٰذا معتکف اذان کہہ سکتا ہے۔

سوال: جس کی کمائی سودی ہو، اس سے تحفہ وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، حرام کا گناہ سودی پر ہے۔

سوال: جن عیسائیوں کا کاروبار سودی ہے، ان سے مل کر کاروبار کرنا کیسا ہے؟

جواب: سودی کے ساتھ کاروبار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جس کاروبار میں آپ مشارکت کر رہے ہیں، اس میں سودی معاملہ نہ ہو۔

سوال: کیا کوئی شخص اولاد کی موجودگی میں اپنا تمام مال کسی دوست کو ہبہ کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اپنے مال میں تصرف کا مکمل حق رکھتا ہے، خواہ وہ اپنے مال کو بچا کر رکھے یا استعمال کر لے یا کسی کو ہبہ کر دے۔

جن احادیث میں زیادہ سے زیادہ ثلث مال کی وصیت کا ذکر ہے، ان کا تعلق مرنے کے بعد ہے یا قریب الموت کے ساتھ ہے، ورنہ وہ زندگی میں تمام مال بھی ہبہ کر سکتا ہے۔

سوال: کیا زیادہ مال اکٹھا کرنا جائز ہے؟

جواب: حلال اور جائز طریقہ سے زیادہ مال اکٹھا کیا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر اس میں مقاصد اچھے ہوں، تو زیادہ مال اکٹھا کرنا مستحب ہے، تاکہ وہ دین اور اہل دین پر بے دریغ خرچ کرے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فی نفسہ مال کی کثرت نہ مذموم ہے نہ ممدوح، اس کا ممدوح یا مذموم ہونا حصول کے طریقہ ہائے کار اور حصول کے مقاصد سے طے ہوتا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ہجرت کیا ہے؟

جواب: دار کفر سے دار اسلام کی طرف منتقل ہونا ہجرت کہلاتا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص بلاد کفار میں سے کسی میں رہائش پذیر ہے، اس کے لیے وہاں اس کے دین کو خطرہ ہے، یا اسے دین کی بنیاد پر ایذا پہنچائی جاتی ہے، تو وہ اس ریاست سے کسی مسلمان ریاست کی طرف نقل مکانی کر لے گا، تاکہ وہاں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکے۔ اسی نقل مکانی کو ہجرت کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ شرعی اصطلاح میں صرف نقل مکانی کرنے کو ہجرت نہیں کہتے، بلکہ یہ وہ نقل مکانی ہے، جس میں دار کفر کو چھوڑ کر دار اسلام میں منتقل ہوا جاتا ہے۔

سوال: کیا یہودی ریاست کو دار کفر کہتے ہیں؟

جواب: اسلامی ریاست کے علاوہ کسی بھی ریاست کو دار کفر ہی کہتے ہیں، خواہ وہ یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا مجوسی وغیرہ۔

سوال: کیا دار کفر سے ہجرت کرنا لازم ہے؟

جواب: اگر دار کفر میں اسلام کا اظہار کرنے اور اسلام کے بنیادی اعمال ادا کرنے پر پابندی ہو، تو ایسی کافر ریاست سے ہجرت کرنا لازم ہے، البتہ اگر وہاں کھلے عام اسلام کا اظہار کرنے کی اجازت ہے، تو وہ وہاں سے ہجرت کرنا ضروری نہیں، اس صورت میں وہاں

سے ہجرت کرنے کا حکم الگ ہے، بسا اوقات وہاں سے ہجرت کرنا مستحب ہے، کئی دفعہ ہجرت نہ کرنا بھی بہتر ہوسکتا ہے، کیونکہ جب آپ کو کھلے عام اسلام کا اظہار کرنے کی اجازت ہے اور وہاں دعوت و تبلیغ کی بھی اجازت ہے، تو بہت قریب ہے کہ لوگ آپ کی دعوت پر مسلمان ہو جائیں۔ یہ بات وہاں کے باشندے بہتر طور پر جانتے ہیں۔

سوال: بلاد کفار میں دعوت و تبلیغ کے لیے جانا کیسا ہے؟

جواب: اگر بلاد کفار میں دعوت و تبلیغ کا کوئی مؤثر موقع موجود ہو، تو وہاں ضرور جانا چاہیے، یہ شرعی مصلحت ہے۔ ضروری ہے کہ اچھے داعیان کا انتخاب کیا جائے، جو وہاں کی زبان پر بھی عبور رکھتے ہوں اور اسلامی عقائد و تعلیمات سے بھی بخوبی آشنا ہوں۔ سب سے پہلے انہیں توحید باری تعالیٰ کی دعوت دیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں واضح کریں، اگر وہ مان جائیں، تو دیگر اعمال کی دعوت دیں۔ توحید کی دعوت مقدم ہے۔

سوال: کیا قرب قیامت کعبہ پر حملہ کیا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، قیامت کے قریب شر پسندوں کی بڑی جماعت کعبہ پر حملہ آور ہو گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ، يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ : يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ.

”ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کے لیے آئے گا، جب وہ مقام بیداء پر پہنچے گا، تو ان

کے پہلے اور بعد والے زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں : میں نے عرض کیا : اللہ کے رسول ! ان کے سارے کے سارے کیونکر دھنسا دیے جائیں گے، جبکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے، جو بازاروں میں لین دین کر رہے ہوں گے اور ان چڑھائی کرنے والوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا ؟ فرمایا : اللہ تعالیٰ سب کو دھنسا دے گا، پھر (روز قیامت) ہر ایک کو اس کی نیت (عقیدہ) کے مطابق اٹھائے گا۔“

(صحیح البخاري : 2118، صحیح مسلم : 2884)

سوال : جہاد کب ہوتا ہے؟

جواب : درج ذیل صورتوں میں جہاد ہوتا ہے؛

① جب ریاست اسلامیہ کا امیر اہل علم کی راہنمائی میں جہاد کا حکم دے، تو بقدر استطاعت نکلا جائے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا .

”جب آپ کو (جہاد کے لیے) نکلنے کو کہا جائے، تو نکل پڑیں۔“

(صحیح البخاري : 2783، صحیح مسلم : 1353)

② جب دشمن ریاست میں داخل ہو جائیں اور ریاست کا محاصرہ کر لیں، تو اس صورت میں بھی جہاد ہے، کیونکہ یہ دفاعی قتال ہے، جو ہر ایک پر حسب استطاعت فرض ہے۔

③ جب مسلمانوں اور کفار کی صفیں قائم ہو جائیں، تو وہاں موجود ہر شخص پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، اس کے لیے وہاں سے پیچھے ہٹنا جائز نہیں۔

④ اگر کوئی جدید اسلحہ خاص افراد ہی چلا سکتے ہیں، تو اس صورت میں ان تمام افراد پر جہاد فرض ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ جہاد کی بنیاد کلمہ توحید اور کلمہ شرک ہونی چاہیے، دو مسلم ریاستوں کا باہم قتال شرعی جہاد نہیں۔

سوال: ایک شخص گروپ کے ساتھ عمرہ پر گیا، مگر احرام باندھتے وقت لَبَّیْكَ حَجًّا کہتا رہا، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس شخص نے جہالت یا نادانی میں حج کا تلبیہ کہہ دیا ہے، وہ عمرہ ادا کرے، اس کا عمرہ درست ہے، اس کی نیت کا اعتبار ہو گا۔

سوال: کیا کوئی شخص اپنے غریب ملازم کو تنخواہ میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

جواب: ملازم کو تنخواہ اپنے اصل مال سے ادا کی جائے، زکوٰۃ کی رقم ملازموں کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں، البتہ تنخواہ سے زائد رقم میں زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ مثلاً: ملازم کی تنخواہ پندرہ ہزار ہے، تو وہ پانچ ہزار بڑھا کر بیس ہزار دے دے اور کہے کہ اس بار آپ کو میری طرف سے پانچ ہزار ہدیہ یا تحفہ یا کچھ بھی کہہ دے (اگر وہ زکوٰۃ کا نہیں بتانا چاہتا)۔ بشرطیکہ وہ ملازم زکوٰۃ کا مستحق ہو، مؤحد ہو اور متشرع ہو۔

سوال: کیا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا مرض الموت میں صدقہ کرنا مفید ہے؟

جواب: مرض موت میں بھی صدقہ کرنا باعث اجر ہے، مگر اس حالت میں زیادہ سے زیادہ تہائی مال کا صدقہ کیا جا سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں، البتہ مرض موت کے علاوہ

انسان اپنے مال میں مکمل تصرف کا اختیار رکھتا ہے، وہ سارا مال بھی صدقہ کر سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص مال صدقہ کرنا چاہتا ہے، وہ کہاں خرچ کرے؟

جواب: اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی توفیق اور استطاعت دی ہے، تو بہتر ہے کہ وہ حق پرست عالم سے مشاورت کرے، جو بہتر جانتا ہو کہ مال خرچ کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت کہاں ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم مال کا کیا کریں؟

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مکہ میں اس قدر بیمار ہوا کہ قریب الموت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! عرض کیا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہو سکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو آسودہ حال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري: 6373، صحيح مسلم: 1628، المنتقى لابن الجارود: 947)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: عِنْدِي دِينَارٌ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ، قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِكَ، قَالَ:

عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ : تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِكَ، قَالَ : عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ : تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى خَادِمِكَ، قَالَ : عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ : أَنْتَ أَبْصَرُ .

''نبی کریم ﷺ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی، تو ایک شخص نے عرض کیا: میرے پاس ایک دینار ہے، فرمایا: اسے اپنی ذات پر صدقہ (خرچ) کرلیں، عرض کیا: میرے پاس ایک دینار اور ہے، فرمایا: اسے اپنی بیوی پر صدقہ (خرچ) کردیں، عرض کیا: میرے پاس مزید ایک دینار ہے، فرمایا: وہ اپنی اولاد پر صدقہ (خرچ) کردیں، عرض کیا: میرے پاس ایک اور بھی دینار ہے، فرمایا: وہ اپنے خادم پر صدقہ (خرچ) کردیں، عرض کیا: اور بھی دینار ہے، فرمایا: اس کے متعلق آپ بہتر جانتے ہیں (یعنی پھر جس پر مناسب سمجھیں، اس پر صدقہ کردیں)۔''

(مسند الإمام أحمد : 471/2، سنن أبي داود : 1691، سنن النّسائي : 2535، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۳۳۷، ۴۲۳۳، ۴۲۳۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۵۱۴) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مال پیش کیا کہ اسے کہاں خرچ کیا جائے؟

عوام الناس کو چاہیے کہ وہ مال خرچ کرنے میں اپنی مرضیاں نہ کریں، بلکہ علمائے حق

کی نگرانی میں خرچ کریں، وہ بہتر جانتے ہیں کہ اس وقت مال خرچ کرنے کی سب سے بہتر جگہ کیا ہے، یوں آپ کا مال دین کے لیے مفید سے مفید تر ہو جائے گا۔

سوال: ایک شخص کا کوئی وارث نہیں، کیا وہ اپنا سارا مال کسی مسجد یا مدرسہ کے لیے وقف کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کر سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تہائی مال کی وصیت اس صورت میں ہے، جب اس کا وارث موجود ہو، لیکن جب اس کا کوئی وارث یا قریبی و بعیدی رشتہ دار نہ ہو، جو عصبہ کی صورت میں وارث بن سکتا ہو، تو اس صورت میں وہ سارے مال کی وصیت کر سکتا ہے۔

سوال: توبہ کی کتنی شروط ہیں؟

جواب: توبہ کی قبولیت کے لیے تین بنیادی شروط ہیں؛

١ گناہ سے باز آ جائے۔

٢ گناہ پر ندامت کا اظہار کرے۔

٣ آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرے۔

اگر مذکورہ شروط میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی، تو توبہ معتبر نہیں۔

لیکن اگر گناہ کا تعلق بندوں کے حقوق کے ساتھ ہے، تو چوتھی شرط اس حق کی ادائیگی بھی ہے۔ مثلاً چوری کی توبہ کے لیے مذکورہ تین شروط کے ساتھ ساتھ چوری کا مال اس کے اصل مالک تک لوٹانا بھی ضروری ہے، الا کہ مالک اپنا حق خود معاف کر دے۔

اگر مذکورہ شروط کے ساتھ ساتھ استغفار کرے اور کوئی نیکی کر لے، تو یہ توبہ مزید پختہ ہو جائے گی۔

سوال: ہمارے علاقہ میں خطرناک وبا ہے، اس کے لیے کیا اقدامات کیے جائیں؟

جواب: وباء کی نوعیت اور اس کے سدباب کے لیے کیا اسباب اختیار کیے جائیں؟ یہ چیزیں ماہرین طب ہی بتا سکتے ہیں، البتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ رب تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں، اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کریں، کیونکہ شرک و بدعت اور بداعمالیوں کی سزا مختلف وباؤں کی صورت میں بھی آ سکتی ہے۔ اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کریں۔ بکثرت استغفار کریں اور خیر و بھلائی کی دعائیں کریں۔ اجتماعی توبہ بھی ضروری ہے، وباؤں کی بڑی وجہ فحاشی و عریانی ہوتی ہے، کاش کہ مسلمان سمجھ پائیں!

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِنِ ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَنَزَلَ فِيكُمْ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ؛ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يَعْمَلُوا بِهَا إِلَّا ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمْ ....

”مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں، جب آپ کو ان کے ساتھ آزمایا جائے، اور آپ کے درمیان وہ پانچ چیزیں اتر آئیں، تو میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کا شکار ہوں؛ ① جس قوم میں بھی فحاشی عام ہو گی، یہاں تک کہ لوگ اس فحاشی کا ارتکاب کرنے لگ جائیں، تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہو جائیں گے، جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ گزری ہوں گی ......۔“

(المُستدرك للحاكم : 4/540، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ ، فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي ...... وَلَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ .

''امابعد! اے لوگو! مجھے تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے، جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کروں، تو میری مدد کرنا اور اگر غلط جاؤں، تو مجھے درست کر دینا۔ ......جس قوم میں فحاشی عام ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے......۔''

(سيرة ابن هشام : 4/318، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(البداية والنّهاية : 9/415)

جس علاقہ میں وبائیں پھیل جائیں، وہاں کے باشندے اللہ تعالیٰ سے نجات کی دعا کریں، جس طرح مدینہ وبائی علاقہ تھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے خوشگوار ہونے کی دعا کی، جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ، وَبِلَالٌ ...... قَالَ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلٰى أَرْضِ الْوَبَاءِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ

حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ، قَالَتْ: وَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللّٰهِ.

”جب رسول اللہ ﷺ (ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے، تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سخت بخار ہو گیا۔...... بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ! تو شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور اُمیہ بن خلف پر لعنت فرما، انھوں نے ہمیں ہمارے وطن (مکہ) سے وبائی علاقہ (مدینہ) کی طرف نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ! جس طرح ہمیں مکہ محبوب تھا، اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ ہمارے لیے مدینہ محبوب بنا دے، اللہ! ہمارے صاع اور مُد میں برکت فرما، مدینہ کو ہمارے موافق کر دے، اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم مدینہ آئے، تو اس وقت مدینہ سب سے زیادہ وبائی علاقہ تھا۔“

(صحیح البخاري: 1889، صحیح مسلم: 1376)

سوال: میرا کافر رشتہ دار ہے، وہ مجھے کہتا ہے کہ میرے کاروبار کے لیے دعا کرنا، کیا میں اپنے کافر رشتہ دار کے کاروبار میں کامیابی کی دعا کر سکتا ہے؟

جواب: کافر کے لیے دنیوی اُمور کی کامیابی کی دعا کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ معاند کافر نہ ہو اور مسلمانوں کے خلاف مال خرچ نہ کرتا ہو، آپ کو چاہیے کہ اپنے کافر رشتہ دار کے لیے ہدایت کی دعا بھی کرتے رہیں اور اسے اسلام کی دعوت بھی دیتے رہیں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ”فرح“ ثابت ہے؟

جواب: جی ہاں، اللہ تعالیٰ کے لیے صفت فرح ثابت ہے، اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ ....

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے......۔''

(صحيح البخاري : 6308، صحيح مسلم : 2744)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے صفت فرح کا اثبات کیا گیا ہے۔

(صحيح البخاري : 6309، صحيح مسلم : 2747)

سوال: کیا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ایک شخص غریب اور نادار ہے، وہ ہر جمعہ دس روپے مسجد میں دیتا ہے، بعض لوگ اس کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے دس روپے کے لیے سیکیورٹی گارڈ رکھنا پڑے گا۔ اس رویے پر کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنا مکلّف بنایا ہے، اسی کے اعتبار سے حساب لے گا، نیز اللہ تعالیٰ کسی کے مال کی کثرت نہیں دیکھتا، بلکہ اس کے اخلاص اور للّٰہیت کو دیکھتا ہے۔ کتنے لوگ ہیں، جو ریا کاری کے لیے لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں، انہیں ان لاکھوں کا کوئی فائدہ نہیں، اس کے برعکس ایک شخص ایک روپیہ اخلاص کے ساتھ خرچ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے تہامہ کے پہاڑوں برابر بنا دے گا، وہی ایک روپیہ اس کی نجات کا ذریعہ بن

سکتا ہے۔لہٰذا صدقہ کی قبولیت میں کثرت شرط ہی نہیں ہے، بلکہ اخلاص شرط ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ.

”بلا شبہ اللہ تعالیٰ آپ کی شکل وصورت اور مال کو نہیں دیکھتا، بلکہ آپ کے دل (کے اخلاص) اور عمل کو دیکھتا ہے۔“

(صحيح مسلم : 2564)

مذکورہ صورت میں جس شخص کے دس روپے کا مذاق اڑایا جاتا ہے، بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہی دس روپے ذریعہ نجات بنا دے۔کسی کی چھوٹی بڑی کسی بھی نیکی کا مذاق اڑانا منافقین کا کام ہے،وہ بھی نادار مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(التوبة : ٧٩)

”جو لوگ دل کھول کر صدقہ کرنے والے مومنوں پر اور ان پر جن کے پاس اپنی مزدوری کے سوا کچھ نہیں، طعن کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کے لئے تکلیف دہ عذاب تیار ہے۔“

اس آیت کے شان نزول میں درج ذیل حدیث ملاحظہ کریں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ، فَجَاءَ أَبُو عَقِيلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ، وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِأَكْثَرَ مِنْهُ، فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ : إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا، وَمَا فَعَلَ هٰذَا الْآخَرُ إِلَّا رِئَاءً، فَنَزَلَتْ : ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ، وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾(التوبة : ٧٩) الآيَةَ .

''جب ہمیں صدقہ کا حکم دیا گیا، تو اس وقت ہم مزدوری کے لیے بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابوعقیل رضی اللہ عنہ نصف صاع بطور صدقہ لے کر آئے اور ایک صحابی نے زیادہ مال صدقہ کیا، تو منافقین کہنے لگے: اس (ابوعقیل رضی اللہ عنہ) کے (اتنے تھوڑے) صدقہ کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں، باقی دوسرے آدمی نے صرف اور صرف ریا کاری کے لیے صدقہ کیا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ ......﴾(التوبة : ٧٩)

''جو لوگ دل کھول کر صدقہ کرنے والے مومنوں پر اور ان پر جن کے پاس اپنی مزدوری کے سوا کچھ نہیں، طعن کرتے ......۔''

(صحيح البخاري : 4668، صحيح مسلم : 1018)

معلوم ہوا کہ کسی کے معمولی صدقہ پر طعن کرنا اور مذاق اڑانا منافقین کا کام تھا، لہٰذا مسلمانوں کو اپنے اعمال پر توجہ دینی چاہیے، جو کام اللہ کا ہے، اسے اللہ کے سپرد کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ کے ہاں کون بہتر ہے اور کون نہیں؟ اس کا علم ہمیں نہیں ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا اَنْفُسَكُمْ ...... وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

(الحجرات : ١١)

''مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، نہ عورتیں عورتوں سے، ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں، اپنے بھائی پر عیب نہ لگاؤ...... جو توبہ نہ کریں، وہ ظالم ہیں۔''

سوال: میرا جگری یار مرتد ہو گیا، میرے لیے اس کے ساتھ بائیکاٹ کرنا بہت مشکل ہے، کیا میرے لیے کوئی رخصت ہے؟

جواب: جس کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے اور وہ توبہ ورجوع نہ کرے، تو اس سے مکمل بائیکاٹ کرنا ضروری ہے۔ یہ دینی تقاضا ہے، ہمارے لیے سب سے بڑا تعلق اسلام ہے، اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

لہٰذا آپ اپنے جگری یار سے الگ ہو جائیں، اسے شرعی تقاضا سمجھیں، ہماری محبت سب سے پہلے اسلام اور اہل اسلام کے لیے ہونی چاہیے، اس کے بعد دنیاوی تعلقات آتے ہیں۔

سوال: شادی شدہ زانی کو رجم ہی کیوں کیا جاتا ہے، قتل کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب: شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے، اس کی حکمت اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس کا ہر حکم مبنی بر حکمت ہے، ہمارے ذمہ تسلیم کرنا ہے۔

سوال: مسلمان نے کافر کا مال چوری کیا، کیا روز قیامت اس کا بھی حساب ہوگا؟

جواب: مسلمان کے گھر کی چوری کی طرح کافر کی چوری بھی حرام اور ناجائز ہے۔ ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے، تو روز قیامت اس جرم کا بھی دَین دار ہوگا، اگرچہ چوری کافر کے گھر ہی کی کیوں نہ ہو۔ قرآن و حدیث کے عمومی دلائل اور اجماع اُمت اس پر دلالت کناں ہیں۔

سوال: نماز کے نور ہونے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: نماز کو نور قرار دیا گیا ہے۔

❁ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃُ نُورٌ . ”نماز نور ہے۔“

(صحیح مسلم: 223)

نماز گناہوں، بے حیائی اور منکرات سے روکتی ہے اور ہدایت اور درستی کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ جس طرح روشنی میں انسان اندھیروں کی ہولناکیوں سے محفوظ رہتا ہے اور راہنمائی پاتا ہے، اسی طرح نماز گناہوں کی تباہی سے بچاتی ہے۔

نماز انسان کے لیے دل اور چہرے کو روشن کرتی ہے، اس کی قبر و حشر کو روشن کرنے کا باعث بنے گی۔ دل کے روشن ہونے سے انسان کے لیے معرفت الٰہی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، الخ۔

قبر و حشر میں بھی نماز روشنی کا باعث بنے گی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُورًا، وَبُرْهَانًا، وَنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ

لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ، وَلَا بُرْهَانٌ، وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ، وَفِرْعَوْنَ، وَهَامَانَ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ .

''جس نے پانچ نمازوں پر محافظت کی، تو روز قیامت یہ نمازیں اس کے لیے نور، برہان اور نجات بن جائیں گی، جس نے ان پر محافظت نہ کی، تو اس کے نور، برہان اور نجات میں سے کچھ نہ ہوگا اور وہ روز قیامت قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 6576، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۴۶۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو'جید' کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب :217/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَنَدُهٗ جَيِّدٌ .

''اس کی سند جید ہے۔''

(تنقيح التّحقيق :300/1)

سوال: نبی کریم ﷺ پر موت کی سختیاں کیوں طاری ہوئیں؟

جواب: موت کے وقت سختیاں اللہ کا عذاب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو صبر کی توفیق دیتا ہے اور اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے، نبی کریم ﷺ پر موت کی سختیاں آئیں، آپ ﷺ نے ان پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے درجات مزید بلند کر دیے۔

سوال: ایک عورت کا بیٹا بیمار تھا، اس نے نذر مانی کہ اگر میرا بیٹا تندرست ہو گیا، تو میں پوری زندگی روزے رکھوں گی، اب کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ منت پوری کرے، زندگی بھر کے روزے رکھے، اگر اس میں استطاعت نہیں ہے، تو نذر توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

سوال: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرے، مگر نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائے، کیا وہ جنت میں جا سکتا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس کا آخری رسول مانا جائے۔ جو نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لایا، وہ مؤمن نہیں ہو سکتا، جنت میں صرف مؤمن جائیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی نبی کریم ﷺ پر ایمان کا دعویٰ رکھتا ہے، مگر آپ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا، تو وہ بھی کافر و مرتد ہے، کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا ہی نہیں۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بشر مانا جائے، نیز آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول مانا جائے۔ اس پر قرآن و حدیث اور اجماع اُمت کے دلائل ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، مگر محمد کریم ﷺ پر ایمان نہیں لایا، تو مؤمن نہیں، کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا یہ مطلب بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لایا جائے۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ أَنَّ مَنْ بَلَغَتْهُ رِسَالَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُؤْمِنْ بِهِ فَهُوَ كَافِرٌ .

”کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ جسے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی

خبر پہنچی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لایا، تو وہ کافر ہے۔‘‘

(مَجموع الفتاویٰ : 496/12)

سوال: کیا گھر کے باہر پہرے دار رکھنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، حفاظت کے لیے اسباب اختیار کرنے میں حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے۔ یہ توکل کے خلاف نہیں۔

سوال: کیا قبر پر جا کر رونا حرام ہے؟

جواب: قبر پر صبر کے ساتھ رونا حرام نہیں۔ جزع فزع اور واویلہ حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر گئے، تو رونے لگے، صحابہ بھی دیکھ کر رونے لگے۔

سوال: اعلانیہ فاسق اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے؟

جواب: اعلانیہ فاسق کے لیے اذان اور اقامت کہنا مناسب نہیں۔ اذان اور اقامت کے لیے عادل ہونا ضروری ہے، جس طرح بعض داڑھی منڈے اور سگریٹ نوشی کرنے والے اذان کہہ دیتے ہیں، انہیں روکنا چاہیے۔

سوال: کیا جن انسان کے ساتھ مخاطب ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، ہو سکتا ہے۔

سوال: جو شخص یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ نے فلاں فلاں موقع پر تقسیم میں عدل نہیں کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ مرتد کافر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ہستی پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ نے جو کیا، جو فرمایا، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کیا اور فرمایا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

خَيْرُ الْأَسْمَاءِ مَا حُمِّدَ وَمَا عُبِّدَ .

''بہترین نام وہ ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف حمد یا عبد کی اضافت ہو۔''

جواب: بے اصل ہے۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ . ''میں اس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکا۔''

(الدّرر المُنتثرة، ص 115)

❁ ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمَّيْتُمْ فَعَبِّدُوا .

''جب نام رکھیں، تو اللہ کے نام کی طرف عبد کی نسبت کر کے نام رکھیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 179/20)

سند باطل ہے۔

① ابواُمیہ اسماعیل بن یعلی ثقفی متروک ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَلَمْ يَثْبُتْ تَوْثِيقُهُ عَنْ أَحَدٍ .

''ضعیف ہے، کسی سے اس کی توثیق ثابت نہیں۔''

(نتائج الأفكار : 33/2)

② عبدالملک بن ابی زہیر مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/ ۹۹'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء : 998/2)

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مَعرفة الصّحابة لأبي نعيم : 3080)

سند باطل ہے۔

① ابو بحر عمرو بن حمدان عتکی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② شیخ نامعلوم ہے۔

③ عبد الملک بن ابی زہیر مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/ ۹۹'' میں ذکر کیا ہے۔

ثابت ہوا کہ ابو اُمیہ کی متابعت مفید نہیں۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا تُعُبِّدَ بِهٖ .

''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب نام وہ ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف عبد کی نسبت کی گئی ہو۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 73/10، المُعجم الأوسط : 694)

سند باطل ہے۔

① محمد بن محصن عکاشی متروک و کذاب ہے۔

② سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

③ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۵۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل احادیث میں تعارض کا کیا حل ہے؟

❀ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ .

''جب آپ پئیں، تو برتن میں سانس مت لیں۔''

(صحيح البخاري : 153، صحيح مسلم : 267)

اس حدیث کے مطابق برتن میں سانس لینا ممنوع ہے، جبکہ دوسری حدیث میں سانس لینے کا ذکر ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین سانس لیتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 5631، صحيح مسلم : 2028، واللّفظ لهٗ)

تطبیق کی کیا صورت ہے؟

جواب: دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ پہلی حدیث کا تعلق برتن میں سانس لینے سے ہے، لہٰذا برتن میں سانس لینا ممنوع ہے، جبکہ دوسری حدیث کا تعلق تین سانس

سے پینے کے ساتھ ہے، یعنی برتن کے باہر سانس لینا مراد ہے۔

لہٰذا جب کوئی شے پی جائے، تو پیتے پیتے برتن کے اندر سانس لینا ممنوع ہے، جبکہ پیتے ہوئے برتن کے باہر تین بار سانس لینے چاہئیں۔ حدیث کے دوسرے الفاظ سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا .

''رسول اللہ ﷺ پینے کے دوران (برتن سے باہر) تین سانس لیتے تھے۔''

(صحیح مسلم : 2028)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ فِي أَثْنَاءِ شُرْبِهٖ مِنَ الْإِنَاءِ أَوْ فِي أَثْنَاءِ شُرْبِهِ الشَّرَابَ .

''اس حدیث کا معنی ہے کہ برتن سے پینے کے دوران یا مشروب کو پینے کے دوران (تین سانس لیتے تھے)۔''

(شرح مسلم : 199/13)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوا مَثْنٰى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ .

''اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں مت پئیں، بلکہ دو، تین سانس میں پیا

کریں، پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں اور بعد میں الحمد للہ کہیں۔‘‘

(سنن التّرمذي : 1885)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① یزید بن سنان جزری ضعیف ہے۔

② یعقوب بن عطاء بن ابی رباح ضعیف ہے۔

یعقوب کی متابعت زہری نے کی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 166/11)

زہری کا عنعنہ ہے، لہٰذا متابعت مفید نہیں۔

❀ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے۔

(بَيان الوَهم والإيهام : 809/5)

سوال: ایک شخص نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہوئی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے، بیت الخلا جاتے ہوئے کیا اس کے لیے انگوٹھی اتارنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں، بیت الخلاء جاتے ہوئے وہ انگوٹھی اتاری جائے گی، نیز بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہن کر استنجا کرنا جائز نہیں، اس میں اسم باری تعالیٰ کی توہین ہے۔

سوال: ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس میں حکمت کیا ہے؟

جواب: ہڈی سے استنجاء کرنا ممنوع ہے، اس کی وجہ حدیث میں یہی ذکر ہے کہ ہڈی جنات کی خوراک ہے۔

(صحيح مسلم : 450، 3680)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مُحَرِّمَ الْحَلَالِ كَمُحِلِّ الْحَرَامِ .

”بلاشبہ حلال شے کو حرام کرنے والا شخص بھی حرام شے کو حلال کرنے والے کی طرح ہے۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 7982)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عاصم بن عبد العزیز اشجعی ضعیف ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مسند الشّهاب : 980)

سند باطل ہے۔

① یحییٰ بن عباد بن جاریہ کی توثیق نہیں۔

② عباد بن جاریہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات : ۱۴۲/۵“ میں ذکر کیا ہے۔

③ ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف ہے۔

فائدہ:

یہ روایت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ مُحَرِّمَ الْحَلَالِ كَمُسْتَحِلِّ الْحَرَامِ .

”بلاشبہ حلال شے کو حرام کرنے والا شخص بھی حرام شے کو حلال کرنے والے کی طرح ہے۔“

(مسند عليّ بن الجَعد : 2533، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: یاجوج ماجوج کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یاجوج ماجوج ایک فسادی قوم ہے، جو دنیا میں موجود ہے، وہ ایک دیوار کے پیچھے محصور ہیں، وہ دیوار میں نقب زنی کی کوشش بھی کرتے ہیں، مگر اس میں کامیاب نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، انہیں باہر نکال دے گا۔ ان کا خروج قیامت کی نشانی ہے، قرب قیامت اس دیوار میں شگاف پڑے گا، تو وہ باہر نکل آئیں گے، اس دیوار سے مراد دیوارِ چین نہیں۔

سوال: جو شخص قرآن کریم میں نسخ کا منکر ہے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی کئی آیات منسوخ ہوئی ہیں۔ جو قرآن کریم میں نسخ کو نہیں مانتا، وہ گمراہ ہے، دراصل وہ یہود کے نقش قدم پر ہے، یہود نسخ کو نہیں مانتے تھے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

اس میں ہا ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب: آیت کریمہ میں ہا ضمیر کا مرجع زینت ہے، زینت کے ظاہر ہونے سے مراد ظاہری لباس ہے، جسے چھپانا ممکن نہیں۔

سوال: کیا لوح محفوظ مخلوق ہے؟

جواب: جی ہاں، لوح محفوظ مخلوق ہے۔

سوال: کیا عہدہ اور حکومت طلب کی جا سکتی ہے؟

جواب: دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے طلب کر سکتا ہے، لوگوں سے طلب نہیں کرنی چاہیے، اگر کسی اہم عہدہ پر نااہل کے مقرر ہونے کا اندیشہ ہو اور خود اس میں قابلیت ہو، تو

مفاد عامہ کے لیے خود کو اس عہدہ کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے۔

سوال: سورت نمل میں جس عفریت کا ذکر ہے، وہ کون تھا؟

جواب: عفریت کسی کا نام نہیں، یہ ایک وصف ہے، جس جن میں خباثت کے ساتھ ساتھ بے انتہا طاقت بھی ہو، اسے عفریت کہتے ہیں۔ اس وصف سے جو بھی موصوف ہوگا، اسے عفریت کہا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا وضو کے اعضا تین تین بار دھونا واجب ہیں؟

جواب: اعضائے وضو کو کم سے کم ایک مرتبہ دھونا واجب ہے، زیادہ سے زیادہ تین بار دھویا جا سکتا ہے۔ تین بار دھونا واجب نہیں۔ ایک ہی وضو میں بعض اعضا کو ایک بار، بعض کو دو بار اور بعض کو تین بار بھی دھویا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا وضو میں ترتیب ضروری ہے؟

جواب: وضو میں ترتیب واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ سے وضو کے متعلق جتنی روایات ہیں، کسی میں بغیر ترتیب وضو کا ذکر نہیں، نہ کسی صحابی سے بغیر ترتیب سے وضو کرنا ثابت ہے۔

❀ امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ (۴۷۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ قَطُّ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَسَ وُضُوءَهٗ، فَاطَّرَدَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلٰى وُجُوبِ التَّرْتِيبِ .

”کسی نے بھی قطعاً یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کو بغیر ترتیب کیا ہو، لہٰذا کتاب وسنت کے اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترتیب واجب ہے۔“

(عُمدة القاري للعَيْني : 11/3)

سوال: کیا وضو میں پورا پاؤں دھونا واجب ہے؟

جواب: وضو میں پورا پاؤں دھونا واجب ہے، قرآن کریم کے عموم اور احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہوتا ہے، بلکہ وضو میں پاؤں کے بعض حصہ کے خشک رہ جانے پر شدید وعید آئی ہے۔ نیز اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

وُجُوبُ اسْتِيعَابِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَأَنَّ الْمَسْحَ غَيْرُ كَافٍ وَلَا يَجِبُ مَعَ الْغَسْلِ الْمَسْحُ، وَهُوَ إِجْمَاعُ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ .

''پورے پاؤں کو دھونا واجب ہے، نیز پاؤں کا مسح کرنا کافی نہیں، نہ دھونے کے ساتھ ساتھ مسح کرنا واجب ہے۔ اس پر معتمد اہل علم کا اجماع ہے۔''

(التّوضيح : 262/3)

سوال: کیا کسی خبر یا بات پر قسم لی جاسکتی ہے؟

جواب: خبر کی تصدیق کے لیے قسم لی جاسکتی ہے، تاکہ بات یقینی ہو جائے۔ کتاب وسنت میں اس پر بکثرت دلائل ہیں۔

قسم ہوتی ہی اس لیے ہے کہ سامع کو بات کا یقین آجائے۔ اس لیے جھوٹی قسم اٹھانی کی شدید مذمت آئی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

آللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ نَعَمْ .

''اللہ تعالیٰ کی قسم! کیا اللہ نے آپ کو پوری انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجا

ہے؟ فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم!۔''

(صحيح البخاري : 63)

بات میں تاکید پیدا کرنے کے لیے بھی قسم اٹھائی جا سکتی ہے، خواہ قسم کا مطالبہ نہ بھی کیا جائے، قرآن و حدیث میں اس پر بے انت دلائل موجود ہیں۔

سوال: مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟

جواب: بالاجماع حرام ہے، اس کی حرمت پر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا خَاتَمُ الذَّهَبِ فَهُوَ حَرَامٌ عَلَى الرَّجُلِ بِالْإِجْمَاعِ .

''مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا بالاجماع حرام ہے۔''

(شرح مسلم : 32/14)

مرد سونے کے علاوہ ہر دھات کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِدْفِنُوا مَوْتَاكُمْ وَسَطَ قَوْمٍ صَالِحِينَ فَإِنَّ الْمَيِّتَ يَتَأَذَّى بِجَارِ السُّوءِ كَمَا يَتَأَذَّى الْحَيُّ بِجَارِ السُّوءِ .

''اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کیا کریں، کیونکہ برے پڑوسی سے میت بھی اسی طرح اذیت اٹھاتی ہے، جیسے زندہ شخص برے پڑوسی سے اذیت محسوس کرتا ہے۔''

(حِلية الأولياء لأبي نعيم : 354/6)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① سلیمان بن عیسیٰ سجزی کذاب ووضاع ہے۔

② ابواحمد شعیب بن محمد ہمدانی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(کتاب المَجروحین لابن حبان :291/1)

سند ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن اشعث بخاری ضعیف ہے۔

② داود بن حصین کی بعض روایات منکر و باطل ہیں۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ مِنْ كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''یہ روایت باطل ہے، رسول اللہ ﷺ کے کلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(کتاب المَجروحین :291/1)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ.

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(الموضوعات :238/3)

سوال: اُمی کا کیا معنی ہے؟

جواب: اُمی کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، آپ ﷺ

اسی پیدائشی وصف پر تھے، آپ ﷺ نے دنیا کے کسی مکتب میں علم حاصل نہیں کیا، آپ کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔

❀ علامہ ابن ناصر الدین رحمہ اللہ (۸۴۲ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ: أَنَّهُ عَلٰى جَبِلَّتِهِ الَّتِي وَلَدَتْهُ أُمُّهُ عَلَيْهَا، لَا يَقْرَأُ الْكِتَابَةَ وَلَا يَكْتُبُ، وَهٰذَا أَصَحُّ الْأَقْوَالِ، وَهُوَ أَبْلَغُ مِنْ فَضَائِلِهٖ، وَخَصَائِصِهٖ، وَمُعْجِزَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”امی کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی اسی جبلت پر رہے، جس پر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنم دیا تھا، آپ ﷺ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے، یہ صحیح ترین قول ہے، نیز یہ نبی کریم ﷺ کے فضائل و خصائص اور معجزات میں سے بلیغ ترین وصف ہے۔“

(جامع الآثار في السِّيَر ومَولد المختار: 167/3)

سوال: ایک مسلمان گھرانے کا فرد مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا، بعد میں بیرون ملک جا کر فوت ہو گیا، اس کی پاکستان میں پراپرٹی ہے، کیا مرتد کے بچے اس پراپرٹی کے وارث بنیں گے؟

جواب: مرتد کے بچے مسلمان ہیں، تو وہ مرتد کے وارث نہیں بنیں گے، کیونکہ مسلمان مسلمان کا ہی وارث بنتا ہے۔ اس پراپرٹی کی دیکھ بھال جو بھی کر رہا ہے، وہ اسی کے پاس رہے، اسے وراثتی اصولوں پر تقسیم نہ کیا جائے۔

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر وہ فلاں شخص سے ملا، تو میں کافر ہوں گا، اب وہ اس شخص سے ملنا چاہتا ہے، تو کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے، اس کے بعد اس سے مل لے۔ لیکن اگر قسم توڑنے بغیر اس سے ملے گا، تو کافر ہو جائے گا، اسے دوبارہ کلمہ پڑھنا پڑے گا۔

سوال: ایک شخص نے سعی کرتے ہوئے مروہ سے شروع کیا، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: صفا و مروہ کی سعی میں ترتیب یہی ہے کہ صفا سے مروہ کی طرف پہلا چکر لگایا جائے۔ اگر کسی نے مروہ سے چکر شروع کیے، تو وہ پہلے چکر کو شمار نہ کرے، سعی میں وہاں سے ابتدا کی جائے، جہاں سے اللہ نے ابتدا کی ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے صفا کا ذکر کیا، تو سعی بھی صفا سے شروع کی جائے، صفا سے مروہ تک ایک چکر، پھر مروہ سے صفا تک دوسرا چکر، یوں ساتواں چکر مروہ پر مکمل ہوگا۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا طریقہ بیان کرتے ہیں:

...... خَرَجَ إِلَى الصَّفَا ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ثُمَّ قَالَ: «نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ».

”(طواف کعبہ سے فارغ ہو کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی طرف تشریف لے گئے، پھر یہ آیت تلاوت کی ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ”صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔“ پھر فرمایا: ہم وہیں سے شروع کریں گے، جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔“

(صحيح مسلم : 1218، المنتقٰى لابن الجارود : 465)

سوال: کیا صفا و مروہ کی سعی کے لیے کسی کو وکیل بنایا جا سکتا ہے؟

جواب: صفا و مروہ کی سعی کے لیے کسی کو وکیل نہیں بنایا جا سکتا، اگر پیدل سعی نہیں کر سکتے ،تو سواری پر کر لے، یا کسی کا سہارا لے کر سعی کر لے۔

سوال: کیا طواف کے دوران کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے؟

جواب: طواف کے دوران کعبہ پر نگاہ رکھنا نہ واجب ہے، نہ مستحب۔ فی نفسہ کعبہ کو دیکھنا عبادت نہیں۔

سوال: ایک عورت کے پاس پچاس تولہ سونا ہے، اس کے علاوہ وہ کسی شے کی مالک نہیں، کیا اس پر حج فرض ہے؟

جواب: جس عورت کے پاس پچاس تولہ سونا ہو، وہ یقیناً مالی استطاعت رکھتی ہے۔ اس پر حج فرض ہے، اگر اس کا محرم ہے، تو وہ اول فرصت میں حج کرے، اللہ کے فرائض کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر درست نہیں۔

سوال: سوال کا جواب دیتے ہوئے واللہ اعلم ! کہنا کیسا ہے؟

جواب: مستحسن ہے، یہ جواب دینے والے کی عاجزی ہے کہ وہ علم کے کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے۔ خاص طور پر اجتہادی مسائل میں اللہ اعلم بالصواب کہنا چاہیے، کیونکہ اس میں غلطی کی گنجائش بہر حال موجود ہوتی ہے۔

سوال: مستحب کام کو واجب کا درجہ دینا کیسا ہے؟

جواب: مستحب کام کو واجب کا درجہ دیا جائے، تو وہ بدعت بن جاتا ہے، اس کے بدعت ہونے کا مطلب اس کا التزام بدعت ہے، نہ کہ فی نفسہ وہ عمل۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی جائز کام کو بغیر دلیل مستحب قرار دے یا اس کے ساتھ واجب والا معاملہ کرے، تو وہ بھی بدعت ہو جائے گا۔

سوال: کیا عربی زبان سیکھنا عبادت ہے؟

جواب: عربی زبان سیکھنا عبادت نہیں، عبادت کے لیے شرعی دلیل درکار ہے۔ البتہ اگر اچھی غرض کے لیے عربی سیکھی جائے، تو یہ نیکی اور ثواب کا کام ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ (ص637:) اذْكُرُوا اللَّهَ اذْكُرُوا اللَّهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ، قَالَ أُبَيٌّ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ :مَا شِئْتَ. قَالَ :قُلْتُ :الرُّبُعَ، قَالَ :مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ :النِّصْفَ، قَالَ :مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ :قُلْتُ :فَالثُّلُثَيْنِ، قَالَ :مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ :أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ :إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ

(سنن التّرمذي : 2457)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن محمد بن عقیل سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

② سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

❁ یہی روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(كتاب المَجروحين لابن حِبّان : 82/2، الكامل لابن عدي : 25/6)

سند باطل ہے۔ عمر بن محمد بن صہبان متروک ہے۔

❁ یہی روایت سیدنا حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 35/4، معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 2292)

سند ضعیف ہے۔

① رشدین بن سعد ضعیف ہے۔

② قرہ بن عبدالرحمٰن بن حیویل ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

④ یحییٰ بن حبان بن منقذ کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: غیر مسلم ممالک کے ہوٹل میں گوشت کھانا کیسا ہے؟

جواب: اگر غیر مسلم ممالک میں حلال گوشت دستیاب ہے اور ہوٹل میں حلال گوشت تیار کیا جاتا ہے، تو وہاں سے گوشت کھایا جا سکتا ہے، لیکن اگر خنزیر اور دیگر حرام اشیا کا گوشت بیچا جاتا ہے یا حلال و حرام میں فرق نہیں کیا جاتا، تو ایسے ہوٹلوں پر گوشت نہیں کھانا چاہیے۔

سوال: اگر کسی نے انجانے میں خنزیر کا گوشت کھا لیا، تو وہ کیا کرے؟

جواب: اگر انجانے میں خنزیر کا گوشت کھا لیا، تو اس پر گناہ نہیں، آئندہ احتیاط کرے اور کسی شک والی جگہ سے گوشت نہ کھائے، کیونکہ خنزیر نجس العین ہے، اسے کھانا بالاتفاق حرام ہے۔

سوال: کیا میدان حشر عرفات میں برپا ہوگا؟

جواب: اس بارے میں کوئی معتبر روایت نہیں۔

سوال: کیا دجال کا مکہ ومدینہ کے علاوہ بھی کسی شہر میں داخلہ ممنوع ہے؟

جواب: دجال حرمین کے علاوہ ہر شہر میں جائے گا۔

سوال: کیا علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے؟

جواب: علی بن ابی طلحہ کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❀ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّ ابْنَ أَبِي طَلْحَةَ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

''حفاظ کا اجماع ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر کا سماع نہیں کیا۔''

(الإرشاد :393/1)

سوال: مسجد کا لاؤڈ اسپیکر چیک کرنے کے لیے قرآنی آیات دہرانا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا خلا میں بھی کوئی مخلوق رہتی ہے؟

جواب: خلا میں بھی مخلوق ہے، کتاب وسنت کے عمومی دلائل اس پر شاہد ہیں۔

سوال: شوبز میں ایڈیٹنگ کا کام کرنا کیسا ہے؟

جواب: شوبز میں عموماً حرام کا ارتکاب کیا جاتا ہے، کئی پروگرامز ایسے ہوتے ہیں، جن میں ناچ گانا، میوزک، فحاشی اور حیا باختہ اُمور شامل ہیں، لہٰذا ایسے پروگرامز کی ایڈیٹنگ کرنا جائز نہیں۔

سوال: پراپرٹی فائلز کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: دفتری اشیا کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ہالووین (Halloween) منانا کیسا ہے؟

جواب: ہالووین ایک مغربی تہوار ہے، جو مسیحی پادریوں کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ وہ تمام تہوار جن کا تعلق کسی غیر مسلم کے مذہب یا روایات سے ہو، مسلمان کے لیے ان میں شرکت کرنا جائز نہیں، نہ ان تہواروں میں کسی غیر مسلم یہودی یا عیسائی کی مدد کرنا جائز ہے۔ یہ گناہ پر تعاون ہے، جو شرعی قواعد کے سراسر خلاف ہے۔

اس موقع پر منعقد ہونے والی محافل ومجالس میں شرکت کرنا یا ان کی کسی لحاظ سے معاونت کرنا حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة: 2)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (النّساء: ١٤٠)

”آپ اس وقت تک ان کے ساتھ بیٹھک نہ کریں جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔“

سوال: جعلی دستاویزات پر تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ یہ امانت کے خلاف ہے۔

سوال: بعض علاقوں میں لوگ ہاتھ جوڑ کر سورج کو سلامی پیش کرتے ہیں، جسے ”سوریہ نمسکار“ کہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوریہ نمسکار کہنا جائز نہیں۔ یہ شرعی اقدار کے خلاف ہے، اس میں کئی شرعی قباحتیں ہیں، بہرحال کسی مسلمان کے لیے سورج کو نمسکار کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا اجنبی کو خون عطیہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اجنبی کو بھی خون عطیہ کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اشد ضرورت ہو۔

سوال: جس اڈے پر جواء کھیلا جاتا ہے، کیا وہاں صفائی وغیرہ کا کام کیا جا سکتا ہے؟

جواب: آپ کسی بھی جگہ صفائی ستھرائی کا کام کر سکتے ہیں، جوا کھیلنے والوں کا گناہ ان پر ہے، آپ اپنی صفائی کی مزدوری لے رہے ہیں، البتہ آپ خود کو جواء سے دور رکھیں، براہ راست اس میں کسی کی مدد نہ کریں۔

سوال: کیا زمانہ ازلی ہے یا اس کی ابتدا ہوئی ہے؟

جواب: زمانہ ازلی نہیں، زمانہ کی ابتدا ہوئی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾(التّوبة : ٣٦)

”بلاشبہ مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں بارہ ہے، یہ اسی دن سے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔“

معلوم ہوا کہ جب سے زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا، تب ہی سے مہینے موجود ہیں، یہی زمانہ ہے۔ پتا چلا کہ زمانہ کی بھی ابتدا ہے، جس طرح زمین و آسمان کی ابتدا ہے۔

سوال: کیا اہل مکہ پر بھی عذاب آئے تھے؟

جواب: اہل مکہ پر بھی عذاب آئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اہل مکہ کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔

سوال: کیا یوٹیوب کا استعمال جائز ہے؟

جواب: یوٹیوب ایک جدید سہولت ہے، اس میں صحیح چیزیں بھی ہیں اور غلط بھی۔ فی نفسہ یوٹیوب غلط نہیں ہے، اس کا استعمال غلط یا صحیح ہوتا ہے۔ اس لیے اگر یوٹیوب پر جائز ویڈیوز دیکھتا ہے، تو اس میں حرج نہیں۔ یہی معاملہ گوگل، ٹویٹر، فیس بک، انسٹراگرام وغیرہ کا ہے۔ لیکن بعض ایپلیکیشنز میں شر کا غلبہ ہوتا ہے، خیر نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، تو ایسی ایپلیکیشنز کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

یاد رہے کہ میڈیا کی کوئی بھی صورت ہو، انسان کے وجود کو بہر حال پراگندہ کرتی ہے۔

سوال: بعض کا کہنا ہے کہ درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں التحاد (پناہ گاہ) نہیں، کیونکہ ﴿مِنْ دُونِهِ﴾ میں ہ ضمیر کا مرجع کتاب ہے، لہٰذا کتاب میں التحاد (پناہ گاہ) ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ

تَجِدَ مِنْ دُونِهٖ مُلْتَحَدًا﴾(الکهف : ٢٧)

''(نبی!) تمہاری طرف تمہارے رب کی جو کتاب وحی کی گئی ہے، اس کی تلاوت کیجئے، اس کے کلمات کو تبدیل کرنے والا کوئی نہیں اور تم اس (اللہ) کے علاوہ کوئی بھی پناہ گاہ نہیں پاؤ گے۔''

جواب: یہ بات درست نہیں، کیونکہ ﴿مِنْ دُونِهٖ﴾ میں ''ہٖ'' ضمیر کا مرجع اگر کتاب بھی لیا جائے، تب بھی اس میں سنت شامل ہے۔ کتاب کا معنی احکام الٰہی ہیں۔ احکام الٰہی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ حدیث کی حجیت قرآن کریم نے بیان کی ہے، اسے شریعت کا مستقل ماخذ قرار دیا ہے، قرآن کی طرح حدیث بھی من جانب اللہ ہیں اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں۔ حدیث، قرآن کی تعبیر وتفسیر ہے، قرآن کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔ حدیث بھی جائے پناہ ہے، جسے حدیث پناہ نہ دے، تو اسے قرآن کریم بھی پناہ نہیں دیتا۔

اس لیے حدیث کے انکار سے قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ''ہٖ'' ضمیر کا مرجع رب ہے، یہی درست ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُّجِيرَنِي مِنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَّلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهٖ مُلْتَحَدًا﴾(الجنّ : ٢٢)

''(نبی!) کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکے گا، نہ میں اس (اللہ) کے علاوہ کوئی پناہ گاہ پاؤں گا۔''

سوال: کلالہ کب ہوتا ہے؟

جواب: جب اصل اور فرع میں سے کوئی رشتہ دار نہ ہو، یعنی والدین اور اولاد میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔

سوال: ایک شخص سخت بیمار اور تکلیف میں ہے، اس کے زندہ رہنے کی اُمید ختم ہو چکی ہے، کیا اسے موت کا انجکشن لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: سخت بیماری یا تکلیف کی صورت میں موت کا انجکشن لگانا جائز نہیں، یہ قتل ہے، اگر مریض خود لگائے، تو یہ خودکشی ہے۔

اسلام صبر واستقامت کا درس دیتا ہے، جو زندگی سے نااُمید ہو جائے اور سخت تکلیف میں ہو، وہ ایمان وسلامتی کی دعا کرے، نیز درج ذیل دعا پڑھے:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کریں، کرنی ہی ہو، تو یوں کہیں:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي .

''اللہ! جب تک زندگی بہتر ہو، مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو، مجھے اپنے پاس بلا لینا۔''

(صحيح البخاري :5671؛ صحيح مسلم : 2680)

سوال: کیا زہر کی خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب: جس زہر کے جائز مقاصد ہوں، اس زہر کی خرید وفروخت جائز ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ٦٥٧)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل حدیث مبارکہ کا کیا مفہوم ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ .

''اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر تعجب کرتا ہے، جو بیڑیوں میں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 3010)

جواب: اس حدیث میں ان کفار کی بات ہو رہی ہے، جنہیں بیڑیوں میں جھکڑ کر قیدی بنا کر لایا گیا، پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا، جس کے سبب وہ جنت میں داخل ہو گئے۔ گویا بیڑیوں میں قیدی بنا کر لانا ان کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنا اور اسلام قبول کرنا جنت میں داخل ہونے کا باعث بنا، اس وجہ سے سبب کی نسبت نتیجہ کی طرف کر دی گئی۔ سبب بیڑیاں، نتیجہ جنت۔

سوال: کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرآن کریم سے ثابت ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا، وہ قرب قیامت نزول فرمائیں گے، یہ عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور آثار سے ثابت ہے۔

بہرحال نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : ١٥٩)

''یقیناً یہود ونصاریٰ عیسیٰ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔''

﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں ''ہ'' ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

❁ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ يَهُودِيًّا وَقَعَ مِنْ فَوْقِ هٰذَا الْبَيْتِ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِهِ، يَعْنِي : بِعِيسٰى .

''اگر کوئی یہودی اس گھر کی چھت کے اوپر بھی ہوگا، تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے قبل فوت نہ ہوگا۔''

(تفسیر الطّبري : 669/7، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ أَحَدٌ، حَتّٰى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَاقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ :

﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : ١٥٩)

''قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میری جان ہے، عنقریب تم میں عیسی بن مریم علیہما السلام عادل ومنصف بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور (اس وقت) اتنا مال ودولت بہہ جائے گا کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا، اس وقت ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تائید میں) یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : ١٥٩)''آپ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کی موت سے پہلے آپ پر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔''

(صحيح البخاري : 3448، صحيح مسلم : 155)

دو اکابر صحابہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآن کریم سے ثابت ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔

سوال: جس قبرستان کا نام ونشان مٹ جائے، اس میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جہاں قبرستان کا نام ونشان باقی نہ رہے، چٹیل میدان بن چکا ہو، تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ سجدہ کے لیے جھکتے ہوئے پہلے ہاتھ زمین پر رکھنے کا عمل منسوخ ہے اور پہلے گھٹنے لگانے کا عمل ناسخ ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): نماز میں سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے گھٹنے لگانے چاہییں یا ہاتھ؟ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے کچھ ثابت نہیں، سلف سے دونوں طرح کرنا ثابت ہے۔ اس لیے نماز میں سجدہ کے لیے جاتے ہوئے پہلے ہاتھ لگائیں یا گھٹنے دونوں طرح جائز ہے۔

نسخ کا دعویٰ بے دلیل ہے، اس بارے میں مروی روایت ثابت نہیں۔

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا نَضَعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ، فَأُمِرْنَا بِالرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ .

''ہم (سجدہ کو جاتے ہوئے) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے، تو ہمیں ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کا حکم دیا گیا۔''

(صحیح ابن خزیمة : 628)

باطل روایت ہے۔

① ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ ضعیف ہے۔

② اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ متروک ہے۔

③ یحییٰ بن سلمہ بن کہیل متروک ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ إِسْنَادَهٗ ضَعِيفٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے۔''

(السّنن الکبریٰ : 100/2)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ، لَهُ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ .

''رہن والی شے کو بند کر کے نہیں رکھا جائے گا، (جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے،) وہ اس شے سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور (نقصان کی صورت میں) اس کی چٹی بھی اسی کے ذمہ ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 2920، صحيح ابن حبان : 5934، المُستدرك للحاكم : 51/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

اصلاً اس روایت کو متصل ہونا خطا اور غیر محفوظ ہے، درست یہ ہے کہ یہ سعید بن مسیّب کی مرسل روایت ہے۔

✿ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالنَّقْلِ مُرْسَلٌ وَإِنْ كَانَ قَدْ وُصِلَ مِنْ جِهَاتٍ كَثِيرَةٍ فَإِنَّهُمْ يُعَلِّلُونَهَا .

''محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے، اگرچہ کئی سندوں سے موصول بھی آئی ہے، مگر محدثین انہیں معلول قرار دیتے ہیں۔''

(التّمهيد : 430/6)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّحَ أَبُو دَاوُدَ وَالْبَزَّارُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَابْنُ الْقَطَّانِ إِرْسَالَهُ، وَلَهُ طُرُقٌ فِي الدَّارَقُطْنِيِّ وَالْبَيْهَقِيِّ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ .

''امام ابو داود، امام بزار، امام دارقطنی اور حافظ ابن القطان رحمہم اللہ نے اس روایت کے مرسل ہونے کو درست قرار دیا ہے، سنن دارقطنی اور السنن الکبریٰ

للبیہقی میں اس حدیث کے طرق بھی ہیں، مگر سبھی ضعیف ہیں۔''

(التّلخيص الحبير : 96/3)

سوال: کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ نیکیوں سے بڑھتا ہے اور گناہوں سے کم ہوتا ہے۔ کتاب وسنت میں اس پر متواتر دلائل ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَخْلَقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ الْخَلِقُ، فَاسْأَلُوا اللّٰهَ أَنْ يُجَدِّدَ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ .

''بلاشبہ آپ کے دل میں ایمان بھی بوسیدہ ہو جاتا ہے، جیسے لباس بوسیدہ ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ آپ کے دلوں میں ایمان کو جدید کر دے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 36/13، المُستدرك للحاكم : 5، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رُوَاتُهٗ مِصْرِيُّونَ ثِقَاتٌ .

''اس کی سبھی راوی مصری اور ثقہ ہیں۔''

(المُستدرك : 5)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مَجمع الزّوائد :52/1)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فیض القدیر للمَناوي : 323/2)

سوال: کافر کے مسلمان ہونے کے لیے کیا ضروری ہے؟

جواب: کافر اگر صدق دل کے ساتھ مسلمان ہونا چاہتا ہے، تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کی گواہی دے، نیز اجمالاً و تفصیلاً نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے حق ہونے کا اقرار کرے، اس اقرار سے وہ مسلمان ہو جائے گا، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الْكَافِرَ إِذَا شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ وَأَنَّ كُلَّ مَا جَاءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَيَبْرَأُ مِنْ كُلِّ دِينٍ خَالَفَ دِينَ الْإِسْلَامِ وَهُوَ بَالِغٌ صَحِيحُ الْعَقْلِ أَنَّهٗ مُسْلِمٌ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ کافر جب گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور محمد کریم ﷺ جو بھی لے کر آئے سب حق ہے، نیز وہ ہر اس دین سے اعلان برأت کرے، جو دین اسلام کے خلاف ہو، جبکہ وہ کافر بالغ ہو اور اس کی عقل صحیح ہو، تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔“

(الإقناع : 588/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّلَفَ وَالْأَئِمَّةَ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ أَوَّلَ مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْعِبَادُ الشَّهَادَتَانِ، وَمُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ قَبْلَ الْبُلُوغِ لَمْ

يُؤْمَرْ بِتَجْدِيدِ ذٰلِكَ عَقِبَ الْبُلُوغِ .

''سلف صالحین اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ بندوں کو سب سے پہلے جس چیز کا حکم دیا جائے گا، وہ شہادتین ہے، نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس نے بلوغت سے پہلے شہادتین کا اقرار کرلیا، تو بلوغت کے بعد اسے تجدید کا حکم نہیں دیا جائے گا (بلکہ بچپن میں کیا گیا اقرار ہی کافی ہے)۔''

(درء تعارُضِ العقل والنّقل : 11/8)

سوال: اگر کوئی ولی بخوشی اپنی ولایت بیوی کو تفویض کرتے ہوئے کہے کہ ''بیٹی کا رشتہ تم نے ہی کرنا ہے، میں نے نہیں کرنا، تمہیں اختیار ہے کہ جہاں مرضی کردو۔'' کیا اس صورت میں اس کی بیوی اپنی بیٹی کا نکاح کرسکتی ہے؟

جواب: اصل مسئلہ یہی ہے کہ عورت ولی نہیں بن سکتی، لیکن اگر کوئی مرد ولی اپنا حق ولایت کسی عورت کو تفویض کردے، تو عورت وہ حق استعمال کرتے ہوئے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ نکاح درست ہوگا۔

سوال: میں کینیڈا میں مقیم ہوں، میرے قریب اہل حدیث کی مسجد نہیں ہے، کیا میں گھر میں جمعہ پڑھا سکتا ہوں، جبکہ گھر میں صرف میری بیوی ہے؟

جواب: آپ جمعہ پڑھا سکتے ہیں، خطبہ کہہ دیں، اس کے بعد دو رکعت نماز جمعہ کی امامت کرائیں، آپ کی بیوی آپ کی پچھلی صف میں کھڑی ہوگی۔

سوال: ایک شخص دکانوں سے ایک چیز کا آڈر لیتا ہے، ریٹ طے ہوجاتا ہے، اس کے بعد وہ اتنی مقدار میں وہ چیز خرید کران دکانداروں کو فروخت کرتا ہے اور ان سے قیمت وصول کرلیتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔

سوال: کسی مخصوص سورت کا تنہائی میں ورد کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی بھی سورت کو تنہائی میں بطور ورد پڑھا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھے۔ قرآن کریم افضل ذکر ہے اور تنہائی میں ذکر کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

سوال: جنات سے راہنمائی لینا اور پھر مریض کو بتانا کہ اسے یہ یہ مسئلہ ہے، یہ طریقہ علاج کیسا ہے؟

جواب: مرض کی تشخیص اور علاج کے لیے جنات سے مدد لینا جائز نہیں۔ اس میں کئی شرعی قباحتیں ہوتی ہیں، جن کا شکار بہت سے معالجین ہو چکے ہیں۔

سوال: اگر جنات کوئی ڈیمانڈ کریں، تو کیا ان کی ڈیمانڈ پوری کی جا سکتی ہے؟

جواب: جنات کی کوئی ڈیمانڈ پوری نہ کی جائے، یہ کسی ایک خواہش پر نہیں رکیں گے، بلکہ کئی دفعہ آپ سے غیر شرعی حرکات تک کروا دیں گے اور آپ مجبور ہو کر وہ کام کر گزریں گے، اس لیے ضروری ہے کہ جنات کے ساتھ وابستگی نہ رکھی جائے، یہ عام طور پر شرک کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

اگر کوئی جن قرابت بڑھانے کی کوشش کرے، تو ذکر الٰہی کی مدد سے اسے خود سے دور کریں، یہ دل کو پراگندہ اور مردہ کر دیتے ہیں۔

سوال: کیا ایسی کوئی حدیث ثابت ہے کہ جس نے حجر اسود کا بوسہ لیا، وہ بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوگا؟

جواب: اس حوالہ سے کوئی حدیث معلوم نہیں۔

سوال: کیا حالت سجدہ میں ایسی دعا مانگ سکتے ہیں، جن کے الفاظ ضعیف حدیث

میں منقول ہوں؟

(جواب): سجدہ میں وہی دعائیں پڑھنی چاہییں، جو مسنون ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے سجدہ میں مختلف دعائیں مانگی ہیں، وہی دعائیں مانگی جائیں۔

(سوال): کیا کبھی اللہ تعالیٰ کے عرش پر لرزا طاری ہوا؟

(جواب) اللہ تعالیٰ کے عرش نے حرکت کی ہے، مثلاً سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر عرش الٰہی لرز اٹھا تھا۔

(صحيح البخاري : 3803، صحيح مسلم : 2466)

(سوال): کیا جادو سے عرش ہلتا ہے؟

(جواب): اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

(سوال): کیا سحری کے وقت عرش ہلتا ہے؟

(جواب): اس بارے میں کوئی معتبر روایت نہیں۔

(سوال): کیا ایسی کوئی حدیث ہے کہ ''جادو سیکھ سکتے ہو، مگر اس پر عمل مت کرو۔''؟

(جواب): دنیا جہاں میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ پر صریح جھوٹ ہے۔ جادو کفر ہے، اسے سیکھنا حرام اور نا جائز ہے۔

(سوال): کیا غیر متقی تاجروں کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے؟

(جواب): اس بارے میں کوئی روایت معلوم نہیں۔ البتہ متقی تاجروں کی فضیلت کتاب وسنت میں بیان ہوئی ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا خِزَامَ، وَلَا زِمَامَ، وَلَا سِيَاحَةَ، وَزَادَ ابْنُ جُرَيْجٍ : وَلَا تَبتُّلَ، وَلَا تَرَهُّبَ فِي الْإِسْلَامِ .

”اسلام میں نہ ناک میں نکیل ڈالنا جائز ہے، نہ سیر وسیاحت، نہ تبتل (عورتوں سے بالکل جدا ہو جانا) اور نہ رہبانیت۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 15860)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

② طاؤس کی مرسل ہے۔

سوال: سفر سے پہلے کسی خاص سورت کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: سفر سے پہلے کسی خاص سورت کی تلاوت ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی روایت غیر ثابت ہے۔

❀ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

أَتُحِبُّ يَا جُبَيْرُ إِذَا خَرَجْتَ سَفَرًا أَنْ تَكُونَ مِنْ أَمْثَلِ أَصْحَابِكَ هَيْئَةً، وَأَكْثَرِهِمْ زَادًا؟ فَقُلْتُ : نَعَمْ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، قَالَ : فَاقْرَأْ هٰذِهِ السُّوَرَ الْخَمْسَ، قُلْ يَأَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَإِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، وَافْتَحْ كُلَّ سُورَةٍ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، وَاخْتِمْ قِرَاءَتَكَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِيمِ قَالَ جُبَيْرٌ : وَكُنْتُ غَنِيًّا كَثِيرَ الْمَالِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْ أَخْرُجَ مَعَهُمْ فِي سَفَرٍ، فَأَكُونَ أَبَذَّهُمْ هَيْئَةً وَأَقَلَّهُمْ زَادًا، فَمَا زِلْتُ مُنْذُ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَرَأْتُ بِهِنَّ، أَكُونُ مِنْ أَحْسَنِهِمْ هَيْئَةً وَأَكْثَرِهِمْ زَادًا حَتّٰى أَرْجِعَ مِنْ سَفَرِي ذٰلِكَ .

”جبیر! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ جب سفر کو نکلیں، تو آپ اپنے ساتھیوں میں سب سے بہتر حالت میں ہوں اور سب سے زیادہ زادراہ والے ہوں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، میرے ماں باپ آپ پر فدا! فرمایا: پھر (سفر سے پہلے) ان پانچ سورتوں کی تلاوت کرلیا کریں، سورت کافرون، سورت نصر، سورت اخلاص، سورت فلق اور سورت ناس، نیز ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھا کریں اور اپنی تلاوت کا اختتام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر کریں۔ سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں امیر اور مالدار تھا، مگر جس کے ساتھ بھی سفر کو جایا کرتا تھا، تو سب سے بری ہیئت میری ہوتی اور میرا زادراہ کم پڑ جاتا، لیکن جب سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورتیں سکھائی ہیں اور میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا ہے، اس وقت سے سارے سفر میں میری ہیئت سب سے اچھی رہتی ہے اور میرا زادراہ سب سے زیادہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سفر سے واپس لوٹ آتا ہوں۔“

(مسند أبي يعلى : 7419)

سند باطل ہے۔

① ابو ہشام محمد بن سلیمان بن حکم قدیدی مجہول ہے۔

② سلیمان بن حکم قدیدی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ اسماعیل بن خالد خزاعی کو کوئی اتا پتا نہیں۔

اس کا ایک اور باطل طریق بھی ہے۔

سوال: کیا ماہِ شعبان میں مرنے والوں کا تناسب زیادہ ہوتا ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی شرعی دلیل نہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ماہ شعبان میں بکثرت روزے اس لیے رکھتے کہ آپ سال بھر کے نفلی روزوں کی قضا دیتے تھے۔اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ ماہِ شعبان میں بکثرت روزے رکھتے تھے، مگر یہ دعویٰ کہ یہ روزے سال بھر کے نفلی روزوں کی قضا ہوتے تھے بے حقیقت بات ہے۔اس پر کوئی معتبر دلیل نہیں۔

سوال: کیا عالم دین کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے؟

جواب: بلاشبہ علما کی بڑی فضیلت ہے، مگر عالم کی چہرے کی طرف دیکھنا عبادت نہیں، یہ غلو ہے۔اس بارے میں ایک غیر ثابت روایت بھی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَمْسٌ مِّنَ الْعِبَادَةِ؛ قِلَّةُ الطَّعَامِ عِبَادَةٌ وَالْقُعُودُ فِي الْمَسَاجِدِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَقْرَأَ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ فِي وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ.

”پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں؛ ① کم کھانا عبادت ہے۔ ② مساجد

میں بیٹھنا عبادت ہے۔ ③ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ④ مصحف میں دیکھنا عبادت ہے، خواہ اس کی تلاوت نہ بھی کرے۔ ⑤ عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔''

(العِلَل المُتناهية لابن الجوزي: 344/2)

سند باطل ہے۔

① سلیمان بن ربیع نہدی ضعیف و متروک ہے۔

② ہمام بن مسلم متروک ہے۔

سوال: کیا حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) سے ''الانتقاء'' نامی کتاب ثابت ہے؟

جواب: جی ہاں، اَلْاِنْتِقَاءُ فِي فَضَائِلِ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ الْفُقَهَاءِ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے ثابت کتاب ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ شعبان کے لیے خاص برکت کی دعا کی؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ کی؟

جواب: اس بارے میں کوئی معتبر روایت نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن روشنی پیدا ہوئی؟

جواب: اس طرح کی کوئی معتبر روایت معلوم نہیں۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کو خواب میں روشنی دکھائی دی۔

❁ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ لَّخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي

طِينَتِهٖ، وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى بِي، وَالرُّؤْيَا الَّتِي رَأَتْ أُمِّي، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ يَرَيْنَ، أَنَّهَا رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ تْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ.

”آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں پروئے گئے تھے کہ مجھے اللہ نے خاتم النبیین لکھ دیا تھا، میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں، میری پیدائش کے ایام میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ان سے ایک روشنی پھوٹی ہے اور اس نے شام کے محلات کو منور کر دیا ہے، انبیا کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھتی ہیں۔“

(مُسند الإمام أحمد : 127/4، تفسير الطّبري :566/1، 87/28، واللّفظ لهٗ، تفسير ابن أبي حاتم : 1264، طبقات ابن سعد :148/1-149، تاريخ المدينة لعمر بن شبة : 636/2، المَعرِفة والتّاريخ ليعقوب بن سفيان الفَسَوي : 345/2، المُعجم الكبير للطّبراني : 252/18، مسند الشّامِيّين للطّبراني : 1939، المُستدرك للحاكم : 418/2، دلائل النّبوة للبيهقي :80/1، 389-390، 130/2، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٤٠٤) نے ”صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے، نیز اس کی سند کو ”حسن“ بھی کہا ہے۔

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء :47/1)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ ماننے والے کی اقتدا میں نماز پڑھی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین نہ ماننے والا کافر و مرتد ہے۔ اس کی اقتدا جائز نہیں، اگر اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لی، تو وہ نماز نہیں ہوئی، اس کا اعادہ واجب ہے۔

سوال: ایک شخص تورات و انجیل کا مطالعہ کرتا ہے، تاکہ اس سے بھی نصیحتیں حاصل کرے، اس کا یہ اقدام کیسا ہے؟

جواب: تورات اور انجیل اللہ تعالیٰ کی منزل کتابیں ہیں، یہ حق ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے کہ ان میں تحریف ہو چکی ہے، نیز قرآن کریم کے آنے کے بعد پہلی تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہے۔ دنیا اور آخرت میں انسانوں کے لیے جو کچھ مفید ہے، وہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی سابقہ کتاب کی طرف جانا جائز نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ کتابیں محرف و مبدل ہیں۔

لہٰذا کسی مسلمان کو روا نہیں کہ نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کو کافی نہ سمجھے اور تورات و انجیل کا مطالعہ کرتا پھرے۔

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آخری وصیت کیا تھی؟

جواب: قرآن کریم نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آخری وصیت کا ذکر کیا ہے، جو انہوں نے اپنی اولاد کو کی۔ یہ وصیت عقیدہ توحید پر کاربند رہنے کی وصیت تھی کہ ایک اللہ کے علاوہ کسی کو معبود مت ماننا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۞ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي

قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُونَ﴾(البقرۃ: ۱۳۲۔۱۳۳)

''اسی (دین داری) کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی کہ میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کو پسند کیا ہے، لہٰذا تمہیں موت اس حال میں آنی چاہیے کہ تم مسلمان ہو۔ یا تم اس وقت حاضر تھے، جب یعقوب کی موت کا وقت ہوا، وہ اپنے بیٹوں سے کہہ رہے تھے میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، کہنے لگے ہم اس ایک ہی الہ کی عبادت کریں گے، جو آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا الٰہ ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہو کر رہیں گے۔''

سوال: موجوہ اناجیل میں سے کیا کوئی انجیل غیر محرف ہے؟

جواب: اس وقت جو اناجیل موجود ہیں، یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئیں ہیں، ان کا محرف ومبدل ہونا یقینی ہے، جیسا کہ قرآن کریم نے اثبات کیا ہے۔ لہٰذا کسی بھی انجیل کو غیر محرف نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی انجیل میں دوسری اناجیل کی بہ نسبت تحریف کم کی گئی ہو، جیسے انجیل برناباس ہے۔

سوال: کیا تورات وانجیل کا ادب واحترام ضروری ہے؟

جواب: گو کہ تورات وانجیل میں تحریف ہو چکی ہے، مگر اس کا بہت سا حصہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی عزت وتکریم واجب ہے۔ اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے تورات وانجیل کی توہین یا گستاخی کرے، تو وہ کافر ہے۔

✿ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْمُصْحَفِ أَوِ التَّوْرَاةِ أَوِ الْإِنْجِيلِ أَوِ الزُّبُورِ كَفَرَ.

''جس نے مصحف قرآنی یا تورات یا انجیل یا زبور کا استخفاف کیا، وہ کافر ہے۔''

(الإعلام بقواطع الإسلام، ص 203)

سوال: کیا تورات وانجیل کو بھی اللہ تعالیٰ نے صوت وحروف کے ساتھ کلام کیا تھا؟

جواب: تورات وانجیل بھی اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے صوت وحروف کے ساتھ کلام کیا ہے، اب اس کلام میں تغیر وتبدل کر دیا گیا، لہٰذا اب تورات وانجیل کے کسی جزو کو بالجزم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں کہہ سکتے، نہ بالجزم کسی آیت کی نفی کر سکتے ہیں، کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ ان کتابوں کا کون سا حصہ محرف ہے اور کون سا غیر محرف۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کو نازل کیا تھا، اس وقت وہ غیر محرف تھا اور اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام تھا۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی بعض کفار سے حفاظت جنات کرتے تھے؟

جواب: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعض مواقع پر حفاظت جنات نے کی ہے۔ جہاں بھی نبی کریم ﷺ کی حفاظت کا ذکر آیا ہے، وہاں فرشتوں کا تذکرہ ہوا ہے، کسی جن کا نہیں۔

سوال: انسان کی موت کے بعد اس کے موکل فرشتے کہاں جاتے ہیں؟

جواب: انسان کے ساتھ موکل فرشتے ہوتے ہیں، موت کے بعد وہ کہاں جاتے ہیں، اس کے متعلق ہمیں کوئی آگاہی نہیں دی گئی۔ اس میں خاموشی اختیار کی جائے۔

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ فرشتے انسان کی قبر پر کھڑے رہتے ہیں، یہ بے دلیل بات ہے۔ غیبی اُمور میں اپنی طرف سے باتیں کرنا جائز نہیں، یہ انسان کی عاقبت کے

لیے خطرناک ہے۔

سوال: جو شخص نماز میں بکثرت اونگھتا ہو، کیا یہ اس کے منافق ہونے کی علامت ہے؟

جواب: نماز میں اونگھ آنا منافق ہونے کی دلیل نہیں۔ اس بارے میں کوئی دلیل شرعی معلوم نہیں ہو سکی۔

سوال: کیا رضاعی بیٹا، اپنی رضاعی ماں کا وارث بنے گا؟

جواب: رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے، لیکن وراثت نہیں۔ لہٰذا رضاعی بیٹا، اپنی ماں کا وارث نہیں بنے گا۔

سوال: جس بکرے کا ایک فوطہ نہ ہو، کیا اس کی قربانی جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، فوطے کا نہ ہونا قربانی میں مانع عیب نہیں۔

سوال: ایک شخص نے بازو پر ٹیٹو بنوائے ہوئے تھے، اب وہ تائب ہو چکا ہے، کیا وہ آگ وغیرہ سے ٹیٹو ختم کروا سکتا ہے؟

جواب: جسم پر ٹیٹو بنوانا شرعا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر کوئی تائب ہو چکا ہے، تو اسے چاہیے کہ آگ یا کسی کیمیکل کے ذریعے ٹیٹو زائل کروائے، بشرطیکہ نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

سوال: کیا شادی شدہ بیٹی کو فطرانہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر مستحق ہے، تو دیا جا سکتا ہے۔

سوال: فصل کے پکنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: زکوٰۃ فصل کاٹنے کے بعد واجب ہوتی ہے، پہلے نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ادا کر دے، تو یہ ادائیگی ہو جائے گی۔

سوال: بغیر کسی وجہ کے امام مسجد کو فارغ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی امام مسجد اپنی فرائض بخوبی انجام دیتا ہے، تو اسے امامت سے برطرف کرنا ظلم اور زیادتی ہے۔

عہد فاروقی میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر بنے اور انہیں امامت کراتے تھے، اہل کوفہ نے جھوٹی شکایت لگا کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو عہدہ سے برطرف کرا دیا، ایک کوفی نے جھوٹ بولا کہ سعد رضی اللہ عنہ نماز صحیح نہیں پڑھاتے، تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ؛ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ : شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ : فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

”اللہ کی قسم! میں تجھے تین بددعائیں دیتا ہوں، اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف دکھاوے اور ریاکاری کے لیے کھڑا ہوا ہے، تو اس کی عمر کو لمبا کر دے، اس کی فقیری کو بڑھا دے اور اسے فتنوں کا شکار کر دے۔ (سعد رضی اللہ عنہ کی بددعاؤں سے اس قدر بدحال ہو گیا کہ) بعد میں جب اسے پوچھا جاتا، تو کہتا: میں بوڑھا، محتاج اور فتنہ کے شکار آدمی ہوں، مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔ (راوی حدیث) عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعد میں اسے دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اور (اس حال میں بھی) بازار میں آتی جاتی لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔“

(صحيح البخاري : 755، صحيح مسلم : 453)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۵۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَجُبُّونَ أَسْنِمَةَ الْإِبِلِ، وَأَلْيَاتِ الْغَنَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيِّتٌ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو وہاں کے لوگ (زندہ) اونٹوں کی کوہانیں اور بکریوں (دنبہ) کی چکلیاں کاٹ لیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زندہ جانور کا جو حصہ کاٹا جائے، وہ حرام ہے۔''

(سنن أبي داوٗد: 2858، سنن التّرمذي: 1480)

جواب: اس روایت کو ائمہ علل نے خطا اور وہم قرار دیا ہے۔ اس کا مرسل ہونا ہی راجح ہے، اس کا کوئی طریق متصل نہیں۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ تمام روایات کا خلاصہ کرتے فرماتے ہیں:

الْمُرْسَلُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ.

''اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے۔''

(عِلَل الدّارقطني: 297/6، 259/11)

اس کے دیگر متابعات وشواہد بھی ضعیف ہیں۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے، مگر نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائے، کیا اسے توحید کا فائدہ ہوگا؟

جواب: ایمان لانے کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ضروری ہے، وہیں نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کچھ فائدہ نہ دے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لوگوں کے لیے نبی آخر الزماں پر ایمان لانا فرض ہے، اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے بغیر ایمان لائے فوت ہو گیا، تو وہ جہنمی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی ونصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہے۔“

(صحیح مسلم: 153)

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ وَحَّدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَنْفَعْهُ إِيمَانُهٗ بِاللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَا تَوْحِيدُهٗ، وَكَانَ مِنَ

الْكَافِرِينَ بِالْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ .

''بلاشبہ جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا تو اقرار کرے، مگر نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائے، تو اسے اللہ پر ایمان لانا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا فائدہ نہ دے گا اور اجماع قطعی کی رو سے وہ کافروں میں شمار ہوگا۔''

(المُفهم : 292/1)

سوال: منقش قالین پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: رنگ دار اور پھول دار قالین اگر نماز میں خلل انداز نہ ہو رہا ہو، تو اس پر نماز ادا کرنا درست ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي كِتَابِ اللِّبَاسِ : حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، وَفِيهَا تَصَاوِيرُ .

''میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کی پتیوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نماز ادا کرتے تھے، جس پر (بے جان چیزوں کی) تصویریں تھیں۔''

(سِيَر أعلام النُّبَلاء للذّهبي : 407/9، فتح الباري لابن رجب : 431/2، وسندهٗ صحيحٌ)

یہی روایت صحیح مسلم (۵۱۳) میں بھی ہے، لیکن اس میں تصاویر کا ذکر نہیں ہے۔

تنبیہ نمبر ا:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلَاتِي .

”عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک زیبائشی چادر (برائے پردہ) تھی، جو انہوں نے اپنے گھر کے ایک طرف لٹکا رکھی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ہمارے سامنے سے ہٹا دیں، کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں خلل واقع کرتی ہیں۔“

(صحيح البخاري : 374)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّ الْحَدِيثُ عَلٰى أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَفْسُدُ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْطَعْهَا وَلَمْ يُعِدْهَا .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ نقش ونگار والا کپڑا سامنے لٹکانے یا اس پر نماز ادا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز توڑی نہ نماز دہرائی۔“

(فتح الباري :484/1)

❁ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک منقش چادر تھی، (جو ابوجہم رضی اللہ عنہ نے تحفہ دی تھی)، جس سے نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ متاثر ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر ابوجہم رضی اللہ عنہ کو واپس کر دی اور اس کے بدلے بغیر نقوش کے اونی چادر لے لی۔

(صحيح مسلم : 556)

❁ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا:

إِنَّهَا أَلْهَتْنِي عَنْ صَلَاتِي .

”اس (نقش دار چادر) نے نماز میں میری توجہ منتشر کر دی ہے۔“

(صحيح البخاري : 373، صحيح مسلم : 556)

❀ ایک روایت میں ہے:

إِنِّي نَظَرْتُ إِلٰى عَلَمِهَا فِي الصَّلَاةِ، فَكَادَ يَفْتِنُنِي .

”میں نے نماز میں اس چادر کی دھاریوں کو دیکھا، جو میرا خشوع متاثر کرنے کو تھی۔“

(موطأ الإمام مالك : 68، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ ہر وہ نقش دار چیز جو نماز میں غفلت کا باعث بنے، توجہ میں خلل انداز ہو، اس پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے، بصورت دیگر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

تنبیہ نمبر۲:

سیدنا سفینہ مولیٰ رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے کھانا تیار کیا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعوت دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کھانا تناول فرماتے تو بہتر ہوتا، سو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھا، تو دیکھا کہ گھر کے ایک کونے میں زیبائشی پردے آویزاں کیے گئے ہیں، جنہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ گئے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ذرا دیکھئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس کیوں تشریف لے گئے، (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گیا، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ واپس کیوں تشریف لے گئے؟ فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا .

”مجھے یا کسی نبی کو زیبا نہیں کہ وہ ایسے گھر میں داخل ہوں، جس میں زیبائشی پردے ہوں۔“

(مسند أحمد : 5/220-221-222، سنن أبي داوٗد : 3755، سنن ابن ماجه : 3360، مسند إسحاق : 2112، شُعَب الإيمان للبيهقي : 248، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٣٥٤) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (١٨٢/٢) نے اس کی سند کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

ثابت ہوا کہ گھر میں زیبائشی پردے لٹکانا خلاف اولیٰ ہے، ان سے اجتناب بہتر ہے، واضح رہے کہ جس پردے پر جاندار کی تصویر ہو، وہ گھر میں لٹکانا ناجائز ہے۔

تنبیہ نمبر ۳:

شریح بن ہانی رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھتے تھے؟ میں نے قرآن میں سنا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا﴾ (بني إسرائيل : ٨) ”جہنم کافروں کے لیے جیل خانہ ہے۔“ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز نہیں پڑھی۔

(مسند أبي يعلٰى : 4448، المَقصد العَليّ : 342، مصنّف ابن أبي شيبة : [المَطالب العالية : 345/1]، وسندهٗ حسنٌ)

عدم رؤیت اور عدم علم وجود وثبوت کو مستلزم نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی معلومات کا اظہار فرمایا ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چٹائی پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

(صحيح مسلم : 513)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ ابواسحاق قرشی سے مروی ہے:

كَانَ عِنْدَنَا رَجُلٌ بِالْمَدِينَةِ، إِذْ رَاٰى مُنْكَرًا لَّا يُمْكِنُهٗ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ أَتَى الْقَبْرَ، فَقَالَ:

أَ يَا قَبْرَ النَّبِيِّ وَصَاحِبَيْهِ ...... أَلَا يَا غَوْثَنَا، لَوْ تَعْلَمُونَا

”مدینہ میں ہمارے قریب ایک آدمی رہتا تھا۔وہ برائی دیکھتا اور اسے ختم کرنے کی طاقت نہ پاتا،تو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر کہتا: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے دو ساتھیوں (سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی قبر! آپ ہمیں جانتے ہیں تو ہماری مدد کیجیے۔“

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 3879)

جواب: سند ضعیف ہے۔ابواسحاق قرشی کا تعین وتوثیق درکار ہے۔

سوال: کیا ادائیگی قرض کی درج ذیل دعا ثابت ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَلَا أُعَلِّمُكَ دُعَاءً تَدْعُو بِهٖ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا لَأَدَّى اللّٰهُ عَنْكَ؟ قُلْ يَا مُعَاذُ : «اللّٰهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ، تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ، وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ، وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرِ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَحْمَانُ

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، تُعْطِيهِمَا مَنْ تَشَآءُ، وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ، ارْحَمْنِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ» .

”کیا آپ کو ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ اگر آپ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو گا، تو اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا؟! معاذ! یہ دعا پڑھا کریں:

«اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ، تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ، وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ، وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرِ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَحْمَانُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، تُعْطِيهِمَا مَنْ تَشَآءُ، وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ، ارْحَمْنِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ» .

”اللہ! تو بادشاہت کا مالک ہے، جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے، دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والا ہے، جسے چاہتا ہے دنیا اور آخرت کی رحمت کا مستحق کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے رحمت روک لیتا ہے، مجھ پر ایسی رحمت فرما کہ وہ مجھے تیرے علاوہ کر کسی کی رحمت سے بے نیاز کر دے۔“

(المُعجم الصّغير للطبراني : 558)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① یونس بن یزید ایلی کی زہری سے منکر روایات ہیں۔

② زہری کا عنعنہ ہے۔

③ علی بن ایوب بن عبداللہ بن عباس مصری علوی مجہول ہے۔

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے چھ سوالات مشہور ہیں، کیا ان کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چھ سوالات کیے، اس بارے میں کچھ ثابت نہیں، اس کے متعلق مروی حدیث ضعیف ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَأَلَ مُوسٰى رَبَّهٗ عَنْ سِتِّ خِصَالٍ، كَانَ يَظُنُّ أَنَّهَا لَهٗ خَالِصَةً، وَالسَّابِعَةُ لَمْ يَكُنْ مُوسٰى يُحِبُّهَا، قَالَ : يَا رَبِّ أَيُّ عِبَادِكَ أَتْقٰى؟ قَالَ : الَّذِي يَذْكُرُ وَلَا يَنْسٰى، قَالَ : فَأَيُّ عِبَادِكَ أَهْدٰى؟ قَالَ : الَّذِي يَتْبَعُ الْهُدٰى، قَالَ : فَأَيُّ عِبَادِكَ أَحْكَمُ؟ قَالَ : الَّذِي يَحْكُمُ لِلنَّاسِ كَمَا يَحْكُمُ لِنَفْسِهٖ، قَالَ : فَأَيُّ عِبَادِكَ أَعْلَمُ؟ قَالَ: عَالِمٌ لَا يَشْبَعُ مِنَ الْعِلْمِ، يَجْمَعُ عِلْمَ النَّاسِ إِلٰى عِلْمِهٖ، قَالَ : فَأَيُّ عِبَادِكَ أَعَزُّ؟ قَالَ : الَّذِي إِذَا قَدَرَ غَفَرَ، قَالَ : فَأَيُّ عِبَادِكَ أَغْنٰى؟ قَالَ : الَّذِي يَرْضٰى بِمَا يُؤْتٰى، قَالَ : فَأَيُّ عِبَادِكَ أَفْقَرُ؟ قَالَ : صَاحِبٌ مَنْقُوصٌ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ ظَهْرٍ، إِنَّمَا الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ غِنَاهُ فِي نَفْسِهٖ وَتُقَاهُ فِي قَلْبِهٖ،

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ شَرًّا جَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ .

''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے چھ چیزوں کے متعلق پوچھا، جنہیں وہ پسند کرتے تھے کہ وہ چھ چیزیں ان کی ہو جائیں، جبکہ ساتویں شے (کے متعلق بھی پوچھا، مگر اس) کو موسیٰ علیہ السلام اپنے لیے پسند نہیں کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرے رب! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو (میرا) ذکر کرتا ہے، غافل نہیں ہوتا۔ عرض کیا: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ کون ہے؟ فرمایا: جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ پوچھا: تیرے بندوں میں سب سے بڑا فیصل کون ہے؟ فرمایا: جو لوگوں کے لیے وہیں فیصلے کرتا ہے، جو اپنے لیے کرتا ہے۔ پوچھا: تیرے بندوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا: ایسے عالم، جو علم سے سیر نہ ہو، وہ دوسروں کے علم کو بھی سمیٹ لے۔ پوچھا: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: جو (انتقام پر) قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔ پوچھا: تیرے بندوں میں سب سے غنی کون ہے؟ فرمایا: جو دیے پر راضی ہو جائے۔ پوچھا: تیرے بندوں سے سب سے زیادہ فقیر کون ہے؟ فرمایا: جو دیے گئے کو کم سمجھے اور مزید کا طلب گار رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امیری زیادہ سامان کا نام نہیں، بلکہ امیری تو دل کی امیری ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کے نفس میں غنا اور دل میں اپنا ڈر پیدا کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے شر کا ارادہ کرتا ہے، تو فقیری کو اس کے ماتھے پر رکھ دیتا ہے (جس وجہ سے

وہ ہر وقت اپنی غربت کے رونے روتا رہتا ہے)۔‘‘

(صحیح ابن حبان : 6217)

سند ضعیف ہے، دراج ابوالسمح ضعیف ہے۔

❀ علامہ ابن منظور افریقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

’’دراج کو اکثر حفاظ نے ضعیف قرار دیا ہے۔‘‘

(مُختصر تاریخ دِمَشق : 165/8)

سوال: ایک شخص نے قرآن پر جھوٹا حلف دیا، اب وہ توبہ کرنا چاہتا ہے، کیا اس کا کوئی کفارہ ہے؟

جواب: جھوٹی قسم اٹھانا سنگین جرم ہے، اسے بڑے بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر کسی نے قرآن پر جھوٹا حلف دے دیا، تو اسے فورا رب تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے، قبل اس کے اللہ کی پکڑ آ جائے۔

اگر جھوٹا حلف اٹھا کر کسی کی حق تلفی کی گئی ہے، تو توبہ کے ساتھ ساتھ اس کی تلافی بھی ضروری ہے۔

جھوٹے حلف پر کوئی کفارہ نہیں۔ کفارہ اس قسم پر ہے، جو آئندہ کسی کام کے ساتھ معلق کی جائے، پھر اسے توڑ دے، مثلاً کہے کہ اللہ کی قسم میں فلاں کام کروں گا، پھر اگر وہ یہ کام نہ کر سکے یا جان بوجھ کر وہ کام نہ کرے، تو اس قسم پر کفارہ ہے۔ ماضی یا حال کے کسی کام پر جھوٹی قسم اٹھانے پر کفارہ نہیں، صرف گناہ ہے۔

سوال: میری بہن امریکہ میں مقیم ہے، اس کے یہاں بیٹا ہوا ہے، کیا عقیقہ کا ایک

بکرا امریکہ میں اور ایک پاکستان میں ذبح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، اس طرح کیا جا سکتا ہے، البتہ دونوں جانور ایک ہی دن میں ذبح ہونے چاہییں، پاکستانی اور امریکی وقت کے مطابق جب بچے کی پیدائش کا ساتواں دن بنتا ہے، اس دن ذبح کیے جائیں۔

سوال: کیا کاغذ پر قلم کے ساتھ پرندوں کی تصاویر بنانا جائز ہے؟

جواب: کاغذ قلم کے ساتھ کسی بھی جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔

سوال: ہاتھ کی لکیروں سے بیمار کی تشخیص کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہاتھ کی لکیروں سے بیمار کی تشخیص جائز نہیں، کیونکہ اس پر کوئی شرعی دلیل ہے نہ میڈیکل پروف۔ اس میں یقینی طور پر ناجائز توہمات اور شعبہ بازیاں ہیں، لہٰذا ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر تشخیص کرنا یا کرانا بے حقیقت عمل ہے۔

سوال: کیا ہسپتال میں مرد مریضوں کا علاج عورتیں کر سکتی ہیں؟

جواب: ہسپتال کی انتظامیہ پر اسلامی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ مرد مریضوں کے لیے مرد سٹاف رکھیں اور عورت مریضوں کے لیے عورتوں کے سٹاف کا بندوبست کریں۔ بغیر مجبوری کے مردوں کا عورتوں سے علاج کرانا درست نہیں۔ یہ شرم وحیا کا تقاضا ہے۔

سوال: ایک شخص سخت بیمار ہے، وہ خواہش کر رہا ہے کہ اسے میوزک سنایا جائے، تا کہ اس کا دل لگا رہے، کیا اسے میوزک لگا کر دینا جائز ہے؟

جواب: آلات موسیقی کا استعمال شرعا ناجائز اور حرام ہے، اگر کوئی مریض بھی مطالبہ کرے، تو اس کی خواہش پوری کرنا جائز نہیں، یہ گناہ میں تعاون ہے، مریض کے دل کو بہلانے کے لیے قرآن کریم کی تلاوت سنائی جائے یا کوئی جائز اور عمدہ اشعار پر مبنی نظم، حمد یا

نعت سنائی جائے، جس میں میوزک کا استعمال نہ ہو۔

بہرحال مریض کو بہلانے کے لیے میوزک لگانا جائز نہیں۔

سوال: کیا موسیقی سے علاج ہے؟

جواب: موسیقی میں کوئی علاج نہیں، یہ برے لوگوں کی برائی ہے، آلات موسیقی کا استعمال شیطانی عمل ہے، اس کے ساتھ دل پراگندہ ہوتا ہے، اس میں کوئی شفا اور سامان علاج نہیں ہے، یہ ابلیسی وسوسہ ہے، جس کا شکار کچھ ناہنجار ہو چکے ہیں۔

سوال: ہسپتالوں میں دائمی مریضوں کو خوش کرنے کے لیے ہسپتال انتظامیہ ہفتہ میں ایک دن رقص کا پروگرام رکھتی ہے، جس میں ڈانس کے لیے رقاص بلائے جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: غیر محرم عورت کا ناچنا ناجائز اور حرام ہے۔ یہ فحاشی کی بری صورت ہے۔ ہسپتالوں میں ہونے والے ایسے تمام پروگرام شرعاً حرام ہیں، ولاۃ الامر کی ذمہ داری ہے کہ ان پر فی الفور پابندی لگائی جائے، ورنہ انہیں رب العالمین کے ہاں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

مریضوں کا خیال رکھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کی جائے، یہ گناہ پر تعاون ہے جو اسلام کی بنیادی قواعد کے خلاف ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدۃ: 2)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے

کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

سوال: کیا کسی معاملہ میں ڈاکٹرز سے فتویٰ لیا جا سکتا ہے؟

جواب: ڈاکٹرز اور ماہر اطبا سے بعض معاملات میں راہنمائی اور انفارمیشن لی جا سکتی ہے، مگر فتویٰ دینا صرف اور صرف ماہر علما اور مفیان کرام کا وظیفہ ہے، انھی سے طلب کرنا چاہیے، کیونکہ فتویٰ خالص شرعی معاملہ ہے، جس کا حل وہی جانتا ہے، جو شریعت کی نصوص اور فہم سے واقف ہو۔

سوال: ہسپتال میں مرد ڈاکٹروں کا عورت ڈاکٹروں کے ساتھ مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: غیر محرم مرد کا غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔ البتہ زبانی کلامی سلام کہا جا سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وَاللّٰهِ، مَا أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ، يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ: قَدْ بَايَعْتُكُنَّ كَلَامًا.

”اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے صرف ان چیزوں کا عہد لیا، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ بیعت لیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے فرماتے: میں نے آپ سے زبانی عہد لے لیا ہے۔“

(صحيح البخاري: 5288، صحيح مسلم: 1866)

❁ سیدہ اُمیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ.

”میں (غیر محرم) عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔“

(الموطّأ للإمام مالك : 982/2، مسند الإمام أحمد : 357/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

لَمْ يُصَافِحْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا امْرَاَةً .

''رسول اللہ ﷺ نے ہم عورتوں میں سے کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 357/6، المستدرك للحاكم : 71/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ جعبری رحمہ اللہ (۷۳۲ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى حُرْمَةِ مُصَافَحَةِ النِّسَاءِ فِي الْمُبَايَعَةِ وَغَيْرِهَا مُبَاشِرًا أَوْ بِوَاسِطَةٍ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں سے بیعت وغیرہ میں مصافحہ کرنا حرام ہے، خواہ کوئی شے حائل ہو یا نہ ہو۔''

(رُسوخ الأحبار في مَنسوخ الأخبار، ص 511)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَافِحُ النِّسَاءَ فِي الْبَيْعَةِ .

''رسول اللہ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے وقت مصافحہ نہیں کرتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 213/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّهٗ كَانَ يَمْتَنِعُ مِنْهُ لِتَحْرِيمِهٖ عَلَيْهِ .

''ظاہر بات یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ عورت سے مصافحہ کرنے سے اجتناب

اس لیے کرتے تھے کہ یہ آپ ﷺ پر بھی حرام تھا۔"

(فَيض القدير للمَناوي : 185/5)

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَأَنْ يُّطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِيدٍ؛ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَّا تَحِلُّ لَهٗ .

"آپ میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھوئی جائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ نامحرم عورت کو چھوئے۔"

(المُعجم الكبير للطّبراني : 212/20، وسندهٗ حسنٌ)

افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ اسلامی معاشرے نے کفار کی نقالی میں اسلامی حدود کو فراموش کر دیا ہے اور غیر محرموں کا آپسی اختلاط اس قدر بڑھ چکا ہے کہ نہ صرف ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہیں، بلکہ بغل گیر بھی ہو جاتے ہیں، بلکہ اسے برا جاننے والوں کو پراگندہ ذہن خیال کیا جانے لگا ہے، یہ ایک معاشرتی فحاشی اور برائی ہے، جسے روکنے والا کوئی نہیں، اس کے نتیجہ میں رب تعالیٰ کی رحمت اٹھ جاتی ہے اور طرح طرح کی آزمائشیں گیر لیتی ہیں۔

سوال: اس غرض سے کہ دو سے زیادہ بچے پیدا نہ ہوں، کیا عورت کی بچہ دانی بند کروائی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر غرض صرف زیادہ بچے پیدا کرنے سے بچنا ہو، تو ایسا کرنا جائز نہیں، یہ بداعتقادی ہے، جس کا شکار بہت سے اسلامی معاشرے بھی ہو چکے ہیں۔ اولاد کی کثرت باعث رحمت و فضل ہے، رزق دینے والا اللہ ہے۔ جس نے دو بچوں کا رزق دیا، وہ زیادہ کا رزق دینے پر بھی قادر ہے، اگر انسان سمجھے تو!

البتہ اگر مزید بچے پیدا کرنے سے عورت کی صحت یا جان کو شدید خطرہ ہے، جس کے متعلق ماہر اطبا کی ایک ٹیم نے تنبیہ کی ہوئی ہے، تو اس صورت میں حمل کے بچاؤ کی کوئی بھی جائز صورت اختیار کی جاسکتی ہے، جو شرعی نقطہ نظر سے بھی درست ہو اور عورت کی صحت کے لیے بھی نقصان دہ نہ ہو۔ یہ فیصلہ ماہر اطبا اور جید علما مریضہ کی حالت کے مطابق کریں گے۔

سوال: اگر معلوم پڑ جائے کہ عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے، وہ سخت بیمار ہے، زندہ پیدا بھی ہو گیا، تو زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے گا، کیا ایسی صورت میں بچے کا اسقاط کرایا جا سکتا ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں بچے کا اسقاط جائز نہیں، بچے کو دنیا میں آنے کا حق دینا چاہیے، وہ ایک مکمل جان ہے، جس میں روح پھونکی گئی ہے، اسے مارنا بھی قتل ہے، پھر یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی بیماری دور کر دے اور وہ تندرست ہو کر جنم لے، لہٰذا قبل از وقت کسی بچے کا اسقاط نہیں کرایا جا سکتا، ہاں یہ ضروری ہے کہ عورت کا پابندی سے طبی معائنہ جاری رکھا جائے، تاکہ کسی بھی خطرے سے بروقت نمٹا جا سکے۔

سوال: جس مریض کو لاعلاج قرار دے دیا گیا ہو، اسے کیا نصیحت کرتے ہیں؟

جواب: موت کا صحیح وقت اللہ کے علم میں ہے، کئی ایسے مریض ہیں، جنہیں ماہرین طب جواب دے دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے دیتا ہے، بہر حال زندگی سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے، ہمیشہ شفایابی کی دعا کرتے رہنا چاہیے، لیکن مرنا تو ہر ایک کو ہے، خواہ اسے کوئی لاعلاج قرار دے یا نہ دے۔

جسے اطبا لاعلاج قرار دے دیں، اسے چاہیے کہ:

① اپنے عقیدے کی اصلاح کرے، جتنا وقت اس کا باقی بچا ہے، اس میں

رب العالمین کے ساتھ شرک نہ کرے۔

② اللہ تعالیٰ کے احکام ونواہی کا خیال رکھے، نماز سمیت دیگر تمام فرائض وواجبات کی حتی الوسع پابندی کرے، گناہوں سے مجتنب رہے۔

③ توبہ واستغفار کی کثرت کرے، ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

④ صبر واستقامت سے کام لے، اللہ تعالیٰ پر راضی رہے، گلے شکوے کرنے سے گریز کرے۔

⑤ اپنے لین دین کے معاملات حل کرے، اگر کوئی قرض ہے، تو ادا کرے، خود ادا کرنے کی استطاعت نہیں، تو قریبی ورثا کو وصیت کرے۔

⑥ کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوگئی ہو، تو اس سے معافی مانگ لے، کہ آخرت میں بدلہ دینا بہت مشکل ہے۔

⑦ اولاد اور گھر والوں کو صبر کی تلقین کرے اور دین پر ثابت قدمی کی نصیحت کرے، تاکہ وہ اس کے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔

⑧ دنیا کی محبت سے کنارہ کر لے اور آخرت کی تیاری کرے، صحیح العقیدہ علما کی صحبت میں وقت گزارے اور ان سے تعلق بنائے۔ فساق وفجار کی مجالس کا بائیکاٹ کر دے کہ ان مجالس سے دل پراگندہ ہوتا ہے۔

سوال: سرکاری ہسپتال کی فری ادویات کو دوسرے نجی ہسپتال میں آدھی قیمت پر فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ واضح کرپشن ہے اور حرام طریقہ سے مال کمانا ہے۔ اس پر سخت کاروائی ہونی چاہیے، سرکار کی مہیا کردہ اکثر سہولیات کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے۔

سوال: ایک ڈاکٹر سرکاری ہسپتال میں ہوتا ہے، وہ ہسپتال سے فری ادویات لے جاتا ہے اور اپنے کلینک پر مستحق افراد کو دیتا ہے، اس کے بدلے کوئی پیسے بھی نہیں لیتا، کیا اس کا یہ اقدام درست ہے؟

جواب: اگر ہسپتال کی انتظامیہ کو اعتراض نہیں، تو اس کا یہ اقدام درست ہے، کیونکہ وہ ان ادویات سے کچھ نفع نہیں کما رہا، نیز وہ یہ ادویات مستحق افراد کو فری میں دیتا ہے، لہٰذا اس میں حرج نہیں۔

لیکن اگر انتظامیہ نے پابندی لگائی ہے کہ اس ہسپتال کی دوائی صرف اسی ہسپتال کے مریض کو ہی دی جائے گی، تو اس نظم کی پابندی ضروری ہے۔

سوال: کیا ڈاکٹر نامحرم مریضہ کے ساتھ خلوت اختیار کر سکتا ہے؟

جواب: اجنبی مرد کا اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں۔ یہ شرعی حد ہے، جسے پامال کرنا کسی مسلمان کو لائق نہیں۔

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی اجنبی عورت کا ڈاکٹر سے خلوت اختیار کرنا ضروری ہے، تو ساتھ عورت کا محرم بھی موجود ہو۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

"کوئی شخص کسی (غیر محرم) عورت سے خلوت اختیار نہ کرے، الا یہ کہ اس کا محرم رشتہ دار ساتھ موجود ہو۔"

(صحيح البخاري: 3006، صحيح مسلم: 1341)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا خَلَا الْأَجْنَبِيُّ بِالْأَجْنَبِيَّةِ مِنْ غَيْرِ ثَالِثٍ مَعَهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ.

''اگر کوئی اجنبی مرد اجنبی عورت سے خلوت اختیار کرے اور کوئی تیسرا موجود نہ ہو، تو یہ حرام ہے، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح النّووي : 109/9)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

۞ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ أَنَا عَالِمٌ، فَهُوَ جَاهِلٌ.

''جس نے کہا کہ میں عالم ہوں، تو وہ جاہل ہے۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 6846)

جواب: سند باطل ہے۔

① لیث بن ابی سلیم ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

② محمد بن معاذ بن سفیان دران مجہول ہے۔

اس حدیث کا مرفوع ہونا ہی وہم اور خطا ہے۔

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ حَكَمَ عَلَيْهِ الْحُفَّاظُ بِالْوَهْمِ فِي رَفْعِهٖ، فَإِنَّ لَيْثَ بْنَ أَبِي سُلَيْمٍ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ.

''اس حدیث کے مرفوع ہونے پر حفاظ نے وہم اور خطا کا حکم لگایا ہے، کیونکہ

لیث بن ابی سلیم بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(الحاوي للفتاوي : 2/9)

❀ نیز اس حدیث کو ''باطل'' بھی قرار دیا ہے۔

(الحاوي للفتاوي : 2/11)

❀❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ٦٥٩)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص نے اپنے مشرک والد کی طرف سے حج کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص حالت شرک فوت ہوا، ایسے مشرک کی طرف سے کوئی عمل جائز نہیں، نہ اس کے لیے دعائے مغفرت جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (التوبة : ١١٣)

”نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔“

راجح قول کے مطابق کوئی کسی کی طرف سے حج یا عمرہ نہیں کرسکتا، سوائے نذر کے، کہ اسے پورا کرنا قریبی ورثاء پر ضروری ہے۔

سوال: اُمت کے تہتر گروہوں کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری اُمت کے تہتر فرقے بن جائیں گے، ان میں سے ۷۲ گروہ جہنم میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا۔

تہتر واں گروہ ناجی فرقہ ہے، جو قیامت تک باقی رہے گا۔

راجح قول کے مطابق یہ تہتر کے تہتر گروہ سب اُمت اجابہ میں سے ہیں، یعنی جنھوں نے اسلام کو قبول کیا ہوا ہو اور خود کو اسلام میں داخل سمجھتے ہوں۔ ان میں ہندو، سکھ، یہود ونصاریٰ وغیرہ شامل نہیں، یہ صرف مسلمانوں کے تہتر گروہ ہوں گے، ان میں سے صرف ایک گروہ ایسا ہوگا، جو اسی ملت اور دین خالص پر قائم ہوگا، جس پر نبی کریم ﷺ اُمت کو چھوڑ کر گئے، باقی بہتر کے بہتر گروہ گمراہ ہو چکے ہوں گے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ سب صحیح ہے، جو جس طریقہ پر لگا ہوا ہے، لگا رہنے دیں، یہ سب سے بری فکر ہے، جو دعوت کے درمیان حائل ہے۔ ہر انسان پر لازم ہے کہ پہلے خود تحقیق اور جستجو کر کے فرقہ ناجیہ کو تلاش کرے، اس میں خود بھی شامل ہو اور دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت دے، جو جہاں لگا ہے، اسے لگا مت رہنے دیں، یہ کوئی خیر خواہی نہیں، اسلام خیر خواہی والا مذہب ہے، اس لیے مسلمان جو خود پسند کرے، اس کی دعوت دوسروں کو بھی دے، البتہ یہ ضرور ہے کہ دعوت کا اسلوب شائستہ، مدلل اور پُر حکمت ہونا چاہیے۔

یاد رہے کہ دیگر مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں اسلام میں ایک مستقل فرقہ ہے، جس کا اپنا تشخص اور تعلیمات ہیں، اسلام کے اندر فرقوں کی اجازت نہیں، جو بھی فرقہ اسلام سے جدا ہو جائے گا، یا وہ فرقہ اسلام کے مقابل وجود میں آئے گا، وہ سراپا گمراہی ہوگا۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے اُمت کے تہتر فرقوں کی پیشین گوئی فرمائی ہے اور ناجی فرقہ کی خبر دی ہے، تو یہ ماننا ضروری ہے کہ حق ایک ہی فرقہ میں منحصر ہے، وہ فرقہ جو وحی کی تعبیریں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اہل سنت سے لیتا ہے، اصل پیروی وحی کی ہے، وحی کی تفہیم کے لیے

اسلاف اُمت کی راہنمائی ضروری ہے، ان کے علم وعمل کو اپنی دلیل بنانا ہوگا۔ یہ وہ دلیل ہے، جو ایک انسان کو وحی پر قائم رکھ سکتی ہے۔ بہتر گروہوں کا دعویٰ بھی قرآن وحدیث ہی ہے، مگر ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے نصوص کی تعبیروں کو بدل کر من چاہی تفسیریں اور تعبیریں پیش کیں اور قرآن وسنت میں معنوی تحریف کے مرتکب قرار پائے۔

وحی کیا ہے؟ وہ قرآن وحدیث ہے۔ جس کی اسلاف اُمت بھرپور دعوت دیتے رہے ہیں۔ ائمہ اہل سنت والجماعت وحی پر کاربند تھے، وہ وحی سے سرمو منحرف نہیں تھے، لہٰذا وہ طائفہ منصورہ بن گئے۔ آج بھی حق پر قائم رہنے کے لیے طائفہ منصورہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلاف اُمت کی پیروی تقلید نہیں، کیونکہ تقلید وحی کے مخالف اَمر کا نام ہے۔ تقلید اس لیے باطل ہے کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی برہان نہیں اتاری۔

لہٰذا اسلاف اُمت کی پیروی سبیل مومنین کی پیروی ہے۔ اسلاف اُمت کی علم وفہم میں پیروی تقلید نہیں، تقلید ایک دوسری چیز ہے، جو انسان کو صراط مستقیم اور راہِ ہدایت سے منحرف کر دیتی ہے۔

سوال: ایک شخص کو صرف سورت اخلاص اور سورت کوثر یاد ہے، کیا وہ ان سورتوں کو ایک ہی رکعت میں بار بار دہرا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، دہرا سکتا ہے۔

سوال: کاہن کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کاہن کی اقتدا جائز نہیں، اگر اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لی، تو نماز کا اعادہ واجب ہے، کیونکہ کہانت کی بعض صورتیں کفر ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ.

''جو شخص عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس آیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔''

(مسند الطّيالسي : 381، المعجم الأوسط للطّبراني : 1453، وسندهٗ صحيحٌ)

ایسی بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، لہٰذا یہ مرفوع حکمی ہے۔

سوال: اگر نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر بھول جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز جنازہ صحیح ہے، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

سوال: حالت وضو میں کسی نجس شے کو ہاتھ لگ گیا، تو وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو برقرار ہے، نجس یا پلید چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ وہ اچھی طرح ہاتھ دھو لے۔ اسی طرح اگر جسم پر پلید شے لگ جائے، تو بھی وضو نہیں ٹوٹتا، صرف نجاست کو دور کر دے۔

سوال: کیا زیر ناف ہاتھ باندھنا ثابت ہے؟

جواب: زیر ناف ہاتھ باندھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ثابت نہیں، اس بارے میں مروی کوئی روایت بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَكَمَا صَحَّ أَنَّ الْوَضْعَ هُوَ السُّنَّةُ دُونَ الْإِرْسَالِ ثَبَتَ أَنَّ مَحَلَّهُ الصَّدْرُ لَا غَيْرَ وَأَمَّا حَدِيثُ أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ

الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ، فَقَدِ اتَّفَقُوا عَلٰى ضَعْفِهِ كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْهُمَامِ نَقْلًا عَنِ النَّوَوِيِّ وَسَكَتَ عَلَيْهِ .

''حاصل کلام یہ ہے: جس طرح یہ بات درست ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے، ہاتھ چھوڑنا سنت نہیں، اسی طرح ہاتھ باندھنے کا محل سینہ ہے، نہ کہ کوئی اور جگہ۔ جس حدیث میں ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے، وہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے، جیسا کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے حافظ نووی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔''

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه: 271/1)

✿ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ تَحْتَ السُّرَّةِ وَإِنْ كَانَ ضَعِيفًا ....

''زیر ناف ہاتھ باندھنے والی روایت ضعیف ہے۔''

(الأمالي على سنن أبي داود: 615/1)

تنبیہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ .

''اہل علم کے نزدیک اس مسئلہ میں وسعت ہے (چاہے سینے پر ہاتھ باندھے یا زیر ناف باندھیں)۔''

(سنن الترمذي، تحت الرقم: 252)

اس وسعت پر کوئی دلیل شرعی نہیں، ہر ایک کی بات کو قرآن وسنت کے دلائل پر پیش کیا

جائے گا۔ اُصول محدثین کی روشنی میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں، جس میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہو، نہ کسی صحابی سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ جب زیر ناف ہاتھ باندھنا ثابت ہی نہیں، تو اس میں وسعت کیسے دی جاسکتی ہے؟!

اگر کسی محدث کا زیر ناف ہاتھ باندھنے پر عمل ہے، تو ان کا عمل حدیث پر پیش کیا جائے گا، اگر حدیث سے اس کی تائید ہو، تو درست، ورنہ چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ مسلک اہل حدیث ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ محدثین کی علمی اور اجتہادی اخطا اور ایک منحرف کی اخطا میں واضح فرق ہے، محدثین خطا پر عنداللہ ماجور ہیں، جبکہ منحرف گناہ گار ہے۔

مسلک اہل حدیث پر کاربند رہا جائے گا، جن اُمور پر علمائے اہل سنت کے مابین اتفاق ہے، ان کی مخالفت جائز نہیں، ان کی مخالفت دراصل حق کی مخالفت ہے، حق کی مخالفت ضلالت ہے۔ البتہ جن اُمور میں محدثین عظام کے مابین اختلاف ہو، تو اس اختلاف سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ جو رائے دلائل کے اعتبار سے قوی ہوگی، وہ راجح قرار پائے گی اور دوسری مرجوح، اس کے باوجود سلف میں اگر کسی مسئلہ میں دو مختلف اقوال ہیں، تو ان میں سے کسی ایک قول کو دلائل کی بنیاد پر لیا جائے گا اور دوسرے کو چھوڑ جائے گا، مگر تیسرا قول جاری نہیں کیا جائے گا، اس کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔

بہر صورت مسلک محدثین کی پیروی ضروری ہے۔ اسلاف اُمت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں، اس صورت میں جو قول حدیث اور اثر صحابی کے موافق ہوگا، اسے لیا جائے، دوسرا چھوڑ دیا جائے گا۔ اس سے حدیث اور آثار پر عمل بھی ہو جاتا ہے اور

مسلک محدثین کی پابندی بھی ہو جاتی ہے اور خواہش نفس سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

سوال:

❁ عبدالرحمٰن لجلاج رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ قَالَ لِبَنِيهِ : ...... وَاقْرَؤُوا عِنْدَ رَأْسِي أَوَّلَ الْبَقَرَةِ وَخَاتِمَتَهَا فَإِنِّي رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَحِبُّ ذٰلِكَ .

''آپ رحمہ اللہ نے اپنی اولاد سے کہا:......(دفن کے بعد) میری قبر کے سرہانے سورت بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیات تلاوت کرنا، کیونکہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ اسے اچھا خیال کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 56/4)

جواب: سند ضعیف ہے۔عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات (۷/۹۰)'' میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَوْقُوفٌ حَسَنٌ .

''یہ موقوف حسن روایت ہے۔''

(الدّعوات الكبير : 638)

اس قول سے عبدالرحمٰن بن العلاء کی توثیق ثابت نہیں ہوتی۔لہٰذا جس اثر میں مجہول الحال راوی ہو، وہ حسن یا صحیح نہیں ہوسکتا۔

سوال: وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے مارنا کیسا ہے؟

(جواب): مستحب ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت سے وضو کے بعد شرمگاہ والی جگہ پر کپڑے کے اوپر چھینٹے مارنا ثابت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وضو کے بعد شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ پیشاب کے قطرے نکل آئے ہیں، جبکہ ایسا ہوتا نہیں، تو اس وسوسہ کو زائل کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، تا کہ شیطانی وسوسے ختم ہوں۔

❁ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

لَوْ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ كَثِيرًا لَا يَلْتَفِتُ إِلٰى ذٰلِكَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَيَنْضَحُ فَرْجَهٗ بِمَاءٍ حَتّٰى لَوْ رَأَى بَلَلًا حَمَلَهٗ عَلٰى بَلَّةِ الْمَاءِ .

”اگر بہت زیادہ شیطانی وساوس محسوس کرے، تو ان وساوس کو خاطر میں نہ لائے، جیسا کہ نماز میں (وساوس آتے ہیں اور ان کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔) نیز شرمگاہ پر چھینٹے مارے، اگر وہ (وسوسے کی بنا پر) تری محسوس کرے، تو یہ خیال کرے کہ یہ چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری: 49/1)

اس کے برخلاف ابن عربی صوفی کا کہنا ہے:

إِنَّ حِكْمَةَ الْاِنْتِضَاحِ إِيرَادُ نَارِيَّةِ عُضْوِ التَّنَاسُلِ .

”چھینٹے مارنے میں حکمت عضو تناسل کی حرارت کو ٹھنڈا کرنا ہے۔“

(الأمالي على سنن أبي داود للكشميري: 303/1)

ہمارے مطابق یہ عجیب رائے ہے۔ صوفیوں کا اپنا دین ہے۔

(سوال): جس ذبیحہ کا ذبح کے وقت خون نکلا، مگر اس نے حرکت نہ کی، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر یقین ہے کہ ذبح کے وقت جانور زندہ تھا اور خون بھی نکلا، تو وہ بلاشبہ

حلال ہے، خواہ حرکت کرے یا نہ کرے۔

سوال: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) حق کے امام تھے۔ ہر دور کے علما آپ کے علم سے مستفیض ہوتے رہے۔ آپ رحمہ اللہ سلف وخلف کے علم سے آگاہ تھے۔ باکمال اور باسعادت تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبارک بنایا تھا۔ آپ جرأت وحمیت کے استعارہ تھے، آپ اُمت کے محسن ہیں۔ آپ کو اُمت نے بالاتفاق ''شیخ الاسلام'' کے معزز لقب سے ملقب کیا ہے۔ ہر موحد مومن اور ہر سنی العقیدہ شخص آپ رحمہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور آپ کی صلاحیتوں کا معترف ہے۔ آپ رحمہ اللہ فہم سلف کے علمبردار ہیں۔

اہل شرک وکفر اور اہل بدعت وضلال آپ رحمہ اللہ کے مخالف اور دشمن تھے۔ وہ ہر دور میں اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہے۔

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَافِظُ ابْنُ تَيْمِيَةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَإِنَّهٗ ...... فِي طَبْعِهٖ سَوْرَةٌ وَحِدَّةٌ، فَإِذَا عَطَفَ إِلٰى جَانِبٍ عَطَفَ وَلَا يُبَالِي، وَإِذَا تَصَدّٰى إِلٰى أَحَدٍ تَصَدّٰى وَلَا يُحَاشِي، وَلَا يُؤْمَنُ مِثْلُهٗ مِنَ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ، فَالتَّرَدُّدُ فِي نَقْلِهٖ لِهٰذَا، وَإِنْ كَانَ حَافِظًا مُتَبَحِّرًا.

''حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طبیعت میں جوش اور تیزی تھی، جب وہ کسی جانب مائل ہوتے، تو پوری طرح مائل ہو جاتے اور کچھ پرواہ نہ کرتے تھے اور جب کسی کے پیچھے پڑتے، تو اس کے درپے ہو جاتے اور پہلو تہی اختیار نہیں کرتے تھے، اس جیسی طبیعت سے افراط وتفریط کا اندیشہ رہتا ہے، لہٰذا ان کی نقل کردہ

یہ (مذکورہ) بات میں تردد ہے، اگرچہ وہ حافظ اور متبحر ہیں۔''

(فيض الباري :59/1)

اہل بدعت کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی ہے کہ اہل حق کو بدنام کریں، جو بھی ان کی طبیعت ناز کی خبر لیتا ہے اور ان کو مدلل ومبرہن جواب دیتا ہے، اسے متشدد اور متعصب کہہ دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منصف مزاج اور حق گو عالم تھے، ان کی حق گوئی کو افراط وتفریط کا نام دیا جا رہا ہے۔ علامہ کشمیری صاحب سے یہ بالکل بھی اُمید نہ تھی۔

چونکہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کھلے عام عقائد سلف کا پرچار کیا ہے، ان پر دلائل وبراہین کو جمع کر دیا، نیز ائمہ اہل سنت کے عقائد پر اٹھنے والے ایک ایک اعتراض کو نقلی وعقلی دلیل سے رد کیا ہے، جس پر آپ رحمہ اللہ کی کتب شاہد عدل ہیں۔ یہ چیز ان لوگوں کے لیے باعث عار تھی، جو عقائد ائمہ اہل سنت والجماعت سے منحرف تھے، لہٰذا انہوں نے اس علمی رد اور مناقشہ کو سختی سے تعبیر کیا، بلکہ تردد کی بات کر کے آپ رحمہ اللہ کی نقل کو ہی مشکوک قرار دیا۔

❀ نیز کشمیری صاحب کہتے ہیں:

كَانَ مُشَدِّدًا قَامِعًا لِلْبِدْعَةِ الشَّنِيعَةِ، وَمُخَالِفًا لِجَمَاعَةِ الصُّوفِيَّةِ حَتّٰى أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ فِي حَقِّ الشَّيْخِ الْأَكْبَرِ : إِنَّهٗ زِنْدِيقٌ .

''ابن تیمیہ رحمہ اللہ سخت تھے اور بدعت شنیعہ کا قلع قمع کرنے والے تھے، نیز جماعت صوفیہ کے مخالف تھے، یہاں تک کہ انہوں نے شیخ اکبر (ابن عربی) کو زندیق تک کہہ دیا۔''

(الأمالي على سنن أبي داود :247/1)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ حق کے پاسبان تھے، جس نے بھی دین میں رخنہ سازی کی، ابن

تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی خوب علمی خبر لی اور اس کی خطا کو واضح کیا، جس نے اسلام کی تعبیروں کو بدلا اور من چاہی تفاسیر و تفاہیم پیش کیے، انہیں بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ انہیں میں ایک گروہ صوفیا کا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے صوفیا کے برے عقائد و نظریات کا مدلل رد پیش کیا اور اسلام میں ان کی حیثیت واضح کی۔

جماعت صوفیا گمراہ اور منحرف ہیں، ان میں غالی اور باطنی صوفیا اپنا الگ دین رکھتے ہیں۔ دیگر باطل گروہوں کی طرح یہ بھی اپنے مزعومہ عقائد پر دلائل پیش کرتے ہیں، جو کہ لفظی یا معنوی تحریف پر مشتمل ہیں، شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ان کی ہر ہر دلیل کا مسکت جواب دیا ہے۔

باطنی صوفیا کے اساطین میں ایک نام ابن عربی کا ہے۔ جس کی کتابیں کفر و شرک کا ملغوبہ ہیں، ابن تیمیہ رحمہ اللہ ابن عربی کے عقائد سے پوری طرح واقف تھے، لہٰذا اس کی بداعتقادیوں کی بنا پر اس کی اسلام میں حیثیت واضح کی، جو کہ زندیقیت ہے۔ ابن عربی کو زندیق یا منحرف کہنے والوں میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ اکیلے نہیں ہیں، بلکہ ہر دور کے بڑے بڑے علما نے شیخ ابن عربی کی تکفیر کی ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَرْدَإِ تَوَالِيفِهِ كِتَابُ الْفُصُوصِ، فَإِنْ كَانَ لَا كُفْرَ فِيهِ، فَمَا فِي الدِّينِ كُفْرٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالنَّجَاةَ.

''اس (ابن عربی) کی سب سے بدترین کتاب الفصوص ہے۔ اگر اس میں کفر نہیں تو دنیا میں کہیں بھی کفر موجود نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور نجات کا سوال کرتے ہیں۔'' (سِيَر أعلام النّبلاء : 48/23)

نیز فرماتے ہیں:

مِمَّنْ أَفْتٰی بِأَنَّ کِتَابَهُ الْفُصُوصَ، فِیهِ الْکُفْرُ الْأَکْبَرُ قَاضِي الْقُضَاةِ بَدْرُ الدِّینِ ابْنُ جَمَاعَةٍ، وَقَاضِي الْقُضَاةِ سَعْدُ الدِّینِ الْحَارِثِيُّ، وَالْعَلَّامَةُ زَیْنُ الدِّینِ عُمَرُ بْنُ أَبِي الْحَرَمِ الْکَتَّانِيُّ، وَجَمَاعَةٌ سِوَاهُمْ.

''جن اہل علم نے فتویٰ دیا کہ ابن عربی کی کتاب ''فصوص'' میں کفر اکبر موجود ہے، ان میں قاضی قضاۃ بدرالدین ابن جماعہ، قاضی قضاۃ سعدالدین حارثی، علامہ زین الدین عمر بن ابی حرم کتانی اور اہل علم کی بڑی جماعت شامل ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 520/14)

نیز فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ السَّیْفَ ابْنَ الْمَجْدِ وَرَضِيَ عَنْهُ، فَکَیْفَ لَوْ رَأٰی کَلَامَ الشَّیْخِ ابْنِ الْعَرَبِيِّ الَّذِي هُوَ مَحْضُ الْکُفْرِ وَالزَّنْدَقَةِ؟ لَقَالَ : إِنَّ هٰذَا الدَّجَّالُ الْمُنْتَظَرُ.

''اللہ تعالیٰ سیف ابن مجد پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو، اگر وہ شیخ ابن عربی کا کلام جو کفر محض اور زندقہ ہے، دیکھ لیتے، تو ان کا کیا حال ہوتا؟ جھٹ سے کہہ دیتے: ابن عربی دجال منتظر ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 520/14)

یاد رہے کہ کسی زندیق کو زندیق کہنا کوئی تشدد یا سختی نہیں ہے۔ علم وعدل کا تقاضا یہی ہے کہ برے کو برا اور اچھے کو اچھا کہا جائے۔ ائمہ اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں یہی چیز نمایاں تھی کہ وہ ہر ایک کو اس کی حیثیت دیتے تھے، نہ افراط کرتے، نہ تفریط۔

علامہ کشمیری صاحب مزید کہتے ہیں:

مَشْهُورٌ أَنَّ الْحَافِظَ ابْنَ تَيْمِيَةَ لَمْ يَكُنْ حاذقًا فِي النَّحْوِ، وَرَحَلَ إِلَيْهِ أَبُو حَيَّانَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَهٗ بَعْدَ ضَرْبِ الْأَكْبَادِ، سَأَلَهٗ عَنْ بَعْضِ مَسَائِلِ النَّحْوِ، وَاسْتَشْهَدَ لَهٗ بِكَلَامِ سِيبَوَيهِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ تَيْمِيَةَ : إِنَّ سِيبَوَيهِ قَدْ سَهَا فِي سَبْعَةَ عَشَرَ مَوْضِعًا، فَغَضِبَ عَلَيْهِ أَبُو حَيَّانَ، وَقَامَ مِنْ مَجْلِسِهٖ، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ يَهْجُوهُ.

''مشہور ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نحو میں ماہر نہ تھے۔ علامہ ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف سفر کیا، ایک لمبے سفر کے بعد پہنچے، تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے نحو کے بعض مسائل کی بابت سوالات کیے اور علامہ سیبویہ رحمہ اللہ کے کلام سے استشہاد کیا، تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ابوحیان رحمہ اللہ کو جواب دیا کہ علامہ سیبویہ رحمہ اللہ سے سترہ مقامات پر سہو ہوا ہے۔ اس پر ابو حیان رحمہ اللہ غصہ ہو گئے اور مجلس سے اٹھ گئے، اس کے بعد وہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہجو کیا کرتے تھے۔''

(فيض الباري : 4/319)

یہ قصہ مشہور ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابو حیان رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف ہوا تھا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے علامہ سیبویہ رحمہ اللہ پر علمی نقد کیا، جس پر علامہ ابو حیان رحمہ اللہ ناراض ہو گئے۔

اس کا یہ قطعا مطلب نہیں ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نحو میں ماہر نہ تھے۔ اس

میں بھی کوئی شبہ نہیں علامہ سیبویہ رحمہ اللہ نحو میں امام تھے، مگر کوئی کتنا بھی ماہر ہو، غلطی سے مبرا نہیں ہے۔ ماہر ماہر پر علمی نقد کر سکتا ہے، جیسا ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کیا۔

یہ بھی یاد رہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ علامہ سیبویہ رحمہ اللہ کے علم کے معترف تھے، جا بجا ان کی تعریف و توصیف بھی کی ہے، ان کی امامت و جلالت کی بات بھی کی ہے، لیکن ان سے علمی اختلاف بھی رکھا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كِتَابُ سِيبَوَيْهِ فِي النَّحْوِ إِذَا فَهِمَهُ الْإِنْسَانُ كَانَ لِسِيبَوَيْهِ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْحُرْمَةِ مَا لَمْ يَكُنْ قَبْلَ ذٰلِكَ .

''اگر کوئی انسان امام سیبویہ کی نحو پر کتاب کو سمجھ کر پڑھ لے، تو اس کے دل میں سیبویہ رحمہ اللہ کا اتنا احترام پیدا ہو جائے گا، جو اس کے دل میں پہلے نہ تھا۔''

(بَيان تلبيس الجهمية : 333/8)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ كِتَابَ سِيبَوَيْهِ فِي الْعَرَبِيَّةِ لَمْ يُصَنَّفْ بَعْدَهُ مِثْلُهُ .

''عربیت کے بارے میں سیبویہ رحمہ اللہ جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔''

(مَجموع الفتاوى :370/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

سِيبَوَيْهِ حَكِيمُ لِسَانِ الْعَرَبِ .

''سیبویہ رحمہ اللہ عربی زبان کے دانشور ہیں۔''

(مجموع الفتاوى : 460/12)

یہ ایک متبحر اور محقق عالم کی نشانی ہوتی ہے کہ ہر صاحب علم کا احترام کرتا ہے، اس کی کاوشوں کی تحسین کرتا ہے اور حسب موقع سہو پر تنبیہ بھی کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سیبویہ رحمہ اللہ کے مخالف ومعاند نہ تھے، بلکہ ان کی علمی مہارت کے قائل تھے۔

اسی طرح علامہ ابو حیان رحمہ اللہ بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بڑی قدر کرتے تھے، صرف اس اختلاف کی وجہ سے وہ شیخ الاسلام سے ناراض ہو گئے۔ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے، اللہ انہیں معاف کرے۔

اب معلوم نہیں کہ علامہ کشمیری صاحب نے یہ کیسے ثابت کر لیا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نحو کے ماہر نہ تھے، کیا سیبویہ رحمہ اللہ سے علمی اختلاف کرنا ناآشنا ہونے کی دلیل ہے یا ماہر؟ پھر تو وہ ائمہ نحو بھی مہارت کھو بیٹھے، جنھوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے کہیں زیادہ علامہ سیبویہ رحمہ اللہ سے علمی اختلاف کیا ہے۔ نحو کی کتابیں اس پر دلیل ہیں۔

❀ نیز علامہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الذَّهَبِيَ كَتَبَ كِتَابًا إِلَى ابْنِ تَيْمِيَةَ : إِنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّكَ كَتَبْتَ عَقَائِدَ السَّلَفِ فِي رَسَائِلِكَ، وَهٰذَا غَلَطٌ، فَإِنَّهٗ مِنْ آرَائِكَ، وَكُنْتُ قَدْ نَصَحْتُكَ فِي سَالِفِ الزَّمَانِ أَنْ لَّا تُطَالِعَ الْفَلْسَفَةَ، فَأَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلَهٗ، فَسُمًّا شَرِبْتَهٗ، فَسَمَّى الذَّهَبِيُّ الْفَلْسَفَةَ سُمًّا .

”خوب جان لیجیے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف خط لکھا: ”بلاشبہ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ نے اپنے رسائل میں سلف کے عقائد لکھے ہیں، جبکہ یہ غلط ہے، کیونکہ یہ آپ کی اپنی آراء ہیں۔ میں نے

ایک عرصہ پہلے آپ کو نصیحت کی تھی کہ فلسفے کا مطالعہ مت کریں، مگر آپ نے میری بات بالکل نہ مانی اور فلسفے کا مطالعہ کیا، آپ کو زہر گھول کر پلا دیا گیا ہے۔

تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ فلسفے کو زہر کہا کرتے تھے۔''

(فيض الباري : 333/4)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا ایسا کوئی رسالہ ثابت نہیں۔ یہ بہتان ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا شمار شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ کی بہت زیادہ تعریف وثنا کر رکھی ہے۔ اپنی کتب میں بکثرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، ان کے علم پر اعتماد کیا ہے۔

توصیفی کلمات کے مقابلہ میں علامہ کشمیری صاحب کا نقل کردہ بے ثبوت رسالہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

سوال: کیا سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر عسقلان میں ہے؟

جواب: اس پر کوئی ثبوت نہیں۔

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یزید سے حکومت چھیننے کے متمنی تھے؟

جواب: مسلمانوں کی ثقہ تاریخ میں ایسا کوئی ثبوت نہیں، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یزید سے حکومت چھیننے کا ذکر ہو یا اس کے لیے کوشش کی گئی ہو۔

❁ روایت ہے کہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے یزید سے فرمایا:

إِنِّي لَا أَتَخَوَّفُ أَنْ يُّنَازِعَكَ هٰذَا الْأَمْرَ الَّذِي اسْتَتَبَّ لَكَ إِلَّا أَرْبَعَةُ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ : الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ .

”جو خلافت میں نے آپ کو سونپی ہے، اس سے متعلق آپ سے صرف چار قریشی ہی جھگڑا کر سکتے ہیں۔ حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔“

(تاريخ الطّبري : 322/5)

جھوٹ کا پلندہ ہے۔

① ہشام بن محمد بن سائب کلبی متروک و کذاب ہے۔

② ابو مخنف لوط بن یحییٰ با تفاق محدثین ضعیف ہے۔

③ عبدالملک بن نوفل کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص کی فیکٹری میں مزدور کام کرتے ہیں، اس کی کوئی پروڈکٹ خراب ہوتی ہے، تو وہ اس کا نقصان مزدوروں پر ڈال دیتا ہے اور ان کی مزدوری سے کاٹ لیتا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اگر فیکٹری کی پروڈکٹ کا نقصان مزدوروں کی واضح غفلت سے ہوا ہے، تو مالک اس کا نقصان انہی مزدوروں سے وصول کر سکتا ہے، جنہوں نے نقصان کیا ہے، البتہ اگر مزدوروں کی طرف سے کوئی غفلت یا سستی نہیں ہوئی، تو وہ نقصان کی ذمہ داری مزدوروں پر نہیں ڈال سکتا۔ اس نقصان کی چٹی وہ خود ہی اٹھائے گا۔

❀ سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَابِيَّةِ، فَاطَّلَعَتْ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً،

فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ : ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ : أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ .

”میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوابیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا،سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔عرض کیا: اللہ کے رسول ! اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مؤمنہ ہے۔“

(صحیح مسلم : 537)

لونڈی بکریاں چرا رہی تھی، بھیڑیا ایک بکری لے گیا، اس میں لونڈی کا کوئی قصور نہیں تھا، تو اس کی چٹی اس پر ڈال دی گئی، بلکہ غصہ میں جو صحابی نے لونڈی کو تھپڑ مارا، اس پر بھی اظہار افسوس کیا، بلکہ اس لونڈی کو ہی آزاد کر دیا۔ نبی کریم ﷺ اس بکری کا نقصان لونڈی پر نہیں ڈالا۔

سوال: کیا اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نبی کریم ﷺ کے متعلق گواہی لی جائے گی؟

جواب: روز قیامت ہر اُمت سے اپنے نبی کے متعلق گواہی لی جائے گی کہ کیا اس

نبی نے تمہیں دین پہنچایا تھا یا نہیں؟ اسی طرح ہر نبی سے بھی اپنی اُمت کے متعلق پوچھا جائے گا کہ انہوں نے تمہاری بات مانی تھی یا نہیں؟

اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی نبی کریم ﷺ کی رسالت کی بابت پوچھا جائے گا، تو اُمت گواہی دے گی کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں دین پہنچا دیا تھا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے روز خطبہ (حجۃ الوداع) میں فرمایا:

أَنْتُم تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا : نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبِعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ : اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

”جب آپ سے میرے متعلق پوچھا جائے، تو کیا جواب دیں گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (دین) پہنچا دیا، (اللہ کی اس امانت کو بخوبی) ادا کیا اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی، لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا: اللہ! گواہ ہو جا، اللہ! گواہ ہو جا، اللہ! گواہ ہو جا۔“

(صحيح مسلم : 1218)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(لِسان الميزان : 3/1)

سوال: کیا ائمہ اہل سنت والجماعت قرآن وسنت میں غور وفکر اور تدبر و تفکر سے منع

کرتے ہیں؟

(جواب): قرآن کریم نے آیات میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے۔اس میں تدبر و تفکر ایمان اور علم میں اضافہ کرتا ہے،قرآنی نصوص سے استدلال کا دروازہ کھلا ہے،لیکن ہر وہ استدلال جس سے اہل سنت کے متفقہ عقائد کی نفی ہو یا کوئی باطل لازم آئے، وہ استدلال اور فکر ونظر باطل ہے۔ائمہ اہل سنت والجماعت اس کی نفی کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا عرش پر بلند ہونا اور اس جیسے دیگر عقائد اہل سنت والجماعت کے ہاں متفقہ ہیں، اگر کوئی اس جیسے عقیدہ کے خلاف قرآن کریم سے استدلال کرے،تو یہ استدلال باطل ہے،اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔لہٰذا ہر وہ نظریہ جس پر قرآن سے دلیل لی جائے،مگر وہ نظریہ مسلک اہل سنت کے خلاف ہو،تو وہ استدلال مبنی بر خطا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ لَا يُنْكِرُونَ مَا جَاءَ بِهِ الْقُرْآنُ هٰذَا أَصْلٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ، وَاللّٰهُ قَدْ أَمَرَ بِالنَّظَرِ وَالْاِعْتِبَارِ وَالتَّفَكُّرِ وَالتَّدَبُّرِ فِي غَيْرِ آيَةٍ وَلَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ مِنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَلَا أَئِمَّةِ السُّنَّةِ وَعُلَمَائِهَا أَنَّهُ أَنْكَرَ ذٰلِكَ بَلْ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى الْأَمْرِ بِمَا جَاءَ تْ بِهِ الشَّرِيعَةُ مِنَ النَّظَرِ وَالتَّفَكُّرِ وَالْاِعْتِبَارِ وَالتَّدَبُّرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ...... إِنَّهُمْ أَنْكَرُوا مَا ابْتَدَعَهُ الْمُتَكَلِّمُونَ مِنْ بَاطِلِ نَظَرِهِمْ وَكَلَامِهِمْ وَاسْتِدْلَالِهِمْ فَاعْتَقَدُوا أَنَّ إِنْكَارَ

هٰذَا مُسْتَلْزِمٌ لِإِنْكَارِ جِنْسِ النَّظَرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ.

''اہل سنت اور محدثین قرآنی تعلیمات کا انکار نہیں کرتے، اس اصل پر سب متفق ہیں، اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں غور وفکر اور تفکر وتدبر کرنے کا حکم دیا ہے، اسلاف اُمت اور ائمہ وعلمائے اہل سنت میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے اس کا انکار کیا ہو، بلکہ سب کے سب اس حکم پر متفق ہیں، جو غور وفکر اور تفکر وتدبر اور عبرت پکڑنے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ اہل سنت نے تو اہل کلام کی ان باطل نظر وفکر، ان کے کلام اور استدلال کا انکار کیا ہے، مگر اہل کلام نے اس انکار کو ہر طرح کے تفکر اور استدلال کا انکار سمجھ لیا۔''

(مجموع الفتاوی : 56/4)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: منکوحہ نے کسی غیر مرد سے زنا کیا، جس سے بیٹا پیدا ہوا، یہ بیٹا کس کو دیا جائے گا؟

جواب: یہ طے شدہ اصول ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ عورت کسی غیر مرد سے زنا کرے، تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد اس شخص کو دی جائے گی، جس کی وہ عورت منکوحہ ہے۔ زانی کو اولاد نہیں دی جائے گی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ .

''بچہ اس کی طرف منسوب ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا (یعنی منکوحہ کے حالیہ خاوند کا ہوگا) اور زانی محروم رہے گا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''اس حدیث پر فقہا کا اجماع ہے۔''

(اختلاف الحديث : 658/8)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ صَحِيحٌ مَّشْهُورٌ كَادَ أَنْ يَّكُونَ مُتَوَاتِرًا .

''یہ حدیث صحیح و مشہور ہے اور درجہ تواتر کے قریب ہے۔''

(شرح مسند أبي حنيفة :55/1)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَوَاتِرٌ . ''یہ حدیث متواتر ہے۔''

(التّيسير بشرح الجامع الصّغير : 487/2)

❁ علامہ زرقانی رحمہ اللہ (۱۱۲۲ھ) نے بھی ''متواتر'' کہا ہے۔

(شرح الزرقاني : 313/5)

سوال: کیا انسانی رینٹ نجس ہے؟

جواب: انسانی رینٹ کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ اس کی طہارت پر دلائل قائم ہیں۔

❁ سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ .

''اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی بلغم پھینکی، تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر گری اور اس نے اسے چہرے اور جسم پر مَل لیا۔''

(صحيح البخاري :2731)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْبُزَاقَ وَالْمُخَاطَ طَاهِرٌ، وَهُوَ أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ

لَا أَعْلَمُ فِيهِ اخْتِلَافًا .

”(صحیح بخاری کا یہ باب) دلیل ہے کہ تھوک اور رینٹ (ناک کی ریزش) پاک ہے، اس پر اجماع ہے، میں اس بارے میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا۔“

(شرح صحيح البخاري :359/1)

سوال: ابوالمہزم راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوالمہزم کا نام یزید بن سفیان بصری ہے۔ یہ متروک وضعیف ہے، بلکہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

سوال: امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں ایک باب قائم کیا ہے:

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَذْيِ .

”مذی نکلنے پر وضو نہ کرنے کی رخصت کا بیان۔“

(موطأ الإمام مالك :41/1)

کیا مذی نکلنے پر وضو ضروری نہیں؟

جواب: مذی نکلنے پر وضو واجب ہے، غسل نہیں۔ مذی پر وضو کا واجب ہونا صحیح احادیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ اس کا خلاف جائز نہیں۔

❀ امام مالک رحمہ اللہ کی مذکورہ تبویب پر نقد کرتے ہوئے حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْبَابِ بِالرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَذْيِ لَيْسَتْ مِنَ الْبَابِ فِي شَيْءٍ لِأَنَّهُ لَا رُخْصَةَ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمَذْيِ الْخَارِجِ عَلَى الصِّحَّةِ كُلُّهُمْ يُوجِبُ

الْوُضُوءَ مِنْهُ وَهِيَ سُنَّةٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا لَا خِلَافَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ .

''اس باب میں مذی نکلنے پر وضو نہ کرنے کی رخصت ذکر ہوئی ہے، اس باب کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ مسلمان علما میں سے کسی کے نزدیک بھی مذی نکلنے پر وضو نہ کرنے کی رخصت نہیں، سب کے سب مذی پر وضو کو واجب کہتے ہیں، اس پر اجماع ہے، کوئی اختلاف نہیں، والحمدللہ!''

(الاستذکار: 243/1)

سوال: کیا حدیث میں ناسخ و منسوخ ہے؟

جواب: قرآن کی طرح حدیث میں بھی نسخ ہوا ہے، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسِخًا وَمَنْسُوخًا وَهٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں بھی ناسخ اور منسوخ ہے، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔''

(التّمهيد: 65/9)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَفْقَهُ الْعَبْدُ كُلَّ الْفِقْهِ حَتّٰى يَمْقُتَ النَّاسَ فِي ذَاتِ اللّٰهِ وَلَا يَفْقَهُ الْعَبْدُ كُلَّ الْفِقْهِ حَتّٰى يَرَى لِلْقُرْآنِ وُجُوهًا كَثِيرَةً .

''بندہ پوری طرح سمجھ دار نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں

سے ناراض نہ ہو اور کوئی بندہ تب تک بھی پوری طرح سمجھدار نہیں ہو سکتا، جب تک قرآنی آیات کی مختلف تفاسیر نہ جان لے۔''

(جامع بیان العلم وفَضلِہٖ : 1515)

جواب: سند باطل ہے۔

① ابان بن ابی عیاش ضعیف و متروک ہے۔

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰی ضَعْفِہٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(تاریخ دمشق :1/349)

② صدقہ بن عبداللہ سمین بالاتفاق ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَهُمْ مُجْمَعٌ عَلٰی ضَعْفِہٖ .

''یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(جامع بَیان العلم وفَضلِہٖ، تحت الرقم : 1515)

③ ابراہیم بن ابی بکر کے متعلق آگاہی نہیں ہو سکی۔

④ ابوقلابہ کا سیدنا شداد رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ مَرْفُوعًا .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔''

(جامع بَیان العلم وفَضلِہٖ، تحت الرقم : 1515)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَفْقَهُ الْعَبْدُ كُلَّ الْفِقْهِ حَتّٰى يُبْغِضَ النَّاسَ فِي ذَاتِ اللّٰهِ وَيَرْجِعَ إِلٰى نَفْسِهٖ فَتَكُونَ أَمْقَتَ عِنْدَهُ مِنَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ .

''بندہ پوری طرح سمجھ دار نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں سے بغض نہ رکھے اور اپنی طرف غور کرے، تو اپنے ساتھ لوگوں سے بھی زیادہ نفرت کرے۔''

(الغرائب الملتقطة لابن حجر : 366/7)

سند باطل ہے۔

① قتادہ بن دعامہ کا عنعنہ ہے۔

② سعید بن ابی عروبہ مدلس و مختلط ہے۔

③ حکم بن عبدہ مجہول ہے۔

④ عبدالملک بن یحییٰ بن بکیر کی توثیق نہیں ملی۔

⑤ علی بن محمد بن عامر ابوالحسن کی توثیق نہیں ملی۔

سوال: کیا بدشگونی لینے کا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں، بدشگونی سے انسان کا ایمان کمزور ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اسے بدشگونی کا نقصان بھی ہوتا ہے۔ کسی چیز سے بدشگونی لینا بھی توحید کے منافی ہے، اسی لیے اسلام میں اس کی سختی سے ممانعت ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ .

''نہ چھوت ہے، نہ بدفالی، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے اور نہ ماہِ صفر منحوس ہے۔''

(صحيح البخاري : 5757، صحيح مسلم : 2220)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ التَّطَيُّرَ إِنَّمَا يَضُرُّ مَنْ أَشْفَقَ مِنْهُ وَخَافَ وَأَمَّا مَنْ لَّمْ يُبَالِ بِهٖ وَلَمْ يَعْبَأْ بِهٖ شَيْئًا لَمْ يَضُرَّهُ الْبَتَّةَ وَلَا سِيمَا أَنْ قَالَ عِنْدَ رُؤْيَةِ مَا يَتَطَيَّرُ بِهٖ أَوْ سَمَاعِهٖ : «اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ» فَالطِّيَرَةُ بَابٌ مِنَ الشِّرْكِ وَإِلْقَاءِ الشَّيْطَانِ وَتَخْوِيفِهٖ وَوَسْوَسَتِهٖ يكبر وَيَعْظُمُ شَأْنُهَا عَلٰى مَنِ اتَّبَعَهَا نَفْسَهٗ وَاشْتَغَلَ بِهَا وَأَكْثَرَ الْعِنَايَةَ بِهَا وَتَذْهَبُ وَتَضْمَحِلُ عَمَّنْ لَّمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا وَلَا أَلْقٰى إِلَيْهَا بَالَهٗ وَلَا شَغَلَ بِهَا نَفْسَهٗ وَفِكْرَهٗ وَاعْلَمْ أَنَّ مَنْ كَانَ مُعْتَنِيًا بِهَا قَائِلًا بِهَا كَانَتْ إِلَيْهِ أَسْرَعَ مِنَ السَّيْلِ إِلٰى مُنْحَدِرٍ فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ الْوَسَاوِسِ فِيمَا يَسْمَعُهٗ وَيَرَاهُ وَيَعْطَاهُ وَيَفْتَحُ لَهُ الشَّيْطَانُ فِيهَا مِنَ الْمُنَاسَبَاتِ الْبَعِيدَةِ وَالْقَرِيبَةِ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى مَا يُفْسِدُ عَلَيْهِ دِينَهٗ وَيَنْكُدُ عَلَيْهِ عَيْشَهٗ .

”بدفالی اسے ہی نقصان دیتی ہے، جو اس سے ڈرتا ہے اور جو اس کی پرواہ نہیں کرتا، اسے کچھ بھی نقصان نہیں دیتی، خصوصا اگر آدمی ایسی چیز کو دیکھے یا سنے جس سے لوگ بدفالی لیتے ہیں، تو اسے کہنا چاہیے: ”اے اللہ! نفع ونقصان تیرے ہی اختیار میں ہے، تیرے علاوہ کوئی الہٰ نہیں، بھلائی لانے اور برائی لے جانے والا تو ہی ہے، برائی سے بچنے اور بھلائی حاصل کرنے کی طاقت تیرے ہی پاس ہے۔“

بدفالی شرک کی ایک قسم ہے اور شیطان کا وسوسہ وڈراوا ہے، جو اس کی طرف دھیان دیتا اور غور کرتا ہے، اس کے لیے خطرناک ہو جاتی ہے اور جو شخص اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور سوچتا بھی نہیں، اس سے دور اور ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جو اس پر دھیان دیتا ہے، اس کی طرف سیلاب کے ریلے سے بھی تیز آتی ہے اور اس کو نظر آنے اور سننے والی ہر چیز میں وسوسے ڈالتی ہے، پھر شیطان اس کے لیے قریب وبعید کی اور لفظی ومعنوی تاویلیں کرتا ہے، جس سے اس کی زندگی تنگ اور دین فاسد ہو جاتا ہے، بدفالی والا شخص درماندہ دل، پراگندہ باطن، بدحال اور بداخلاق ہوتا ہے، ہر نظر آنے اور سننے والی چیز اسے ڈرا کر رکھ دیتی ہے، سب سے ڈرپوک، تنگ عیش اور بددل ہوتا ہے۔“

(مِفتاح دار السَّعادة: 2/230-231)

انھی خرابیوں کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بدشگونی سے روک دیا، تا کہ ان کے دل مطمئن اور ان کی روحیں پرسکون رہیں، وہ اکیلے اللہ کی توحید پر کاربند ہیں، جس کی خاطر اس نے رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں اور زمین وآسمان کا نظام قائم کیا۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَتُعْرَضُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى الْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَفْرَحُونَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوهُهُمْ بَيْضًا وَنُزْهَةً فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُؤْذُوا مَوْتَاكُمْ.

''ہر سوموار اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیائے کرام علیہم السلام اور میت کے آباء واجداد اور ان کی ماؤں پر پیش کیے جاتے ہیں، وہ ان کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، ان کے چہروں کی سفیدی اور رونق بڑھ جاتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور (بداعمالیوں سے) اپنے مردوں کو اذیت مت دیں۔''

(نوادر الأصول لحكيم الترمذي: 2/260)

جواب: سند باطل ہے۔

① ابوصباح عبدالغفور بن عبدالعزیز متروک ووضاع ہے۔

② عبد العزیز بن سعید بن سعد مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۱۲۵'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَنَا عَنْهُ نُسْخَةٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيهَا مَا لَا يَصِحُّ، الْبَلِيَّةُ فِيهَا مِنْ أَبِي الصَّبَّاحِ لِأَنَّهُ كَانَ يُخْطِيءُ وَيُتَّهَمُ.

”ہمارے یہاں عبدالعزیز بن سعد سے مروی ایک نسخہ ہے، جو اسی سند کے ساتھ مروی ہے، اس میں کئی غیر ثابت روایات ہیں، ان میں مصیبت اور خرابی ابوالصباح عبدالغفور کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ غلطیاں کھاتا تھا اور متہم تھا۔“

(الثقات : 126/5)

③ صاحب کتاب حکیم ترمذی کی معتبر توثیق نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهٖ، فَأَجْرٰى فَرَسَهٗ حَتّٰى قَامَ، ثُمَّ رَمٰى بِسَوْطِهٖ، فَقَالَ : أَعْطُوهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنی جاگیر دی کہ اس پر ایک گھوڑا دوڑ سکتا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنا گھوڑا دوڑایا، یہاں تک کہ وہ کھڑا ہو گیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا کوڑا پھینکا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں وہاں تک کی زمین دے دیں، جہاں تک ان کا کوڑا پہنچا ہے۔“

(سنن أبي داود : 3072)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمر عمری ضعیف ہے۔

سوال: کیا جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے؟

جواب: جمعہ کی اذان ہونے کے بعد مسجد جانا ضروری ہے۔ اس کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(الجمعة : ٩)

''ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان کہی جائے، تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے، اگر تم جان لو تو!''

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ هٰذَا مُجْمَعٌ عَلَى الْعَمَلِ بِهٖ، وَلَا خِلَافَ فِي تَحْرِيمِ الْبَيْعِ .

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ ''خرید وفروخت کو چھوڑ دو'' اس آیت پر عمل کرنے پر اجماع ہے، (اذان جمعہ کے بعد) خرید وفروخت کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(المَسالك : 451/2)

سوال: کیا کتاب کی سند کو بھی دیکھا جائے گا؟

جواب: جس طرح روایتوں کی سند کو دیکھا جاتا ہے، اسی طرح کتاب کی سند کو بھی دیکھا جائے گا کہ آیا یہ کتاب مؤلف سے ثابت ہے یا نہیں۔ ہر دور کے علما اس کا اہتمام کرتے رہے ہیں۔

❁ علامہ شبلی نعمانی حنفی صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث کی کتاب جب تک مشہور اور مستند روایتوں سے ثابت نہ ہو، اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

(سیرۃ نعمان، ص127)

❀ علامہ تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

"علم حدیث کے اصول کے مطابق ایک اہم نکتہ ضرور ذہن نشین رہنا چاہیے اور وہ یہ کہ حدیث کی کوئی کتاب جس میں مصنف نے اپنی سند سے احادیث روایت کی ہوں، مصنف کی طرف اس کی نسبت کے مستند ہونے کے لیے اولاً تو یہ ضروری ہے کہ اس مصنف سے وہ کتاب اس کے شاگردوں سے براہ راست سن کر، پڑھ کر یا اجازت لے کر حاصل کی ہو اور ہمارے زمانے تک اس کے روایت کرنے والوں کی سند متصل محفوظ ہو یا پھر مصنف تک اس کتاب کی نسبت یا کم از کم شہرت و استفاضہ کی حد تک پہنچ گئی ہو، اس کے بغیر مصنف کی طرف کتاب کی نسبت محدثانہ اصول کے مطابق مستند اور قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

(تبصرے، ص300-301)

سوال: علامہ شبلی نعمانی حنفی صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علامہ شبلی نعمانی کا شمار ہند کے مشہور مؤرخین میں ہوتا ہے۔ آپ اردو، فارسی اور عربی سمیت کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے، ادیب اور شاعر تھے۔ مذہب میں حنفی تھے اور معتزلی فکر کے حامل تھے۔

❀ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مَعَ ذٰلِكَ مُعْجِبًا بِرَأْيِهٖ، لَا يَنْقَادُ لِأَحَدٍ وَلَوْ كَانَ بُرْهَانُهٗ

مُقْنِعًا، وَفِيهِ شَيْءٌ مِنَ التَّلَوُّنِ ...... كَانَتْ عَادَتُهُ أَنَّهُ رُبَمَا يَأْخُذُ رَأْيًا فِي أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ مِنْ رَجُلٍ، ثُمَّ يَعْرِضُ عَلَى النَّاسِ وَيَنْسِبُهُ إِلٰى نَفْسِهٖ، وَرُبَمَا يَعْرِضُهُ عَلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بَعَارِضَةٍ وَبَلَاغَةٍ، وَيُمَهِّدُ لَهُ الْمُقَدِّمَاتِ كَأَنَّهُ خَصِيمَهُ فِي ذٰلِكَ الْأَمْرِ، وَكَانَ مُعْتَزِلِيًّا فِي الْأُصُولِ، شَدِيدَ النَّكِيرِ عَلَى الْأَشَاعِرَةِ.

''علامہ شبلی نعمانی خود رائے اور خود پسند تھے، کسی کی بات تسلیم نہیں کرتے تھے، خواہ اس کی دلیل مضبوط اور ناقابل تسخیر ہو۔ علامہ شبلی میں کچھ نہ کچھ تلون (موقع دیکھ کر رنگ بدلتے رہنا) بھی پایا جاتا تھا۔ ...... مولانا شبلی نعمانی کی عادت تھی کہ جب کسی شخص سے کسی معاملہ میں رائے لیتے، پھر اسے اپنی رائے بنا کر لوگوں پر پیش کر دیتے، کبھی رائے کی نسبت بلاغت کے ساتھ اسی شخص کی طرف کر دیتے، مگر اس کے لیے کچھ تمہیدی الفاظ لکھتے کہ گویا وہ اس معاملہ میں ان کے مخالف ہیں۔ علامہ نعمانی اُصول میں معتزلی تھے، اشاعرہ پر شدید نکیر کرتے تھے۔''

(تکملة نزهة الخواطر : 1242/8)

❀ علامہ تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''ان کے بارے میں ندوۃ کے سربراہ کے یہ الفاظ بڑے قابل قدر اور مؤلف کے انصاف کے آئینہ دار ہیں۔''

(تبصرے، ص 501)

لہٰذا علامہ شبلی نعمانی کی کتابیں پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ ان کی کتابوں میں

کئی باتیں بے اصولی اور گمراہی پر مبنی ہیں۔

سوال: اگر نماز میں کچھ دنیوی خیالات آ جائیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں کچھ دنیوی خیالات آ جائیں، تو نماز صحیح ہے، خیالات کو طول نہیں دینی چاہیے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ مکمل توجہ نماز اور خشیت الٰہی پر مرکوز رکھے۔ بہرصورت خیالات آنے سے نماز ہو جاتی ہے، مگر اجر و ثواب میں کمی ہوتی ہے۔

❀ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اشْتِغَالَ الْفِكْرِ يَسِيرًا فِي الصَّلَاةِ غَيْرُ قَادِحٍ فِيهَا، وَأَنَّهَا صَحِيحَةٌ، وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ .

"نماز میں تھوڑے بہت خیالات قدح کا باعث نہیں، نیز اس سے نماز صحیح رہتی ہے، اس پر فقہا کا اجماع ہے۔"

(العُدّة في شرح العمدة : 661/2)

سوال: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف کیا تھا؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے پیدا ہوا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے متمنی نہ تھے، نہ اس کی خاطر اختلاف کیا۔ فقط قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حالات کی سنگینی کا عذر پیش کیا کہ ابھی حالات موافق نہیں، لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو کیفر کردار تک پہنچانے کا یہ وقت مناسب نہیں، لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت کئی کبار صحابہ رضی اللہ عنہم قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا فی الفور فیصلہ کرنے کے حامی تھے، اس اختلاف سے بعض شرپسندوں نے فائدہ اٹھایا اور نوبت لڑائی تک پہنچ آئی۔ لڑائی

کے باوجود دونوں اطراف کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتدال کا راستہ نہ چھوڑا، ایک دوسرے کی تکفیر کی نہ ایک دوسرے کے خون کو حلال جانا۔

اس لیے مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ دونوں طرف کے صحابہ کے حق میں دعا گو رہیں اور انہیں اپنے اجتہاد میں معذور جانیں، ان کے محاسن بیان کریں، بتقضائے بشریت کسی کی طرف سے کوئی کمی رہ گئی، تو اس بارے میں زبان بند رکھی جائے۔ یہی راہِ ہدایت ہے اور اسی میں عافیت ہے۔

❀ ابونضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

ذَكَرُوا عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ فَقَالَ : أَقْوَامٌ سَبَقَتْ لَهُمْ سَوَابِقُ وَأَصَابَتْهُمْ فِتْنَةٌ، فَرُدُّوا أَمْرَهُمْ إِلَى اللّٰهِ .

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں لوگوں نے سیدنا علی، سیدنا عثمان، سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم (کے مشاجرات) کا تذکرہ شروع کر دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ صحابہ ہیں، جن کی بڑی بڑی نیکیاں ہیں، انہیں ایک فتنے نے گھیر لیا تھا، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں (یعنی ان کے مشاجرات پر اپنی زبانوں کو روک لیں)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37801، وسندہٗ صحيحٌ)

مشاجرات صحابہ میں قانون یہ ہے کہ ان میں زبان بندی کی جائے، کسی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کی جائے اور نہ کسی کی مذمت کی جائے، یہی قاعدہ صحابہ کے ہاں معروف تھا۔

❀ علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس لڑائی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص

چاہتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بلوائیوں کی قوت زیادہ ہے، ابھی ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آپ ان کے درمیان سے ہٹ جایئے، تو میں ابھی ان سے قصاص لے لوں۔ اس بات میں اس قدر طول ہوا کہ فوج کشی کی نوبت آئی۔ اس لڑائی میں بھی نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل والوں کی تکفیر و تفسیق کی، نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے۔ اور یہ بالکل افتراء ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کا حکم دیا تھا، اس لڑائی کے واقعات بھی بتلاتے ہیں کہ گویا لڑائی تو ہوئی، مگر دلوں میں بغض وعناد نہ تھا اور طبیعتوں میں فساد نہ تھا۔''

(خلفائے راشدین، ص222-223)

سوال: کیا بیوی کی غیر موجودگی میں طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب: بیوی کی غیر موجودگی میں بھی طلاق دی جا سکتی ہے، طلاق کے وقت بیوی کا قریب ہونا یا سننا ضروری نہیں، اس پر فقہا کا اجماع ہے۔

❀ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، فَجَاءَ تْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ، وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ: تِلْكَ امْرَأَةٌ يَّغْشَاهَا أَصْحَابِي فَاعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمٰى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ، فَإِذَا

حَلَلْتِ فَآذِنِينِي ....

''ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انہیں غیر موجودگی میں بتّہ طلاق دے دی اور اپنے وکیل کے ہمراہ کچھ جَو بھیجے، تو وہ (یہ تھوڑے سے جَو دیکھ کر) اس سے ناراض ہوئیں، اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ذمہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کے ذمہ آپ کا کوئی نفقہ نہیں۔ اسے ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا: وہ (ام شریک) ایسی خاتون ہیں کہ اس کے پاس میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں، لہٰذا آپ ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار لیں، کیوں کہ وہ نابینا آدمی ہیں اگر آپ کسی وقت (فوری) کپڑے اتار بھی دیں، تو کوئی حرج نہیں اور جب عدت پوری کر لو، تو مجھے اطلاع دینا۔''

(صحیح مسلم: 1480)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى وُقُوعِ الطَّلَاقِ فِي غَيْبَةِ الْمَرْأَةِ، وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بیوی کی غیر موجودگی میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(إحكام الأحكام: 2/190)

سوال: کیا نماز کسوف سنت مؤکدہ ہے؟

جواب: نماز کسوف و خسوف سببی نماز ہے اور یہ تاکیدی سنت ہے۔

علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

كَوْنُهَا سُنَّةً مُؤَكَّدَةً، وَذٰلِكَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ؛ لِبِدَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا، وَجَمْعِ النَّاسِ عَلَيْهَا، وَإِظْهَارِهِ ذٰلِكَ .

''سورج گرہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے، اس پر اجماع ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کی طرف لپکے، اس پر لوگوں کو جمع کیا اور اس کا اعلان بھی کیا۔''

(العدة في شرح العمدة : 720/2)

سوال: کیا بے ضرر یہود و نصاریٰ سے حسن سلوک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اہل کتاب اگر پرامن ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف برسر پیکار نہیں ہیں، تو ان سے حسن سلوک کیا جا سکتا ہے، ان کی بیمار پرسی کرنا، اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا جائز ہے اور انہیں انسانی حقوق دیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (الممتحنة : ٨)

''جنہوں نے دین میں تمہارے ساتھ قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَخْدُمُهَا، فَلَا تَصْنَعُ عَائِشَةُ إِلَيْهَا شَيْئًا مِّنَ الْمَعْرُوفِ، إِلَّا قَالَتْ لَهَا الْيَهُودِيَّةُ : وَقَاكِ اللّٰهُ عَذَابَ الْقَبْرِ، قَالَتْ : فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ لِلْقَبْرِ عَذَابٌ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ : لَا، وَعَمَّ ذَاكَ؟ قَالَتْ : هٰذِهِ الْيَهُودِيَّةُ لَا نَصْنَعُ إِلَيْهَا مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، إِلَّا قَالَتْ : وَقَاكِ اللّٰهُ عَذَابَ الْقَبْرِ، قَالَ : كَذَبَتْ يَهُودُ، وَهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَكْذَبُ، لَا عَذَابَ دُونَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَتْ : ثُمَّ مَكَثَ بَعْدَ ذَاكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّمْكُثَ، فَخَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ نِصْفَ النَّهَارِ مُشْتَمِلًا بِثَوْبِهٖ، مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، وَهُوَ يُنَادِي بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : أَيُّهَا النَّاسُ، أَظَلَّتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَيُّهَا النَّاسُ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ بَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَّضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، أَيُّهَا النَّاسُ، اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ .

''ایک یہودیہ میری خدمت کرتی تھی، میں اس سے کوئی نیکی کرتی تو وہ کہتی کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ رسول اللہ ﷺ آئے تو میں نے آپ سے وہ بات کہی، عرض کیا: کیا قیامت سے پہلے قبر میں عذاب ہوگا، فرمایا: نہیں، عرض کیا: جب بھی ہم اس یہودی عورت سے نیکی کرتے ہیں، تو کہتی ہے کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ فرمایا: یہود جھوٹ بولتے ہیں، اللہ پر سب سے

زیادہ جھوٹ یہود نے بولا، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں ہے۔ پھر کچھ دن بعد دوپہر کے وقت آپ ﷺ کپڑے پہنے ہوئے نکلے، آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، آپ ﷺ بلند آواز سے پکار رہے تھے: لوگو! تم کو فتنے اس طرح گھیر لیں گے، جیسے اندھیری رات ہے۔ لوگو! اگر تم وہ باتیں جان لو، جو میں جانتا ہوں، تو تم روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔ لوگو! اللہ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو، بے شک عذاب قبر حق ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 81/6، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی یہودیہ خادمہ سے حسن سلوک کرتی تھیں اور اس کے ساتھ نیکی کرتی تھیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہودی اور نصرانی پر نفلی صدقہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا اونٹ کا پسینہ پاک ہے؟

جواب: اونٹ اور دیگر حلال جانوروں کا پسینہ پاک ہے۔

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

طَهَارَةُ الْبَعِيرِ وَنَحْوِهٖ، وَعِرْقِهٖ، وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ.

”اونٹ اور دیگر (حلال) جانوروں کا بدن اور ان کا پسینہ پاک ہے، اس پر فقہا کے مابین اتفاق ہے۔“

(العُدّة في شرح العمدة : 661/2)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ كَانَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ كَسَرَ سَيْفَ الزُّبَيْرِ، ثُمَّ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِمْ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً قَطُّ، وَلَا كُنْتُ فِيهَا رَاغِبًا، وَلَا سَأَلْتُهَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي سِرٍّ وَلَا عَلَانِيَةٍ، وَلٰكِنِّي أَشْفَقْتُ مِنَ الْفِتْنَةِ، وَمَا لِي فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ، وَلٰكِنْ قُلِّدْتُ أَمْرًا عَظِيمًا مَا لِي بِهٖ مِنْ طَاقَةٍ وَلَا يَدَ إِلَّا بِتَقْوِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوَدِدْتُ أَنَّ أَقْوَى النَّاسِ عَلَيْهَا مَكَانِي الْيَوْمَ، فَقَبِلَ الْمُهَاجِرُونَ مِنْهُ مَا قَالَ وَمَا اعْتَذَرَ بِهٖ، قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالزُّبَيْرُ: مَا غَضِبْنَا إِلَّا لِأَنَّا قَدْ أُخِّرْنَا عَنِ الْمُشَاوَرَةِ، وَإِنَّا نَرٰى أَبَا بَكْرٍ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، إِنَّهُ لِصَاحِبُ الْغَارِ، وَثَانِي اثْنَيْنِ، وَإِنَّا لَنَعْلَمُ بِشَرَفِهٖ وَكِبَرِهٖ، وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ.

''(سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سنبھالنے کے موقع پر) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی تلوار توڑ دی، پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خطاب کیا، نیز ان کے سامنے عذر پیش کیا، فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی خلافت کا لالچ نہیں کیا، نہ مجھے اس میں کوئی رغبت ہے، نہ میں نے اعلانیہ یا پوشیدہ کبھی اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کیا، لیکن میں (مسلمانوں میں پھوٹ پڑنے کے) فتنے سے ڈرتا ہوں، مجھے خلافت سنبھالنے میں کوئی راحت یا سکون نہیں ملنے والا، لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ مجھ پر ایک ایسی بڑی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، جسے اٹھانے کی طاقت وقوت میرے پاس نہیں ہے الا کہ اللہ تعالیٰ قوت عطا فرما دے۔ بلکہ میری تو خواہش تھی کہ کوئی قوی ترین شخص آج کے روز میری جگہ کھڑا ہوتا۔ تو مہاجرین نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گزارشات اور عذر قبول کیا۔ سیدنا علی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں آپ لوگوں سے کوئی گلہ شکوہ نہیں، صرف یہ ہے کہ ہمیں مشاورت سے پیچھے رکھا گیا، بلاشبہ ہمارا بھی یہی ماننا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حق دار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں، وہ صاحب غار اور ثانی اثنین ہیں، نیز ہم یقینی طور پر آپ رضی اللہ عنہ کے شرف

وعزت اور عظمت اور بڑائی کے قائل ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔“

(المَغازي لموسى بن عقبة : 19، والمستدرك للحاكم : 3/70)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادٌ جَيِّدٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

”الحمد للہ! یہ سند جید (بہترین) ہے۔“

(البِداية والنّهاية : 8/93)

سوال: کیا موت کی تمنا کرنا درست ہے؟

✿ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ .

”جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 6508، صحيح مسلم : 2686)

جواب: موت کی تمنا کرنا درست نہیں۔ خاص طور پر پریشانیوں سے تنگ ہو کر ہلاکت کی بددعائیں کرنا جائز نہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کا تعلق موت کے وقت کے ساتھ ہے

کہ جب موت کا وقت آتا ہے اور فرشتے روح قبض کرنے لگتے ہیں، تو اس وقت جو مؤمن اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کی خواہش اور تمنا رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، تاکہ اپنے بندے کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دے اور جو شخص سکرات کے وقت اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو ناپسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

الغرض اس حدیث کا تعلق موت کے وقت کے ساتھ ہے، نہ کہ عام زندگی کے ساتھ۔ اس کی وضاحت دوسری حدیث میں موجود ہے۔

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ قَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ : إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ، قَالَ : لَيْسَ ذَاكِ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوبَتِهِ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ .

”جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔

مومن کو جب موت آتی ہے تو اس کو اللہ کی رضا اور تکریم کی بشارت دے دی جاتی ہے، تو اس وقت اس کے نزدیک آگے آنے والی چیز سے زیادہ محبوب کچھ نہیں ہوتا، تو وہ اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اور جب کافر فوت ہوتا ہے، تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر دے دی جاتی ہے، تو اس وقت اس کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز آگے آنے والی (صورتحال) ہوتی ہے، وہ اللہ سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا اور اللہ اس سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔''

(صحيح البخاري : 6507، صحيح مسلم : 2683)

سوال: کیا روح قبض کرنے والے فرشتے کا نام عزرائیل ثابت ہے؟

جواب: روح قبض کرنے والے فرشتہ کا نام کسی مستند روایت میں ثابت نہیں۔ بعض ضعیف روایات میں عزرائیل نام آیا ہے، واللہ اعلم!

سوال: اگر کسی بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، تو کیا وہ بیٹا وارث بنے گا؟

جواب: بیٹے نے اپنے باپ کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، تو وہ وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ اس کا حصہ بھی باقی ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى الْقَاتِلِ عَمَدًا لَا يَرِثُ مِنْ مَالِ مَنْ قَتَلَهُ، وَلَا مِنْ دِيَتِهِ شَيْئًا، وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الْقَاتِلَ خَطَأً لَا يَرِثُ مِنْ دِيَةِ مَنْ قَتَلَهُ شَيْئًا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ قتل عمد کا مرتکب اپنے مقتول کے مال اور دیت میں

بالکل وارث نہیں بنے گا، نیز اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ قتل خطا میں قاتل اپنے مقتول کی دیت کا وارث نہیں بنے گا۔“

(الإجماع، ص 84، الإشراف: 356/4، الإقناع: 288/1)

فائدہ:

اس باب میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

سوال: ایک شخص نے گھر میں جانور پالا ہے، کیا اس جانور کے مرنے پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جا سکتا ہے اور کیا یہ خبر سننے والا بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ سکتا ہے؟

جواب: کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کلمہ استرجاع ہے۔ ہر مالی یا جانی نقصان پر یہ کلمہ پڑھنا مستحب اور مشروع ہے، بلکہ کسی بھی چھوٹی بڑی پریشانی پر یہ کلمات پڑھنے چاہییں، یہ مؤمنوں کا شیوہ ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾

(البقرة: ١٥٦)

”(صابر وہ ہوتے ہیں،) جنہیں کوئی مصیبت پہنچے، تو وہ (صدق دل سے) انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔“

لہٰذا پالتو جانور کے مرنے پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا مستحب ہے، نیز یہ خبر سننے والا بھی یہی کلمات دہرائے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث افک میں فرماتی ہیں:

كَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي،

فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي .

''سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے آیت حجاب سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا، صفوان رضی اللہ عنہ نے جب مجھے دیکھا، تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، یہ سن کر میں جاگ گئی اور اپنی چادر سے چہرہ ڈھانپ لیا۔''

(صحيح البخاري :4141، صحيح مسلم : 2770)

معلوم ہوا کہ کلمہ استرجاع ہر پریشانی پر پڑھنا مستحب ہے، اس کے لیے کوئی جانی نقصان ہونا ضروری نہیں۔ ہمارے ہاں اسے فوت شدگان کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے۔

تنبیہ:

یاد رہے کہ اللہ کے دشمن کی موت پر کلمہ استرجاع پڑھنا درست نہیں، کیونکہ کسی زندیق، کافر، مرتد، ملحد اور بے دین کی موت کسی بھی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے صدمہ یا مصیبت نہیں، بلکہ ایسے مواقع پر مؤمنوں کو سجدہ شکر بجالانا چاہیے، کیونکہ زمین اللہ کے دشمن سے ہلکی ہو چکی ہے۔

سوال: اگر کسی نے جلدی سفر پر نکلنا ہے، گاڑی کا ٹائم ہو چکا ہے، کیا وہ فجر کی اذان سے پانچ منٹ پہلے فجر کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: فجر کی نماز کا وقت اذان کے بعد ہوتا ہے، اذان فجر سے پہلے فجر کی نماز پڑھنا درست نہیں، بلکہ اگر کسی نے غلطی سے بھی پہلے نماز پڑھ لی، تو معلوم ہونے کے بعد دوبارہ نماز پڑھے گا۔

صورت مسئولہ کے مطابق آپ کے لیے اذان فجر سے پانچ منٹ پہلے نماز فجر پڑھنا جائز نہیں، اگر گاڑی کا ٹائم ہو چکا ہے، تو آپ سوار ہو جائیں اور راستے میں جب فجر کا وقت

ہو جائے گا، تو گاڑی رکوا کر نماز پڑھ لیں، اگر گاڑی نہ رکے یا کسی بھی وجہ سے روکی نہ جا سکتی ہو، تو آپ گاڑی میں ہی نماز فجر ادا کر لیں۔

سوال: روڈ پر ایک آوارہ کتے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، جس سے وہ کافی زخمی ہوا، اس کا بچنا مشکل ہے، کیا اس کتے کو تڑپتا چھوڑ دیں کہ خود ہی مر جائے گا، یا اسے گولی مار کر تلف کر دیا جائے؟

جواب: اس کا علاج ممکن نہیں، تو اسے تلف کر دیا جائے، تا کہ وہ خود بھی راحت میں آ جائے اور دوسروں کے لیے بھی تکلیف کا باعث نہ بنے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، غَدَتِ الشَّيَاطِينُ بِرَايَاتِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ، فَيَرْمُونَ النَّاسَ بِالتَّرَابِيثِ، أَوِ الرَّبَائِثِ، وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنِ الْجُمُعَةِ، وَتَغْدُو الْمَلَائِكَةُ فَيَجْلِسُونَ عَلٰى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَيَكْتُبُونَ الرَّجُلَ مِنْ سَاعَةٍ، وَالرَّجُلَ مِنْ سَاعَتَيْنِ، حَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الِاسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ، فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنْ أَجْرٍ، فَإِنْ نَأَى وَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ لَهُ كِفْلٌ مِّنْ أَجْرٍ، وَإِنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الِاسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَلَغَا، وَلَمْ يُنْصِتْ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنْ وِزْرٍ، وَمَنْ قَالَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ لِصَاحِبِهٖ : صَهٍ، فَقَدْ لَغَا، وَمَنْ لَغَا فَلَيْسَ لَهٗ فِي جُمُعَتِهٖ تِلْكَ شَيْءٌ .

''جب جمعہ کا روز ہوتا ہے، تو صبح کے وقت شیاطین اپنی جھنڈے لے کر بازاروں میں نکل جاتے ہیں، لوگوں کو مختلف کاموں میں مشغول کر دیتے ہیں اور انہیں جمعہ میں حاضر ہونے سے لیٹ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے بھی صبح کو آتے ہیں اور مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور پہلی گھڑی میں آنے والے شخص کا نام درج کرتے ہیں، پھر دوسری گھڑی میں آنے والے کا نام لکھتے ہیں، یہاں تک کہ امام تشریف لے آتا ہے۔

جب کوئی (آنے والا) شخص ایسی جگہ بیٹھتا ہے، جہاں سے وہ (خطیب کو) غور سے سن بھی سکے اور دیکھ بھی سکے، نیز وہ خاموش رہتا ہے اور کوئی فضول حرکت نہیں کرتا، تو اسے اجر کے دو حصے ملتے ہیں۔ اگر کوئی شخص (خطبہ کے لیے) دور ہوتا ہے اور ایسی جگہ بیٹھتا ہے، جہاں وہ خطیب کی آواز نہیں سن پاتا، مگر خاموش رہتا ہے، کوئی لغو حرکت نہیں کرتا، تو اسے اجر کا ایک حصہ ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی جگہ بیٹھتا ہے، جہاں سے وہ (امام کو) سن بھی سکتا ہے اور دیکھ بھی سکتا ہے، مگر لغو حرکت ہے، خاموش نہیں رہتا، تو اسے گناہ کا ایک حصہ دیا جاتا ہے اور جس نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا: خاموش ہو جاؤ، تو یقیناً اس نے فضول حرکت کی اور جس نے فضول حرکت کی، اسے اس جمعہ میں کچھ (ثواب) نہیں ملتا۔''

(سنن أبي داود: 1051)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اُم عثمان کا غلام مجہول و نا معلوم ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُلْتَمَسَ الرَّجُلُ مِنْ أَصْحَابِي كَمَا تُلْتَمَسُ الضَّالَّةُ فَلَا يُوجَدُ .

”قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میرے صحابہ میں سے کسی صحابی کو اسی طرح تلاش کیا جائے گا، جس طرح کسی گم شدہ جاندار کو تلاش کیا جاتا ہے، مگر وہ (میرا صحابی) نہ ملے گا۔“

(مسند الإمام أحمد :89/1)

جواب: سند باطل ہے۔ حارث بن عبد اللہ اعور متروک و کذاب ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ الْحَارِثَ كَذَّابٌ .

”حارث کے کذاب ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔“

(خُلاصة الأحكام :505/1)

سوال: عیسائیوں کا دعویٰ کہ وہ دین میں صرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ہی پیروی کرتے ہیں، کسی دوسرے کی نہیں، وہ اس دعویٰ میں کتنے سچے ہیں؟

جواب: نصاریٰ کا دین محرف و مبدل ہے، وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ انہوں نے اپنے بزرگوں کی بے دلیل باتوں کو جو سراسر غلو، شرک و کفر پر مبنی ہیں، دین کا درجہ دیا ہوا ہے، نیز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بہت سے بشارتیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دین کے متعلق کی گئی ہیں، ان کا انکار کرتے ہیں۔

جو نصرانی محمد کریم ﷺ پر ایمان نہیں لاتا، وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرتا ہی نہیں، کیونکہ اگر اس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی ہوتی، تو وہ غیر اللہ کو نہ پکارتا اور محمد کریم ﷺ پر ایمان لے آتا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ قَوْلَهُمْ : «وَلَا نَتَّبِعُ غَيْرَ الْمَسِيحِ وَحَوَارِيِّيهِ» قَوْلٌ بَاطِلٌ، فَإِنَّهُمْ لَيْسُوا مُتَّبِعِينَ لَا لِلْمَسِيحِ وَلَا لِحَوَارِيِّيهِ لِوَجْهَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا : أَنَّ دِينَهُمْ مُبَدَّلٌ لَيْسَ كُلُّهُ عَنِ الْمَسِيحِ وَالْحَوَارِيِّينَ بَلْ أَكْثَرُ شَرَائِعِهِمْ أَوْ كَثِيرٌ مِنْهَا لَيْسَتْ عَنِ الْمَسِيحِ وَالْحَوَارِيِّينَ .

الثَّانِي : أَنَّ الْمَسِيحَ بَشَّرَ بِأَحْمَدَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيٓ إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُم مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾(الصّف : ٦)

فَإِذَا لَمْ يَتَّبِعُوا أَحْمَدَ كَانُوا مُكَذِّبِينَ لِلْمَسِيحِ وَعِنْدَهُمْ مِنَ الْبِشَارَاتِ عَنِ الْمَسِيحِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ بِأَحْمَدَ مَا هُوَ مَبْسُوطٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ كَمَا سَيَأْتِي -إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

”نصاریٰ کا یہ کہنا کہ ”ہم مسیح اور ان کے حواریوں کے علاوہ کسی کا اتباع نہیں

کرتے۔'' بالکل باطل ہے، کیونکہ نصاریٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواریوں کا اتباع نہیں کرتے، اس کی دو وجہیں ہیں:

① نصاریٰ کا دین مبدل ومحرف ہے، ان کا مکمل دین سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں سے منقول نہیں ہے، بلکہ ان کے اکثر اور بیشتر احکام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اورحواریوں سے ثابت نہیں ہیں۔

② سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے (اپنے بعد) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خبری دی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (الصّف : ٦)

''جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد عظیم الشان رسول کی نوید سناتا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔''

جب نصاریٰ سیدنا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے، تو وہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی تکذیب کر رہے ہیں۔ نصاریٰ کے ہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے بشارتیں منقول ہیں، جو انھوں نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دیں ہیں۔ ان بشارتوں کو تفصیل کے ساتھ کسی دوسرے مقام پر درج کر دیا جائے گا، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے، ان شاء اللہ!۔''

(الجواب الصّحیح لمن بدّل دین المَسیح : 2/225-226)

ہم نصاریٰ کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر غور کریں، اس کے

محاسن پر تدبر کریں، صدق دل سے قرآن کا مطالعہ کریں، اس سے آپ کے قلوب واذہان روشن ہو جائیں گے، ان شاء اللہ!

مرنے سے پہلے دین محمدی کو اختیار کرلیں، اسی میں نجات ہے۔

سوال: میت کی نماز جنازہ اور دفن میں جلدی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کی تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور دفن میں جلدی کرنی چاہیے، بلا وجہ تاخیر غیر مستحسن ہے۔ جنازہ جلدی لے جانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأَئِمَّةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، فِي اسْتِحْبَابِ الْإِسْرَاعِ بِالْجِنَازَةِ، وَبِهِ وَرَدَ النَّصُّ .

''ائمہ کرام رحمہم اللہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ جنازہ کو جلدی لے جانا مستحب ہے۔ اس بارے میں نص (حدیث) بھی وارد ہوئی ہے۔''

(المُغني : 352/2)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَرَّبْتُمُوهَا إِلَى الْخَيْرِ، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ ذٰلِكَ كَانَ شَرًّا تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ .

''جنازے کو جلدی لے جاؤ، اگر وہ صالح جنازہ ہوا، تو آپ اسے خیر ہی کی طرف لے کر جا رہے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے، تو ایک شر کو آپ اپنی گردنوں سے اتار رہے ہیں۔''

(صحیح مسلم : 944)

سوال: ایک عورت جس کی عمر تیس برس ہے، اسے پہلے حیض آتا تھا، پھر تین سال تک حیض آیا ہی نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: طہر کی زیادہ سے زیادہ مدت مقرر نہیں، ایسا ممکن ہے کہ ایک عورت کو برسوں حیض نہ آئے، وہ پاک تصور کی جائے گی، نماز روزہ جاری رکھے گی۔ اسے جب حیض آئے گا، تو نماز روزہ چھوڑ ے گی۔ بہت سارے اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ أَكْثَرَ الطُّهْرِ لَا حَدَّ لَهٗ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ طہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد نہیں۔''

(المَجموع : 380/2)

سوال: بیوی کا اپنے شوہر کی شرمگاہ منہ میں لینا شرعا کیسا ہے؟

جواب: انتہائی قبیح فعل ہے، دل کو مردہ کر دیتا ہے، حرام کے درجہ کا گناہ ہے۔

سوال: ایک شخص سر کے بال اس لیے منڈوا کر رکھتا ہے کہ اس سے عاجزی پیدا ہوتی ہے اور رب کی رضا حاصل ہوتی ہے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عجز وانکساری کا یہ طریقہ غیر شرعی ہے۔ بلا شبہ سر کے بال منڈوانا جائز ہے، مگر سر منڈوانے کو عاجزی کی علامت سمجھنا درست نہیں، نبی کریم ﷺ سب سے بڑے عاجز تھے، مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ زلفیں رکھیں، عاجزی حکم الٰہی اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی پیروی کا نام ہے، لہٰذا اگر کوئی عاجز بننا چاہتا ہے، تو وہ نبوی سنتوں کو حرز جاں بنا لے۔

اسی طرح سر کے بال منڈوانے کو رضائے الٰہی کا باعث یا عبادت کا ذریعہ سمجھنا بھی مبنی بر خطا ہے۔ اہل علم نے اس کی نکیر کی ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) سر منڈوانے کی ایک ناجائز اور حرام صورت یوں بیان کرتے ہیں:

حَلْقُهُ عَلٰى وَجْهِ التَّعَبُّدِ وَالتَّدَيُّنِ وَالزُّهْدِ؛ مِنْ غَيْرِ حَجٍّ وَّلَا عُمْرَةٍ مِّثْلَ مَا يَأْمُرُ بَعْضُ النَّاسِ التَّائِبَ إِذَا تَابَ بِحَلْقِ رَأْسِهِ وَمِثْلَ أَنْ يُّجْعَلَ حَلْقُ الرَّأْسِ شِعَارَ أَهْلِ النُّسُكِ وَالدِّينِ؛ أَوْ مِنْ تَمَامِ الزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ أَوْ يُجْعَلَ مَنْ يَّحْلِقُ رَأْسَهُ أَفْضَلَ مِمَّنْ لَّمْ يَحْلِقْهُ أَوْ أَدْيَنَ أَوْ أَزْهَدَ أَوْ أَنْ يُّقَصَّرَ مِنْ شَعْرِ التَّائِبِ كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُ الْمُنْتَسِبِينَ إِلَى الْمَشْيَخَةِ إِذَا تُوْبَ أَحَدًا أَنْ يَّقُصَّ بَعْضَ شَعْرِهِ وَيُعَيِّنُ الشَّيْخُ صَاحِبَ مِقَصٍّ وَسَجَّادَةٍ؛ فَيَجْعَلُ صَلَاتَهُ عَلَى السَّجَّادَةِ وَقَصَّهُ رُءُ وسَ النَّاسِ مِنْ تَمَامِ الْمَشْيَخَةِ الَّتِي يَصْلُحُ بِهَا أَنْ يَّكُونَ قُدْوَةً يَّتُوبُ لِلتَّائِبِينَ فَهٰذَا بِدْعَةٌ لَّمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ بِهَا وَلَا رَسُولُهُ؛ وَلَيْسَتْ وَاجِبَةً وَّلَا مُسْتَحَبَّةً عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْ أَئِمَّةِ الدِّينِ؛ وَلَا فَعَلَهَا أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَّلَا شُيُوخِ الْمُسْلِمِينَ الْمَشْهُورِينَ بِالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ لَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا تَابِعِيهِمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّثْلُ الْفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ؛ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ؛ وَأَبِي سُلَيْمَانَ الدَّارَانِيِّ وَمَعْرُوفٍ الْكَرْخِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ أَبِي

الْحِوَارِيِّ؛ وَالسَّرِيِّ السَّقَطِيِّ؛ وَالْجُنَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّسَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التُسْتَرِيِّ وَأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَكُنْ هٰؤُلَاءِ يَقُصُّونَ شَعْرَ أَحَدٍ إِذَا تَابَ وَلَا يَأْمُرُونَ التَّائِبَ أَنْ يَّحْلِقَ رَأْسَهٗ، وَقَدْ أَسْلَمَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَمْ يَكُنْ يَّأْمُرُهُمْ بِّحَلْقِ رُءُ وسِهِمْ إِذَا أَسْلَمُوا وَلَا قَصَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَ أَحَدٍ .

”حج وعمرہ کے علاوہ نیکی، دینداری اور زہد سمجھ کر سر منڈوانا ممنوع وحرام ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ توبہ کرنے والے کو سر منڈوانے کا کہتے ہیں۔ یا سر منڈوانا اللہ والوں کا شعار ومعیار قرار دینا یا زہد وعبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنا یا اسے دوسروں سے افضل، دیندار اور زاہد سمجھنا یا گناہ سے تائب ہونے والے کے کچھ بال کاٹ دینا، جیسا کہ بزرگوں کی طرف منسوب بعض لوگوں کا وطیرہ ہے کہ جب کسی کو توبہ کرواتے ہیں، تو اس کے کچھ بال کاٹ دیتے ہیں اور بزرگ صاحب کاٹنے والے اور جائے نماز کا تعین بھی کرتے ہیں۔ وہ نماز اس مصلے پر ادا کرتا ہے اور اس کے بال بزرگی کی تکمیل کے لیے سب کے سامنے کاٹے جاتے ہیں، تاکہ توبہ کرنے والوں کے لیے نمونہ بن جائے۔ یہ تو صریح بدعت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ائمہ دین کے ہاں اس کے واجب، یا مستحب ہونے کی کوئی حیثیت ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور زہد وتقوی سے مزین شیوخ المسلمین نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ایسا کوئی

نہ صحابہ میں تھا، نہ ہی تابعین و اتباع تابعین میں۔ جیسا کہ فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بن محمد اور سہل بن عبداللہ تستری وغیرہم رحمہم اللہ گناہ سے توبہ کرتے ہوئے بال نہیں کاٹتے تھے اور نہ کسی توبہ کرنے والے کو کاٹنے کا کہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا عرب مسلمان ہو کر تائب ہوا، لیکن آپ نے انہیں اپنے بال کاٹنے کا نہیں کہا اور نہ ہی خود کسی کے بال کاٹے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 21/117-119)

سوال: ناسخ حدیث کو چھوڑ کر منسوخ پر عمل کرنا کیسا ہے؟

جواب: جب ناسخ کا علم ہو، تو جانتے بوجھتے منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ منسوخ حدیث سے ثابت ہونے والا مسئلہ مشروع نہیں رہتا۔ اس پر سبھی ائمہ کا اتفاق ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

الْعَمَلُ بِالْمَنْسُوخِ مَعَ الْعِلْمِ بِالنَّاسِخِ بَاطِلٌ بِلَا خِلَافٍ.

''ناسخ کا علم ہونے کے باوجود منسوخ پر عمل کرنا باطل ہے، اس میں (ائمہ کے مابین) کوئی اختلاف نہیں۔''

(الاعتصام: 1/433)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بدعات دیں؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی بدعت نہیں تھی۔ وہ خیر کے حریص تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرتے تھے، خواہشات کے پجاری نہ تھے۔

جس کام پر صحابہ عامل ہوں، وہ اس عمل کے مسنون اور مشروع ہونے کی دلیل ہوتا

ہے، نہ کہ بدعت اور نا جائز۔ صحابہ کا فہم وعمل بدعات کے درمیان آڑ ہے۔ آج بھی اگر کوئی شرک وکفر اور بدعات وخرافات سے محفوظ رہنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم وعمل دلیل ہے، اس پر گامزن رہے، تو صراطِ مستقیم پر گامزن ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عقیدہ، عمل، زہد وتقویٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے ہیں، ہر خیر اور ہر شر کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہی حاصل کی ہے، لہٰذا کامیابی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستہ میں ہے۔

❀ اسلاف اُمت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا:

كَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر خیر پر سب سے بڑھ کر حریص تھے۔''

(صحيح البخاري: 2311)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَيَقُولُونَ فِي كُلِّ فِعْلٍ وَّقَوْلٍ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ الصَّحَابَةِ : هُوَ بِدْعَةٌ؛ لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ خَيْرًا لَّسَبَقُونَا إِلَيْهِ، لِأَنَّهُمْ لَمْ يَتْرُكُوا خَصْلَةً مِّنْ خِصَالِ الْخَيْرِ إِلَّا وَقَدْ بَادَرُوا إِلَيْهَا .

''اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ ہر وہ قول وفعل، جو صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو، بدعت ہے، اگر وہ کارِ خیر ہوتا، تو وہ ہم سے پہلے یہ کام کر جاتے، کیونکہ وہ کوئی نیک کام نہ چھوڑتے تھے، بلکہ اس میں جلدی کرتے تھے۔''

(تفسير ابن كثير: 567/5)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا أُحْدِثَ بَعْدَ عَهْدِ الصَّحَابَةِ لَا يَكُونُ حَسَنًا .

''عہد صحابہ کے بعد جاری ہونے والی کوئی بدعت ''حسنہ'' نہیں ہوسکتی۔''

(التّنبیه علی مُشکلات الهِدایة :493/1)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار جنازہ پڑھا؟

جواب: اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا بَاطِلٌ بِلَا شَكٍّ وَبِاللّٰهِ تَعَالَى التَّوْفِيقُ .

''بلاشبہ یہ روایت باطل ہے۔ وباللہ التوفیق۔''

(المُحلّٰی : 351/3)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی وفات کے قائل تھے؟

جواب: جی ہاں۔ کئی احادیث و آثار میں اس عقیدہ کا اثبات ہے۔

❁ سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ : إِنْ لَمْ تَجِدِينِي ، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ .

''ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ سے کسی معاملے میں بات کی۔ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اشارہ آپ ﷺ کی وفات کی طرف تھا۔ فرمایا: ابو بکر کے پاس آجانا۔''

(صحیح البخاري : 7220، صحیح مسلم : 2386)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة : 79/14)

سوال: ایک عورت کو اس کا شوہر غیر فطری مجامعت پر مجبور کرتا ہے، بار بار سمجھانے کے باوجود وہ باز نہیں آتا۔ عورت کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ شوہر کو اچھی طرح سمجھائے، اگر نہ سمجھے، تو اس سے خلع لے لے، اس معاملہ میں اس کی اطاعت جائز نہیں۔ غیر فطری مجامعت حرام اور ناجائز ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِتْيَانُ النِّسَاءِ فِي الْأَدْبَارِ، فَهُوَ اللُّوطِيَّةُ الصُّغْرٰى، وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ، إِلَّا قَوْلًا وَاحِدًا شَاذًّا لِبَعْضِ السَّلَفِ، وَقَدْ وَرَدَ فِي النَّهْيِ عَنْهُ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”عورتوں سے غیر فطری مجامعت کرنا قومِ لوط کے عمل سے ملتا جلتا کام ہے، اس کے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے، سوائے سلف میں سے ایک شاذ قول کے، حالانکہ اس فعل سے ممانعت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 183/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے دس طرح کی کنیت رکھنے سے منع فرمایا؟

جواب: نبی کریم ﷺ ایسی کوئی ممانعت ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایت بے اصل ہے۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ عَشْرِ كُنًى .

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے دس طرح کی کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے۔“

❀ امام ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَوْضُوعٌ وَضَعَهُ أَبُو عِصْمَةَ، قَاضِي مَرْوَ .

”یہ روایت من گھڑت ہے، اسے گھڑنے مرو کا قاضی ابو عصمہ نوح بن ابی مریم ہے۔“

(تأويل مختلف الحديث، ص 129)

سوال: کیا حدیث کو قرآن پر پیش کرنا ضروری ہے؟

جواب: قرآن کی طرح حدیث میں مستقل بالذات شرعی ماخذ ہے، اس سے نسخ بھی ثابت ہوتا ہے اور قرآن کریم کا بیان بھی ہوتا ہے۔

جب کوئی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو، اس کی سند اور متن مخفی علتوں سے پاک

ہو،تو وہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس سے شرعی مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔کوئی صحیح سالم حدیث قرآن کے خلاف نہیں، اگر قرآن کی کوئی آیت اور صحیح حدیث ظاہری طور پر باہم مختلف نظر آئیں، تو ان میں تطبیق دی جائے گی۔ ہر دور کے ائمہ اہل سنت کا یہی طریقہ رہا ہے۔ بہر حال حدیث مبارکہ مستقل شرعی ماخذ ہے۔

❁ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى أَرِيكَتِهٖ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ.

”خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے، ساتھ میں اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔خبردار! عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی تکیے پر ٹیک لگائے کہے گا: ”اس قرآن کو لازم پکڑلو،تم اس میں جسے حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جسے حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو۔“ خبردار! تمہارے لیے گھریلو گدھے کا گوشت اور کچلی والے درندے حلال نہیں ہیں اور نہ معاہد کی گری ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے۔“

(سنن أبي داود: 4604، وسندہٗ صحيحٌ، وأخرجه الإمام أحمد: 4/132 والتّرمذي: 2664، وقال: حسنٌ غريب، وابن ماجه: 12، وسندہٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۰۹) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا حَاجَةَ بِالْحَدِيثِ أَنْ يُعْرَضَ عَلَى الْكِتَابِ وَأَنَّهٗ مَهْمَا ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حُجَّةً بِنَفْسِهٖ، وَأَمَّا مَا رَوَاهُ بَعْضُهُمْ أَنَّهٗ قَالَ : «إِذَا جَاءَ كُمُ الْحَدِيثُ فَاعْرِضُوهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ وَافَقَهٗ فَخُذُوهُ وَإِنْ خَالَفَهٗ فَدُعُوهُ» فَإِنَّهٗ حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ جو بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے وہ بذاتِ خود حجت ہے۔ باقی جو بعض نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب آپ کے پاس کوئی حدیث آئے، تو اسے کتاب اللہ پر پیش کریں، اگر موافق ہو، تو لے لیں اور اگر مخالف ہو، تو حدیث کو چھوڑ دیں۔'' تو یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(مَعالم السّنن : 4/299)

سوال: کیا صبح کے وقت جو خواب آئے، وہ سچا ہوتا ہے؟

جواب: یہ بے حقیقت بات ہے۔

سوال: کیا یاجوج و ماجوج آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں؟

جواب: یاجوج ماجوج انسان ہیں اور اولادِ آدم علیہ السلام میں سے ہیں۔ بادشاہ ذوالقرنین نے جو دیوار بنائی، وہ اس کے پیچھے ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا خروج ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا، نماز شروع ہی کرنے لگا تھا کہ پانی مل گیا، اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے لیے ضروری ہے کہ وضو کرے، اس کے لیے تیمّم کافی نہیں، کیونکہ اسے پانی میسر ہو چکا ہے، لہٰذا اگر وہ تیمّم کے ساتھ نماز پڑھے گا، تو وہ نماز نہ ہوگی، اس کا اعادہ واجب ہوگا۔ اس لیے کہ تیمّم کے ساتھ نماز پڑھنا صرف دو صورتوں میں جائز ہے؛

① پانی دستیاب نہ ہو۔ ② پانی کو استعمال کرنا ممکن نہ ہو۔

صورت مسئولہ میں دونوں عذر موجود نہیں، لہٰذا وضو شرط ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ مَنْ تَيَمَّمَ بَعْدَ أَنْ طَلَبَ الْمَاءَ فَلَمْ يَجِدْهُ ثُمَّ وَجَدَ الْمَاءَ قَبْلَ دُخُولِهِ فِي الصَّلَاةِ أَنَّ تَيَمُّمَهُ بَاطِلٌ لَا يُجْزِيهِ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِ وَأَنَّهُ قَدْ عَادَ بِحَالِهِ قَبْلَ التَّيَمُّمِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے پانی تلاش کیا، مگر پانی نہ ملا اور تیمّم کر لیا، پھر نماز شروع کرنے سے پہلے پہلے اسے پانی مل گیا، تو اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا، اس کے لیے تیمّم کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں، نیز اس کی حالت تیمّم سے پہلے والی ہو جائے گی۔''

(الاستذكار : 314/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَؤُمَّنَّ أَحَدٌ بَعْدِي جَالِسًا .

''میرے بعد کوئی شخص بیٹھ کر امامت نہ کرائے۔''

(سنن الدارقطني : 1485)

جواب: روایت باطل اور مرسل ہے۔

① عامر شعبی تابعی ہیں، بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں۔

② جابر جعفی ضعیف و متروک ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ بِمِثْلِهٖ حُجَّةٌ عَلٰى أَحَدٍ .

”اس جیسی (ضعیف و باطل) روایت سے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی۔“

(الرِّسالة، ص 255)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ مُرْسَلٌ لَا تَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ .

”یہ حدیث مرسل ہے اور اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(سنن الدارقطني، تحت الرقم: 1485)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ وَاهٍ تُحِيطُهُ الْعِلَلُ، جَابِرٌ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، وَالْحَدِيثُ مُرْسَلٌ وَهُوَ مُخَالِفٌ لِلْأَخْبَارِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا .

”یہ حدیث سخت ضعیف ہے، اس میں کئی علتیں موجود ہیں، جابر جعفی متروک الحدیث ہے اور یہ حدیث مرسل ہے، نیز یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت کئی احادیث کے مخالف و معارض ہے۔“

(الأوسط: 209/4)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَوْ صَحَّ إِسْنَادُهٗ لَكَانَ مُرْسَلًا وَالْمُرْسَلُ مِنَ الْخَبَرِ وَمَا لَمْ يُرْوَ سِيَّانِ فِي الْحُكْمِ عِنْدَنَا .

''اس روایت کی سند اگر بالفرض صحیح بھی ہو، تب بھی یہ مرسل ہے، جبکہ ہمارے نزدیک مرسل روایت اور وہ روایت جسے کسی نے بھی بیان نہ کیا ہو، حکم میں برابر ہیں (یعنی دونوں ہی ناقابل حجت ہیں)۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الرقم : 2110)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ الشَّعْبِيِّ فَبَاطِلٌ .

''عامر شعبی والی حدیث باطل ہے۔''

(المُحلّٰى : 106/2)

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ إِنَّمَا يَرْوِيهِ جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ مُرْسَلًا وَجَابِرٌ الْجُعْفِيُّ لَا يُحْتَجُّ بِشَيْءٍ يَرْوِيهِ مُسْنَدًا فَكَيْفَ بِمَا يَرْوِيهِ مُرْسَلًا .

''محدثین کے ہاں یہ حدیث ثابت نہیں، کیونکہ اسے جابر جعفی نے شعبی سے مرسل بیان کیا ہے، جابر جعفی کی کسی موصول روایت سے بھی حجت نہیں پکڑی جاسکتی، بھلا اس کی روایت کردہ مرسل سے حجت کیسے پکڑی جاسکتی ہے؟!''

(التّمهيد : 143/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مُنْكَرٌ بَاطِلٌ لَا يَصِحُّ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ.

''منکر اور باطل ہے، نیز سند کے اعتبار سے بھی ثابت نہیں۔''

(الاستذکار: 176/2)

تنبیہ:

اس باب میں دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: درج ذیل آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کس کی عمر کی قسم اٹھائی ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾(الحجر: ۷۲)

''آپ کی عمر کی قسم! بلاشبہ وہ اپنی مدہوشی میں بھٹکے ہوئے ہیں۔''

جواب: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم اٹھائی ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا امتیازی وصف ہے، جو کسی دوسرے نبی کے حصہ میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کی عمر کی قسم اٹھانا آپ ﷺ کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ بَلْ لَا يُعْرَفُ عَنِ السَّلَفِ فِيهِ نِزَاعٌ أَنَّ هٰذَا قَسَمٌ مِنَ اللّٰهِ بِحَيَاةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا مِنْ أَعْظَمِ فَضَائِلِهِ؛ أَنْ يُقْسِمَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ بِحَيَاتِهِ، وَهٰذِهِ مَزِيَّةٌ لَا تُعْرَفُ لِغَيْرِهِ.

”سلف اور خلف میں سے اکثر مفسرین بلکہ سلف میں تو اس بارے میں کوئی اختلاف معلوم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قسم رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کی اٹھائی ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی بڑی فضیلت ہے کہ رب عز وجل نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی قسم اٹھائی ہے، یہ ایسا امتیازی وصف ہے، جو کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔“

(التّبيان : 649/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِشْتَرُوا الرَّقِيقَ، وَشَارِكُوهُمْ فِي أَرْزَاقِهِمْ، يَعْنِي كَسْبَهُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَالزَّنْجَ؛ فَإِنَّهُ قَصِيرَةٌ أَعْمَارُهُمْ، قَلِيلَةٌ أَرْزَاقُهُمْ .

”غلام خریدیں اور انہیں اپنے کسب میں شریک کریں (یعنی ان کو روزی کمانے پر لگائیں)، البتہ سیاہ فام غلاموں سے بچیں، کیونکہ ان کی عمریں کم ہوتی ہیں اور ان کے روزیاں قلیل ہیں۔“

(المعجم الكبير للطّبراني : 287/10)

جواب: روایت باطل ہے۔

① حفص بن عمر مازنی مجہول ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَفْصٌ لَا يُعْرَفُ .

”حفص غیر معروف ہے۔“

(لسان المیزان : 329/2)

② حجاج بن حرب شقری کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ سلیمان بن علی بن عبد اللہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:٦/٣٨١'' میں ذکر کیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا یزید بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَنَحْنُ بِعَرَفَةَ فِي مَكَانٍ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو مِنْ مَوْقِفِ الْإِمَامِ قَالَ : فَقَالَ : إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكُمْ يَقُولُ : كُونُوا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ هٰذِهِ فَإِنَّكُمْ عَلٰى إِرْثٍ مِّنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے، ہم عرفہ میں ایک ایسی جگہ موجود تھا، جو امام سے کافی دور واقع ہوا تھا، ابن مربع کہنے لگے کہ مجھے آپ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، آپ فرما رہے ہیں کہ انہی قربان گاہوں پر قائم رہیں، کیونکہ آپ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر موجود ہیں۔''

(سنن أبي داود : 1921، سنن النّسائي : 3014، سنن التّرمذي : 883، سنن ابن ماجه : 311)

جواب: سند صحیح ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (٢٨١٩) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (١/٦٣٣) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَحْفُوظٌ .

''یہ حدیث محفوظ ہے۔''

(معجم ابن عساکر :1/385)

سوال: درج ذیل روایات میں کس واقعہ کا ذکر ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ أَمْرُ الْحَكَمَيْنِ قَالَتْ لِي حَفْصَةُ : إِنَّهٗ لَا يَجْمُلُ بِكَ إِلَّا الصُّلْحُ، يُصْلِحُ اللّٰهُ بِكَ بَيْنَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَنْتَ صِهْرُ رَسُولِ اللّٰهِ، وَابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ : فَخَرَجْتُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَقَدِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يُوَلُّونِي، فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ فَظَنَّ أَنِّي قَدِمْتُ لِذٰلِكَ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ جَسِيمٍ، فَجَعَلَ يَقُولُ : مَنْ ثَمَّ ذَكَرَ كَلِمَةَ هٰذَا الْأَمْرِ مَنْ يَرْجُو هٰذَا الْأَمْرَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ : مَنْ ضَرَبَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى أَدْخَلَكُمَا فِيهِ كَرْهًا، ثُمَّ ذَكَرْتُ الْجَنَّةَ وَنَعِيمَهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهُ .

''جب حکمین کا معاملہ ہوا، تو مجھے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلح پسند آدمی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اس اُمت کے درمیان صلح کرادے گا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبتی بھائی ہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نکلے پڑا اور لوگوں کے پاس پہنچ گیا، لوگ مجھے ذمہ داری سونپنے پر متفق تھے۔ اسی اثنا میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے،

انہوں نے کہا: میں اسی مقصد کے لیے فروہ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہاں کوئی ہے، جو اس معاملہ میں ذمہ دار بننے کا ارادہ رکھتا ہے؟ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:) میں نے یہ جواب دینا چاہا کہ ''(اس معاملہ کا ذمہ دار بننے کا زیادہ حق دار وہ ہے) جس نے آپ اور آپ کے والد کے ساتھ (جنگ خندق میں) قتال کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ دونوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔'' پھر مجھے جنت اور اس کی نعمتیں یاد آ گئیں، تو میں واپس پلٹ گیا۔''

(مُعجم ابن الأعرابي: 1640، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتِ: الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشٰى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ، قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهٗ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ،

وَيُحْمَلُ عَنِّيْ غَيْرُ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ .

''میں اپنی بہن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں، مجھے کوئی اختیار نہیں دیا گیا! کہنے لگیں: جائیے، آپ کا انتظار ہو رہا ہوگا۔ اندیشہ ہے کہ آپ کے نہ جانے سے اختلاف بڑھ سکتا ہے۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چلے گئے، جب لوگوں نے اختلاف کیا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اس مسئلہ میں جو اظہار رائے کرنا چاہتا ہے، سامنے آئے، جبکہ ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ رحمہ اللہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں: تو پھر آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب کیوں نہ دیا؟ عبداللہ کہنے لگے، میں نے اپنا حبوہ کھولا اور کہنے لگا کہ اس معاملہ کا زیادہ حق دار وہ ہے، جس نے اسلام پر آپ سے اور آپ کے باپ سے قتال کیا تھا، لیکن پھر میں ڈر گیا کہ کہیں کوئی ایسا کلمہ نہ کہہ بیٹھوں، جو لوگوں میں اختلاف اور خون ریزی کا موجب بنے اور میرے متعلق وہ کچھ کہا جائے، جس کا میں نے ارادہ بھی نہ کیا ہو۔ مجھے اللہ کی تیار کردہ جنت کی نعمتیں یاد آ گئیں۔''

(صحيح البخاري : 4108)

جواب: مذکورہ دونوں روایات میں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے، اس کا علم نہیں ہو سکا۔ بعض نے اسے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ پر محمول کیا ہے، بعض نے تحکیم کے معاملہ

پر اور بعض نے صلح حسن رضی اللہ عنہ کا معاملہ مراد لیا ہے۔

بہر حال اس سے جو بھی واقعہ مراد لیا جائے، کم سے کم یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خلافت کے دعویدار تھے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی خلافت کی تمنا کی ہو یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چھیننے کا ارادہ کیا ہو، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا اہل بیت کے کسی فرد نے بھی کبھی اظہار نہیں کیا کہ یہ لوگ ہم سے خلافت چھیننا چاہتے ہیں۔

سوال: کیا روح نکلنے کے بعد اس کی فرشتوں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں؟

جواب: جب مؤمن کی روح نکالی جاتی ہے، تو اسے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے، ہر آسمان کے فرشتے اس پاکیزہ روح کو ویلکم کرتے ہیں، اسے خوشخبریاں دیتے ہیں، یہ سب کیسے ہوتا ہے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، ہمارے ذمہ اس کی تصدیق کرنا ہے، کیونکہ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہو چکی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَیِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا، قَالُوا: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، اخْرُجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا حَتّٰى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، ادْخُلِي حَمِيدَةً،

وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ، حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

''مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ نیک ہو، تو کہتے ہیں: اے پاک جان، جو پاک جسم میں تھی! نکل جا، تیرے لئے تعریف وستائش ہے۔ خوشگوار وخوشبودار ہوا کے جھونکے اور راضی ومہربان رب کی خوشخبری ہے۔ اسے مسلسل یہی بات کہی جاتی ہے، تا آنکہ وہ جسم سے نکل جاتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے۔ آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پوچھا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ فرشتے بتاتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے، کہا جاتا ہے: پاک جان جو پاک جسم میں تھی، خوش آمدید! آیئے، ستائش ہو۔ خوشگوار وخوشبودار ہوا اور مہربان ربّ کی خوشخبری آپ کے لئے۔ اسے مسلسل یہی کہا جاتا ہے، حتی کہ اس آسمان تک پہنچا دیا جائے، جس کے اوپر اللہ عزوجل کی ذات ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 364/2، سنن ابن ماجه: 4262، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مِصباح الزُّجاجة: 250/4)

سوال: کیا دو صحیح العقیدہ مسلمانوں کا کسی فقہی مسئلہ پر مناظرہ اور مباحثہ ہوسکتا ہے؟

جواب: فقہی مسائل پر بھی مناظرہ اور مباحثہ ہوسکتا ہے، مگر یاد رہے کہ مناظرہ میں بدگوئی، بدتمیزی، بدتہذیبی کا اظہار کرنا یا ایک دوسرے پر جملے کسنا مناسب نہیں۔ یہ اہل علم کے شایان شان ہے۔

مناظرہ کا مقصد حق تک رسائی ہونا چاہیے، جس مناظر کی بات کتاب وسنت کے

موافق ہو اور دلیل پر قائم ہو، اس کی طرف مائل ہو جانا مؤمن کا شیوہ ہے، کیونکہ مناظرہ کا مقصد حق کو پہچاننا ہے، نہ کہ حق کو ٹھکرانا۔ مناظرہ اور مناقشہ کی مشروعیت پر کئی دلائل ہیں۔

بعض لوگ مناظرہ کے خلاف ہیں اور اسے غیر شرعی سمجھتے ہیں، یہ صریح جہالت ہے، مناظرہ جائز اور مشروع ہے، البتہ جو مناظرے بحث برائے بحث اور حق سے اعراض کرنے کے لیے کیا جائے، وہ ناجائز ہیں۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِي إِدْخَالِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَلَيْهِ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنِ انْتَظَرَ صَلَاةً فَهُوَ فِي صَلَاةٍ»، وَإِذْعَانُ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلٰى ذٰلِكَ دَلِيلٌ بَيِّنٌ عَلٰى مَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ مِنَ الْبَصَرِ بِالْاِحْتِجَاجِ وَالْاِعْتِرَاضَاتِ وَالْإِدْخَالِ وَالْإِلْزَامَاتِ فِي الْمُنَاظَرَةِ وَهٰذَا سَبِيلُ أَهْلِ الْفِقْهِ أَجْمَعَ إِلَّا طَائِفَةً لَا تُعَدُّ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَغْرَقُوا فِي التَّقْلِيدِ وَأَرَاحُوا أَنْفُسَهُمْ مِنَ الْمُنَاظَرَةِ وَالتَّفَهُّمِ وَسَمَّوُا الْمُذَاكَرَةَ مُنَاظَرَةً جَهْلًا مِنْهُمْ بِالْأُصُولِ .

''سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ (جمعہ کے دن قبولیت والی گھڑی) کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش کرنا: ''جو نماز کا انتظار کرے، تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔'' اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس فرمان نبوی کو قبول کرنا واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مناظرہ میں استدلال، اعتراض، معارضہ اور الزامی دلیل پیش کرنے پر گہری نظر رکھتے تھے۔ تمام فقہا کا یہی اُسلوب

رہا ہے، سوائے چند ایک کے کہ جنہیں علما میں شمار نہیں کیا جاتا، وہ تقلید میں غرق ہو چکے ہیں اور انہوں نے خود کو مناظرہ اور غور و فکر سے دور کر رکھا ہے۔ وہ مذاکرہ کو مناظرہ کا نام دیتے ہیں، یہ ان کی اصول سے جہالت ہے۔“

(التّمهيد : 49/23)

سوال: اگر پانچ یا ہزار روپے کا نوٹ گرا پڑا ملے، تو اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: اگر آس پاس کوئی مالک نہ ملے، تو اسے اپنے استعمال میں لے آئیں۔ اس کا سال بھر اعلان کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اتنی کم رقم کی تلاش نہیں کی جاتی۔

سوال: بغیر اجازت کسی کے جانور کا دودھ نکالنا کیسا ہے؟

جواب: اجازت کے بغیر کسی کے جانور کا دودھ دوہنا جائز نہیں۔ یہ بھی چوری کے حکم میں آئے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِءٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ، فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهٖ .

”کوئی شخص بغیر اجازت کسی کے جانور کا دودھ نہ دوہے، کیا آپ میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کوئی اس کے گودام کے پاس آئے، اس کے تھیلے کا منہ کھولے اور اس کا غلہ لے جائے۔ یاد رہے کہ مویشیوں کے تھن بھی لوگوں کے لیے کھانے کا گودام ہوتے ہیں، لہٰذا کوئی بھی بغیر اجازت کسی کے جانور کا دودھ

مت دو ہے۔“

(صحيح البخاري : 2435، صحيح مسلم : 1726)

سوال: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی بَعْدَ الطُّولٰی .

”سورت نساء طولیٰ کے بعد سورت نساء قصریٰ نازل ہوئی۔“

(صحيح البخاري : 4532، 4910)

سورت نساء قصریٰ سے مراد کیا ہے؟

جواب: سورت نساء قصریٰ سے مراد سورت طلاق ہے اور سورت نساء طولیٰ سے مراد اصل سورت نساء ہے۔ سورت طلاق کو سورت نساء قصریٰ اس لیے کہا گیا، کیونکہ اس میں عورتوں کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔

سوال: جس کا شوہر فوت ہو جائے، اس کا نفقہ و سکنی کس کے ذمہ ہے؟

جواب: جس کا شوہر وفات پا جائے، وہ چار ماہ دس دن اسی گھر میں عدت گزارے گی، جہاں پر وہ وفات شوہر کے وقت موجود تھی، اگر اس کے لیے وہاں رہنا ممکن نہ ہو، تو وہ کسی دوسری جگہ منتقل بھی ہو سکتی ہے۔ اگر شوہر کے گھر عدت گزارے، تو شوہر کے گھر والوں کو چاہیے کہ اس کے کھانے پینے کا بندوبست کریں۔

چار ماہ دس دن کے بعد بیوہ کا نفقہ اور سکنی کسی کے ذمہ نہیں۔ اس کے لیے وراثت میں آٹھواں یا چوتھا حصہ مقرر ہے، عورت صرف میراث کی حق دار ہے، اس کے لیے مزید وصیت نہیں۔

تنبیہ:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِيٓ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ وَّاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

(البقرة : ٢٤٠)

”تم میں سے جو وفات پا گئے ہیں اور انہوں نے اپنی بیویاں چھوڑی ہیں، تو ان کی بیویوں کے لیے ایک سال تک فائدہ اٹھانے کی وصیت ہے، انہیں باہر نہ نکالا جائے، البتہ اگر وہ خود نکل جائیں، تو تم پر کوئی گناہ نہیں، کہ وہ اپنے بارے میں جو بھی معقول فیصلہ کرلیں، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوہ کو ایک سال تک شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت ہے۔ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور بقیہ سات ماہ بیس دن وصیت کے طور پر گھر میں رہ سکتی ہے۔

یہ آیت محکم یا منسوخ اس بارے میں اہل علم کی دو آراء پائی جاتی ہیں۔

جمہور اہل علم اور مفسرین کے مطابق یہ آیت منسوخ ہے، اس سے پچھلی آیت اور میراث والی آیت اس کی ناسخ ہیں۔ کہ جب ہر وارث کے حصے مقرر کر دیے گئے، تو اس کے بعد کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔ بیوہ کی اولاد ہے، تو اسے آٹھواں حصہ اور اگر اولاد نہیں، تو چوتھا حصہ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا بیوی کے لیے کوئی وصیت نہیں۔ وصیت والی آیت منسوخ ہو چکی ہے، کئی صحابہ، تابعین اور مفسرین نے یہی فرمایا ہے۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ آیت محکم ہی ہے، منسوخ نہیں، وہ اس آیت کا معنی یہ

کرتے ہیں کہ آیت میں وصیت سے مراد شوہر کے گھر والوں کو نصیحت اور ترغیب دلائی گئی ہے کہ بیوہ کی دادرسی اور غم خواری کرتے ہوئے اس کے ساتھ ایک سال تک تعاون کریں۔ ان اہل علم کے مطابق اس وصیت کا تعلق وراثت سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت اور میراث والی آیت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

راجح بات یہ ہے کہ وصیت منسوخ ہے، بیوہ چار ماہ دس دن شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی۔ اس کے لیے مزید سکنی نہیں۔

سوال: ابوجہل کو کس نے قتل کیا؟

جواب: ابوجہل کو غزوہ بدر میں عفراء کے دو بیٹوں معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما نے قتل کیا۔

(صحيح البخاري : 4020، صحيح مسلم : 1800)

سوال: صحیح بخاری کے درسی نسخہ (۲/۵۷۰) میں ہے:

إِنَّ أَبَا سَعِيدِ بْنَ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ قَدِمَ مِنْ سَفى ....

اس حدیث میں ''سفی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ درسی نسخہ میں کاتب کی غلطی ہے، درست جملہ یہ ہے:

قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ....

(صحيح البخاري : 3997)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تَحْتَرِقُونَ حَتّٰى إِذَا صَلَّوُا الْفَجْرَ غُسِلَتْ، ثُمَّ تَحْتَرِقُونَ حَتّٰى إِذَا صَلَّوُا الظُّهْرَ غُسِلَتْ، تَحْتَرِقُونَ حَتّٰى إِذَا صَلَّوُا الْعَصْرَ

غُسِلَتْ، حَتّٰى عَدَّ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا هٰكَذَا.

''آپ (گناہوں کی وجہ سے) جل جاتے ہیں، یہاں تک کہ آپ فجر کی نماز پڑھتے ہیں، تو وہ گناہ دھو دیے جاتے ہیں، پھر آپ (گناہ کر کر کے) جل جاتے ہیں، یہاں کہ ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہیں، پھر آپ کے جسموں کو دھو دیا جاتا ہے، پھر آپ جل جاتے ہیں، یہاں کہ عصر کی نماز پڑھ لیتے ہیں، تو جسموں کو دھو دیا جاتا ہے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بقیہ نمازوں کو بھی اسی طرح شمار کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 7654، المُعجم الكبير للطّبراني: 148/9، واللّفظ لهٗ)

جواب: سند ضعیف ہے۔لقیط بن قبیصہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/۳۴۴''میں ذکر کیا ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة: 7653، الزهد لعبد الله بن المبارك: 903)

سند ضعیف ہے۔قاسم بن عبدالرحمٰن کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔ ان کے درمیان لقیط بن قبیصہ کا واسطہ ہے، جو کہ مجہول الحال ہے۔

❁ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(المعجم الأوسط للطّبراني: 2224)

سند ضعیف ہے۔ابوصقر احمد بن علی بن حسن تمیمی مجہول ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا﴾ (النّور : ٢٧) وَقَالَ : إِنَّمَا هِيَ خَطَأٌ مِّنَ الْكَاتِبِ : حَتّٰى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا .

''آیت کریمہ: ''تم اپنے علاوہ کسی کے گھر میں تب تک داخل مت ہوں، جب تک تم اجازت نہ مانگ لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔'' فرماتے ہیں: یہاں کاتب سے غلطی ہوئی ہے، درست الفاظ یوں تھے: «حَتّٰى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا» .

(تفسير الطّبري : 240/17، وسندهٗ صحيحٌ)

جواب: یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی غلطی اور شاذ رائے ہے، احتمال ہے کہ پہلے قرأت یہ رہی ہو، جسے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما درست سمجھ رہے ہیں، بعد میں دوسری قرأت نازل ہوگئی، جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علم میں نہ آسکی اور انہوں نے اسے کاتب کی غلطی سمجھ لیا۔ بہر حال درست اور صحیح قرأت وہی ہے، جو متواتر اور اجماعی ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقِرَاءَ ةُ الْعَامَّةُ ثَبَتَ نَقْلُهَا بِالتَّوَاتُرِ فَهِيَ أَوْلٰى، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ذَاكَ الْقِرَاءَ ةَ الْأُولٰى، ثُمَّ صَارَتِ الْقِرَاءَ ةُ عَلٰى مَا عَلَيْهِ الْعَامَّةُ وَنَحْنُ لَا نَزْعُمُ أَنَّ شَيْئًا مِمَّا وَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، أَوْ نُقِلَ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا أَنَّهٗ خَطَأٌ .

''مشہور قرأت کہ جو تواتر کے ساتھ منقول ہے، یہی اولیٰ ہے۔ احتمال ہے کہ یہ

(عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی قرأت) پہلے پہل کی ہو، بعد میں وہ قرأت نازل ہوگئی ہو، جو عام اور مشہور ہے۔ ہم کسی اجماعی یا متواتر منقول قرأت کو (کاتب کی) خطا نہیں کہہ سکتے۔''

(شُعَب الإيمان، تحت الرقم: 8424)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ذبح کرنے لگے، تو جانور بدک گیا، پکڑنا مشکل ہے، نقصان کا اندیشہ ہے یا جانور گم ہو سکتا ہے، تو کیا اسے گولی وغیرہ مار کر قابو کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر پکڑنے کی کوئی اور صورت نہ ہو، تو گولی یا اس جیسی نوکدار شے سے جانور کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

✿ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَطَلَبُوهُ، فَأَعْيَاهُمْ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَأَهْوٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ، فَحَبَسَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ : إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهٖ هٰكَذَا .

”قربانی کے اونٹوں میں ایک اونٹ بھاگ گیا، لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا، اس نے انہیں تھکا دیا، اس زمانے میں لوگوں کے پاس گھوڑے کم تھے، ان میں سے ایک شخص نے تیر مارا، (تیر اونٹ کو لگا) تو اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو روک دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوپائیوں میں بھی بعض بدک جاتے ہیں، جیسے وحشی جانور بدکتے ہیں۔ لہٰذا جس جانور کو پکڑنا آپ کے لیے مشکل ہو جائے، تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا کریں (جس طرح اس تیر انداز نے کیا ہے)۔“

(صحيح البخاري : 2488، صحيح مسلم : 1968)

جس طرح بدکے ہوئے اونٹ کو تیر مارا گیا اور اسے قابو میں کر لیا گیا، تو اسی طرح بدکے ہوئے جانور پر گولی چلا کر اسے قابو میں کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ قابو آنے والے جانوروں کے ساتھ ایسا ہی کرنے کی اجازت دی ہے۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع رسول پر کوئی مثال بیان فرما دیں۔

جواب: اتباع رسول ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرب المثل ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ وہ ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے، خواہ ان سے پیروی کا مطالبہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ بلکہ عادی اُمور میں بھی وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔ صحابہ کے اتباع رسول ﷺ پر اَن گنت مثالیں ہیں، بلکہ ان کی ساری زندگی ہی اتباع رسول ﷺ سے عبارت ہے۔

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ نَكَسَ رَأْسَهٗ وَنَكَسَ أَصْحَابُهٗ رُؤُوسَهُمْ، فَلَمَّا أُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهٗ.

”نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہو رہی ہوتی، تو سر جھکا لیتے (نبی کریم ﷺ کے اتباع میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سروں کو جھکا لیتے، جب وحی کی کیفیت ختم ہوتی، تو نبی کریم ﷺ اپنا سر مبارک اوپر اٹھاتے۔“

(صحیح مسلم: 2335)

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر معاملہ میں نبی کریم ﷺ کا اتباع کرتے تھے، وحی کی کیفیت نبی کریم ﷺ پر طاری ہوتی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا سر مبارک جھک جاتا، آپ ﷺ کے اتباع اور ادب میں صحابہ بھی سر جھکا لیتے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اتباع کا یہ عالم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی وحی پڑھ کر نہیں سنائی، بھلا جب وحی پڑھ کر سناتے ہوں گے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح اتباع کرتے ہوں گے؟!

سوال: کیا عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کا سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟

جواب: عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کا سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ صَحِيحٌ بِلَا شَكٍّ مُتَّصِلٌ ...... فَإِنَّهُ أَدْرَكَ أَبَا وَاقِدٍ بِلَا شَكٍّ وَسَمِعَهُ بِلَا خِلَافٍ .

''بلاشبہ یہ حدیث صحیح اور متصل ہے۔...... کیونکہ بے شک عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اور ان سے سماع کیا ہے، اس میں کچھ اختلاف نہیں۔''

(شرح مسلم : 181/6)

سوال: کیا دعا کے لیے وضو کرنا مشروع ہے؟

جواب: دعا کے لیے وضو مشروع و مستحب ہے۔

❀ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ بِهٖ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس سے وضو کیا، پھر اتنے ہاتھ بلند کیے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی، پھر یوں دعا فرمائی: ''اللہ!

عبید ابو عامر کو بخش دے، انہیں روز قیامت اپنی مخلوق میں سے بہت سے لوگوں پر فضیلت عطا فرما دینا!''

(صحیح البخاري : 6383، صحیح مسلم : 2498)

سوال: وضو میں بازو کو کہاں تک دھونا واجب ہے؟

جواب: وضو میں بازو کو کہنی تک دھونا واجب ہے۔

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي أَنَّ مُنْتَهَى الْغَسْلِ فِي الْوُضُوءِ فِي الْيَدِ الْمَرْفِقُ .

''اس میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ وضو میں ہاتھ کو دھونے کی انتہا کہنی ہے۔''

(المَسالك : 14/2)

سوال: وضو میں بائیں بازو کو پہلے دھولیا، اب کیا کرے؟

جواب: مستحب یہی ہے کہ وضو میں دائیں عضو کو پہلے دھویا جائے، البتہ اگر بائیں عضو کو دھولیا، تو وضو ہو جائے گا، اس پر اتفاق ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يَّغْسِلَ الْيُمْنٰى قَبْلَ الْيُسْرٰى ...... وَكَذٰلِكَ أَجْمَعُوا أَنَّ مَنْ غَسَلَ يُسْرٰى يَدَيْهِ قَبْلَ الْيُمْنٰى أَنَّهٗ لَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ .

''اس پر فقہا کے مابین اجماع ہے کہ (وضو میں) افضل یہی ہے کہ دائیں ہاتھ کو

بائیں سے پہلے دھویا جائے۔......اس پر بھی فقہا کا اجماع ہے کہ جس نے دائیں ہاتھ سے پہلے بائیں ہاتھ کو دھولیا، تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔‘‘

(الاستذکار :128/1)

سوال: ایک شخص سخت بیمار ہے، وہ جنبی ہو گیا، پانی گرم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں، اب اگر وہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرے گا، تو اسے موت کا خطرہ ہے، وہ کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں وہ تیمّم کرسکتا ہے، تیمّم وضو اور غسل دونوں میں کفایت کرتا ہے۔ یہ اس کے لیے ہے کہ جسے پانی دستیاب نہ ہو یا وہ پانی کو استعمال نہ کرسکتا ہو۔

✿ علامہ علی بن عمر ابن القصار رحمہ اللہ (۳۹۷ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ خَافَ التَّلَفَ مِنَ اسْتِعْمَالِ الْمَاءِ جَازَ لَهٗ تَرْكُهٗ أَنْ يَّتَيَمَّمَ بِلَا خِلَافٍ مِنْ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ .

’’جس شخص کو پانی استعمال کرنے سے موت کا اندیشہ ہو، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ پانی کا استعمال ترک کر دے اور تیمّم کر لے۔ اس مسئلہ میں فقہائے امصار کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔‘‘

(عُیون الأدلۃ : 1175/3)

سوال: کیا غلام وارث بنتا ہے؟

جواب: غلام کسی کا وارث نہیں بنتا۔

✿ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِي أَنَّهٗ لَا يَرِثُ .

’’اس میں مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں کہ غلام وارث نہیں بن سکتا۔‘‘

(مَعالم السّنن : 4/79)

سوال: کیا سالم بن ابی الجعد کا سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟

جواب: سالم بن ابی الجعد کا سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ بِلَا خِلَافٍ .

''سالم نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا، اس میں (ائمہ علل کے مابین) کوئی اختلاف نہیں۔''

(مِصباح الزّجاجة : 1/41)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهٗ عَلٰى قَدْرِ نِيَّتِهٖ، وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ؟ قَالُوا : الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الشَّهَادَةُ سبعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ المَطْعُونُ شَهِيدٌ، والْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقُ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ .

''اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق اجر دیتا ہے، آپ شہادت کسے سمجھتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے : میدان جہاد میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدان قتال کے علاوہ بھی سات اسبابِ شہادت ہیں۔

① مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جانے والا ② ڈوب کر مرنے والا ③ نمونیا سے جاں بحق ہونے والا ④ پیٹ کی بیماری سے جان کی بازی ہار جانے والا ⑤ جل کر ہلاک ہونے والا ⑥ دب کر دم توڑ دینے والا ⑦ حمل سے فوت ہو جانے والی خاتون۔''

(موطّأ الإمام مالك : 233/1، سنن النّسائي : 1846، سنن أبي داوٗد : 3111)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۸۹) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۰۳/۱) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَاهُ مَالِكٌ صَحِيحٌ بِلَا خِلَافٍ وَإِنْ كَانَ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ لَمْ يُخَرِّجَاهُ .

''امام مالک رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ یہ حدیث بغیر کسی اختلاف کے صحیح ہے، اگرچہ اسے بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے نقل نہیں کیا۔''

(شرح مسلم : 62/13)

سوال: کیا فجر کی سنتوں کی کوئی مستقل فضیلت ہے؟

جواب: فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں اور اللہ تعالیٰ کو دنیا کائنات سے زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سفر میں بھی ترک نہیں کرتے تھے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

”فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔“

(صحیح مسلم : 725)

❁ ایک روایت میں ہے:

لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا .

”یہ دونوں مجھے پوری کائنات سے زیادہ محبوب ہیں۔“

(صحیح مسلم : 97/725)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ بِلَا خِلَافٍ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(المَسالك : 14/3)

سوال: ایک شخص کسی ناجائز کام کے لیے سفر پر گیا، کیا وہ اس ناجائز سفر پر نماز قصر کر سکتا ہے؟

جواب: یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ معصیت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں، مگر نماز کو قصر کرنے کا تعلق سفر سے ہے، خواہ وہ سفر معصیت کا ہو یا جائز سفر ہو یا مستحب یا واجب سفر ہو۔ اس لیے اگر کوئی شخص گناہ کے سفر پر بھی ہے، تو تب بھی نماز قصر کر سکتا ہے، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَزَوَّجُوا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَإِنَّ السِّقْطَ لَيُرٰى مُحْبَنْطَئًا بِبَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ : ادْخُلْ، فَيَقُولُ : حَتّٰى يَدْخُلَ أَبَوَايَ .

”شادی کریں، کیونکہ میں آپ لوگوں (کی کثرت) کے ذریعے ہی دیگر اُمتوں پر فوقیت لے جاؤں گا۔ پیدائشی فوت شدہ بچہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہوگا، اس کا پیٹ پھولا ہوا ہوگا، اسے جنت میں داخل ہونے کو کہا جائے گا، تو وہ کہے گا: جب تک میرے والدین داخل نہیں ہو جاتے (میں جنت میں داخل نہیں ہوں گا)۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 5746)

جواب: روایت سخت ضعیف ہے۔

① موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔

② عبدالعظیم بن حبیب ضعیف و غیر معتبر ہے۔

③ محمد بن کعب قرظی کا سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے سماع و لقا نہیں۔

سوال: ماں کے پیٹ میں حمل سات ماہ کا ہے، ایک عورت نے جان بوجھ کر اس حمل کو ضائع کر دیا، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: چار ماہ کے بعد حمل میں روح پھونک دی جاتی ہے، اب یہ مکمل جان بن جاتی ہے، اس کو قتل کرنا ایک مکمل جان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

✿ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا نُفِخَ فِيهِ الرُّوحُ، فَهُوَ قَتْلُ نَفْسٍ بِلَا خِلَافٍ.

”جب حمل میں روح پھونک دی جائے، تو (اسے قتل کرنا) ایک جان کو قتل کرنا ہے، اس میں اختلاف نہیں۔“

(المَسالك : 665/5)

ایسی جان کو قتل کرنے پر مکمل دیت ہے۔

سوال: جو شخص تقدیر کا کلی طور پر انکار کرے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: تقدیر پر ایمان لانا ایمانیات ستہ میں سے ہے۔ تقدیر کے اثبات پر کتاب وسنت میں متواتر دلائل ہیں، نیز اُمت کا اجماع بھی ہے۔ تقدیر کا سرے سے انکار کرنے والا بالاتفاق کافر ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس نے بے شمار قرآنی آیات اور متواتر احادیث کا انکار کیا ہے۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کا علم سابق ہے، کہ ہر شے کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے، اگر کوئی اس کا انکار کرے، تو کافر ہے۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَائِلُ بِذٰلِكَ الْقَوْلِ كَافِرٌ بِلَا خِلَافٍ .

”اس عقیدہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سابق کا انکار) کا قائل بغیر کسی اختلاف کے کافر ہے۔“

(إكمال المُعلم :202/1)

یاد رہے کہ فرقہ قدریہ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص کافر نہیں، بلکہ اس میں تفصیل ہے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام کیا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

سوال: مکی دور کتنے سال پر مشتمل ہے؟

جواب: نبوت ملنے کے بعد نبی کریم ﷺ مکہ میں تیرہ برس رہے، پھر مدینہ کی

طرف ہجرت کی۔اس پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أُنْزِلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ، فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِينَ، ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”چالیس برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (پہلی) وحی نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ برس رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کو حکم ہوا، تو مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، مدینہ میں دس برس رہے، پھر وفات پا گئے۔“

(صحيح البخاري :3851، صحيح مسلم :2351)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا لُبْثُهُ بِمَكَّةَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ فَثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً بِلَا خِلَافٍ.

”نبوت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ سال تک ٹھہرے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(كَشف المشكل : 214/3)

سوال: بچہ پیشاب کر دے، تو کیا کپڑوں کو دھونا ضروری ہے؟

جواب: جب تک بچے کی غذا ماں کا دودھ ہے، تب تک اس کے پیشاب کو دھونا ضروری نہیں، لیکن جب بچہ بطور غذا کھانا کھانے لگے، تو اس کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے، اب چھینٹے کافی نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا أَكَلَ الطَّعَامَ عَلٰى جِهَةِ التَّغْذِيَةِ فَإِنَّهٗ يَجِبُ الْغَسْلُ بِلَا خِلَافٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

”جب بچہ بطور غذا کھانا کھانے لگ جائے، تو (اس کے پیشاب کو) دھونا واجب ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، واللہ اعلم!“

(شرح مسلم : 195/3)

سوال : کیا قرآنی آیات کی ترتیب توقیفی ہے؟

جواب : قرآنی آیات کی ترتیب توقیفی ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی ہے۔ اس وقت مصحف میں جس ترتیب کے ساتھ آیات لکھی ہوئی ہیں، عہد نبوی میں بھی ایسی ہی ترتیب تھی۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (٨٠٤ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا تَرْتِيبُ الْآيَاتِ فَلَا خِلَافَ أَنَّهٗ تَوْقِيفٌ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ الْآنَ فِي الْمُصْحَفِ.

”آیات قرآنیہ کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توقیفی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے اس وقت مصحف میں ترتیب موجود ہے۔“

(التّوضیح : 106/7)

سوال : کیا گانا حرام ہے؟

جواب : گانے کے وہ الفاظ جس میں غیر شرعی باتیں ہوں، عورتوں کی طرف میلان اور ہیجان کا ذکر ہو، ذہنی آوارگی کی طرف ابھارے اور اس میں بے حیائی اور فحاشی پائی

جائے، تو وہ گانا بالاتفاق حرام اور ناجائز ہیں، ان الفاظ کو گنگنا جائز نہیں، کیونکہ یہ مذموم لہو ولعب ہے۔

علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ فِي تَحْرِيمِهِ؛ لِأَنَّهُ اللَّهْوُ وَاللَّعْبُ الْمَذْمُومُ بِالْاِتِّفَاقِ .

"(جو گانا عورتوں کی طرف رغبت اور میلان کو بڑھانے کا باعث بنے) ایسے گانے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ یہ بالاتفاق مذموم لہو ولعب ہے۔"

(المُفهم : 534/2)

سوال: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کب مسلمان ہوئے؟

جواب: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر والے سال سن ٧ھ کو مسلمان ہوئے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَسْلَمَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَامَ خَيْبَرَ سَنَةَ سَبْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ بِلَا خِلَافٍ .

"بلاشبہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر والے سات سن ٧ ہجری کو مسلمان ہوئے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔"

(شرح مسلم : 71/5)

سوال: کیا عمرہ میں طواف وداع ہے؟

جواب: عمرہ میں طواف وداع ضروری نہیں، اس پر اتفاق ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْمُعْتَمِرَ إِذَا طَافَ وَخَرَجَ إِلٰى بَلَدِهٖ أَنَّهٗ يُجْزِئُهٗ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ .

”اس پر علما کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ عمرہ کرنے والا جب (عمرہ کا) طواف کر لے اور اپنے گھر واپس لوٹ آئے، تو اسے پہلا طواف ہی طواف وداع سے کفایت کر جاتا ہے۔“

(التّوضیح : 244/12)

سوال: کیا نماز کسوف کی قضا ہے؟

جواب: نوافل کی قضا ہے، مگر جو نوافل کسی سبب کے ساتھ معلق ہوں، سبب ختم ہونے کے بعد ان کی قضا نہیں، جیسے تحیۃ المسجد، نماز کسوف وخسوف، نماز استسقاء وغیرہ۔ جن اسباب کی وجہ سے یہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اگر وہ اسباب ختم ہو جائیں، تو ان کی قضا دینا مشروع نہیں۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا السُّنَنُ الَّتِي شُرِعَتْ لِعَارِضٍ كَصَلَاةِ الْكُسُوفِ وَالْاسْتِسْقَاءِ وَنَحْوِهِمَا فَلَا يُشْرَعُ قَضَاؤُهَا بِلَا خِلَافٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”وہ نوافل جو کسی سبب کی وجہ سے مشروع ہوئے ہیں، جیسے نماز کسوف، نماز استسقاء وغیرہما، تو ان کی قضا دینا مشروع نہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں، واللہ اعلم!“

(شرح مسلم : 181/5)

سوال: کیا محرم جانور ذبح کر سکتا ہے؟

جواب: محرم جانور ذبح کر سکتا ہے، ممانعت نہیں۔

سوال: روزے کی حالت میں بیوی کو بوسہ دیا، مذی خارج ہو گئی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ برقرار ہے، البتہ منی کے خارج ہونے پر روزہ ٹوٹ جائے گا۔

سوال: بیع فاسد کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیع فاسد مردود و باطل ہے۔

سوال: بچوں کی دوڑ کا مقابلہ کروانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی غیر شرعی اقدام نہ ہو، مثلاً جوا اور شرط وغیرہ۔

❀ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک سفر کے احوال بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ لَا يُسْبَقُ شَدًّا، قَالَ : فَجَعَلَ يَقُولُ : أَلَا مُسَابِقٌ إِلَى الْمَدِينَةِ؟ هَلْ مِنْ مُسَابِقٍ؟ فَجَعَلَ يُعِيدُ ذٰلِكَ قَالَ : فَلَمَّا سَمِعْتُ كَلَامَهُ، قُلْتُ : أَمَا تُكْرِمُ كَرِيمًا، وَلَا تَهَابُ شَرِيفًا، قَالَ : لَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بِأَبِي وَأُمِّي، ذَرْنِي فَلِأُسَابِقَ الرَّجُلَ، قَالَ : إِنْ شِئْتَ، قَالَ : قُلْتُ : اذْهَبْ إِلَيْكَ وَثَنَيْتُ رِجْلَيَّ، فَطَفَرْتُ فَعَدَوْتُ، قَالَ : فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ أَسْتَبْقِي نَفَسِي، ثُمَّ عَدَوْتُ فِي إِثْرِهٖ، فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ، ثُمَّ إِنِّي رَفَعْتُ حَتّٰى أَلْحَقَهُ، قَالَ : فَأَصُكُّهُ

بَيْنَ كَتِفَيْهِ، قَالَ : قُلْتُ : قَدْ سُبِقْتَ وَاللّٰهِ، قَالَ : أَنَا أَظُنُّ، قَالَ : فَسَبَقْتُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ .

ایک انصاری جو دوڑنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا تھا، کہنے لگا: کوئی ہے جو مدینہ تک مجھ سے دوڑ جیت سکے اور بار بار یہی کہتا رہا، جب میں نے اس کی بات سنی، تو میں نے اس سے کہا: آپ کسی عزت دار کی عزت نہیں کرتے اور کسی معزز سے نہیں ڈرتے، کہنے لگا: نہیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کی بڑائی کا خیال کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے دوڑ میں ہرا دوں۔ فرمایا: اگر دل چاہتا ہے، تو ٹھیک ہے۔ میں نے کہا: اب چلیے، میں نے اپنے قدم موڑے اور کود پڑا۔ پھر میں دوڑا اور ایک یا دو گھاٹیاں گزرنے تک آرام سے دوڑتا رہا، تا کہ سانس پھولنے نہ پائے، پھر اس کے پیچھے تیز دوڑا، (پھر اس کے قریب جا کر) ایک دو گھاٹیاں گزرنے تک آہستہ دوڑنے لگا، تا کہ سانس نہ پھول جائے، پھر میں تیز دوڑا اور اسے جا پکڑا، میں نے اسے پیچھے سے کندھوں کے درمیان ایک گھونسا دیا اور کہا: اللہ کی قسم! آپ ہارنے والے ہیں، وہ بھی کہنے لگا: مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ چنانچہ میں اس سے پہلے مدینہ پہنچ گیا۔''

(صحیح مسلم : 1807)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ لِجَوَازِ الْمُسَابَقَةِ عَلَى الْأَقْدَامِ وَهُوَ جَائِزٌ بِلَا خِلَافٍ إِذَا تَسَابَقَا بِلَا عِوَضٍ .

”اس حدیث میں دلیل ہے کہ پیادہ دوڑ کا مقابلہ کروایا جا سکتا ہے، اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، بشرطیکہ جب یہ مقابلہ بغیر عوض اور شرط کے ہو۔“

(شرح مسلم : 183/12)

سوال: اگر کانوں سے معدنیات نکالنے والے اجرت پر کام کر رہے ہوں اور کان میں دب کر مر جائیں، تو کیا معدنیات کے مالکان میت کے ورثاء کو دیت دیں گے؟

جواب: معدنیات نکالتے ہوئے مزدور کان کے نیچے دب کر مر جائیں، تو میت کے ورثاء کے لیے کوئی دیت نہیں، ان کا خون رائیگاں ہے، معدنیات کے مالکان پر کوئی چٹی نہیں، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

سوال: کیا صرف جان پہچان والوں کو ہی سلام کہنا قیامت کی نشانی ہے؟

جواب: جیسے جیسے قیامت قریب آ رہی ہے، لوگوں میں بدعملی بڑھتی جا رہی ہے، اخلاص اور للّٰہیت میں کمی آ رہی ہے۔ دنیا کی لذت اور خواہشات میں اضافہ ہو رہا ہے اور دین کو ترجیح دینے کے بجائے دنیاوی رکھ رکھاؤ کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔

ہر آشنا اور نا آشنا مسلمان کو سلام کہنا بہترین عمل ہے۔ اس کی فضیلت آئی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ .

”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: کھانا کھلائیں اور ہر کسی کو سلام کہیں، خواہ وہ جان پہچان والا ہو یا اجنبی۔“

(صحيح البخاري : 12؛ صحيح مسلم : 39)

جاننے والے کو تو سبھی سلام کہتے ہیں، کیونکہ اس سے میل ملاپ ہوتا رہتا ہے اور ایک دوسرے کے کام میں آنا پڑتا ہے، اصل اخلاص کا پتا اس وقت چلتا ہے، جب انسان فقط اسلامی رشتہ کی بنیاد پر سلام کہے، جس بھی جاننے والے یا انجان مسلمان سے ملاقات ہو، اسے سلام کرے۔ انجان کو کیا جانے والا سلام بغیر لالچ اور طمع کے ہوتا ہے، آشنا کو سلام کہنے میں کوئی دنیوی غرض وغایت بھی ہوسکتی ہے، مگر جو شخص فقط رشتہ اسلام کی وجہ سے سلام کہے، وہ بہترین اور مخلص ترین مسلمان ہے۔

چونکہ قرب قیامت اخلاص کی کمی ہو جائے گی اور دنیا کو ترجیح دی جائے گی، اس لیے صرف جاننے والوں کو ہی سلام کہنے کی عادت قیامت کی نشانی ہے۔

❁ مسروق رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ مِنْ أَهْلِهِ وَأَنَا مَعَهُ، حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، فَقُلْتُ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُّسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ بِالْمَعْرِفَةِ، وَأَنْ يَّدْخُلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ، لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ يَخْرِقُ عَرْضَهُ وَطُولَهُ لَا يُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ يَّبْعَثَ الشَّبَابُ الشَّيْخَ بَرِيدًا مَّا بَيْنَ الْأُفُقَيْنِ.

''آپ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ ایک آدمی نے انہیں سلام کہا تو کہنے لگے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بالکل سچ فرمایا۔ عرض کیا: وہ کیا؟ فرمانے لگے: علاماتِ

قیامت سے ہے کہ آدمی جان پہچان والے کو ہی سلام کہے گا، آدمی مسجد میں داخل ہو کر طول وعرض کو عبور کر لے گا، مگر اس میں دو رکعت نماز نہیں پڑھے گا اور نوجوان بوڑھے کو دو پہاڑوں کے نشیب میں (یہ محاورتاً بولا گیا ہے، دور دراز مقام کی طرف اشارہ ہے) قاصد بنا کر بھیجے گا۔“

(مسند الشّاشي : 400، وسندهُ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص کو نشہ پینے پر مجبور کیا گیا، اس نے جان بچانے کے لیے نشہ پی لیا، اب مدہوشی میں اس نے زنا کر لیا، کیا وہ گناہ گار ہو گا؟

جواب: چونکہ اسے نشہ پینے پر مجبور کیا گیا، لہٰذا نہ وہ نشہ پینے پر گناہ گار ہوا اور نہ حالت نشہ میں اس سے سرزد ہونے والے گناہوں میں اس کی پکڑ ہو گی۔ وہ اس دوران مکلّف نہیں ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

...... شَرِبَ شَيْئًا يَظُنُّهُ خَلًّا فَكَانَ خَمْرًا أَوْ أُكْرِهَ عَلٰى شُرْبِ الْخَمْرِ فَشَرِبَهَا وَسَكِرَ فَهُوَ فِي حَالِ السُّكْرِ غَيْرُ مُكَلَّفٍ وَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ فِيمَا يَقَعُ مِنْهُ فِي تِلْكَ الْحَالِ بِلَا خِلَافٍ .

”جس شخص نے سرکہ سمجھ کر مشروب کیا، مگر وہ شراب تھی یا جس شخص کو شراب پینے پر مجبور کر دیا گیا، تو اس نے شراب پی لی، جس سے اسے نشہ چڑھ گیا، اب وہ حالت نشہ میں غیر مکلّف ہے، اس دوران اس سے جو بھی سرزد ہو جائے، اس پر کوئی گناہ نہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(شرح مسلم : 144/13)

یاد رہے کہ یہ حکم اس شخص کا ہے، جس نے غلطی سے شراب پی ہو یا اس نے جان بچانے کے خوف سے پی ہو۔

جس نے جان بوجھتے اپنی مرضی سے شراب پی، تو حالت نشہ میں وہ مکلّف ہوگا، اس حالت میں اس سے سرزد ہونے والے گناہ لکھے جاتے ہیں۔

❀ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا أُمُّ الْخَبَائِثِ ...... فَاجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا لَا تَجْتَمِعُ هِيَ وَالْإِيمَانُ أَبَدًا إِلَّا أَوْشَكَ أَحَدُهُمَا أَنْ يُخْرِجَ صَاحِبَهٗ .

''شراب (نشہ آور شے) سے بچ جائیں، کیونکہ یہ ہر گناہ کی جڑ ہے۔......اس لیے شراب (اور ہر نشہ آور شے) سے بچ جائیں، کیونکہ شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، بلکہ شراب ایمان کو (دل سے) نکال باہر کرتی ہے۔''

(مَعرفة عُلوم الحديث للحاكم، ص 63، السّنن الكُبرىٰ للبيهقي : 500/8، الرقم : 17339، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ حدیث سنداً موقوف ہے، حکماً مرفوع ہے، کیونکہ ایسی بات اجتہاد و رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ مگر اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا خطا ہے، ماہرین علل یہی فرماتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ٦٦٤)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا آل محمد ﷺ پر درود بھیجا جائے گا؟

جواب: آل رسول ﷺ پر درود بھیجا جائے گا، احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت اس پر دلالت کناں ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

آلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلّٰى عَلَيْهِم بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ الْأُمَّةِ.

''نبی کریم ﷺ کی آل پر درود بھیجا جائے گا، اس میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(جلاء الأفهام، ص 464)

خوب یاد رہے کہ درود میں محمد ﷺ کے ساتھ صرف آل کا ذکر ہو، تو وہاں نبی کریم ﷺ کی ازواج اور مؤمن رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ تمام متبعین مؤمنین مراد ہوں گے اور جب آل کے ساتھ ازواج وغیرہ کا الگ ذکر ہو، تو آل سے مراد صرف مؤمن متبعین ہوں گے۔

سوال: خلق قرآن کا عقیدہ سب سے پہلے کس نے پیش کیا؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔ اس پر کتاب وسنت کی متواتر نصوص

ہیں، تمام اہل حق کا اس پر اجماع ہے۔ قرآن کریم کو مخلوق کہنے کا نظریہ کفریہ ہے۔ سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کرنے والا جعد بن درہم ہے، جسے بعد میں قتل کر دیا گیا تھا۔

❀ امام ہبۃ اللہ لالکائی رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ أَوَّلَ مَنْ قَالَ : الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ، جَعْدُ بْنُ دِرْهَمٍ فِي سِنِي نَيِّفٍ وَعِشْرِينَ، ثُمَّ جَهْمُ بْنُ صَفْوَانَ .

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے پہلے قرآن کو مخلوق کہنے والا جعد بن درہم ہے، اس نے یہ جسارت سن ۱۲۰ھ کے بعد کی تھی۔ اس کے بعد جہم بن صفوان نے یہ نظریہ بیان کیا۔''

(شرح أصول اعتقاد أهل السّنة : 344/2)

عقیدہ خلق قرآن کفریہ عقیدہ ہے، اس عقیدہ کے قائلین کا ائمہ اہل سنت والجماعت نے بالاتفاق رد کیا ہے، بلکہ ان کی تکفیر کی ہے۔

❀ ابومنصور معمر بن احمد رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) اہل سنت کا متفقہ عقیدہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَوَحْيُهٗ وَتَنْزِيلُهٗ، تَكَلَّمَ بِهٖ وَهُوَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، مِنْهُ بَدَا وَإِلَيْهِ يَعُودُ، وَمَنْ قَالَ : إِنَّهٗ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ جَهْمِيٌّ .

''بلاشبہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام، وحی اور نازل کردہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، یہ غیر مخلوق ہے، اللہ ہی کی طرف سے ظاہر ہوا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا، قرآن کو مخلوق کہنے والا اللہ کا منکر اور جہمی ہے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحجة :248/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کا ارادہ ترک کر سکتے ہیں؟

جواب: حج اور عمرہ خواہ وجوبی ہوں یا نفلی، دونوں صورتوں میں جب حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے اور نیت کر لی جائے، تو اب ان کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ انہیں مکمل کرنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے انہیں ادھورا چھوڑ دیا، تو ان کی قضا لازم ہے۔

یاد رہے کہ نفلی اُمور میں سے یہ حکم صرف حج یا عمرہ کا ہے کہ انہیں شروع کرنے کے بعد مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے، باقی جتنے بھی نفل ہیں، اگر کوئی انہیں شروع کرنے کے بعد بغیر مکمل کیے ترک کر دے، تو ان کی قضا واجب نہیں، البتہ مستحب ہے۔ لیکن نفلی حج اور نفلی عمرہ شروع کر دیا جائے، تو انہیں مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس پر دلائل موجود ہیں، نیز اس پر اُمت کا اجماع بھی دلالت کرتا ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْمُفْسِدَ لِحُجَّةِ التَّطَوُّعِ أَوْ عُمْرَتِهٖ أَنَّ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ نفلی حج یا عمرے کو فاسد کرنے والے پر قضا لازم ہے۔“

(التّمهيد : 80/12)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِتْمَامُهُمَا إِذَا دَخَلَ فِيهِمَا فَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِيهِمَا حَتّٰى بَالَغُوا فَقَالُوا : يَلْزَمُهُ إِتْمَامُهُمَا، وَإِنْ أَفْسَدَهُمَا.

”اس بارے میں امت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اسے مکمل کرنا ضروری ہے، بلکہ علمائے امت نے یہاں تک

کہا ہے کہ اگر کوئی حج یا عمرہ کو مکمل کیے بغیر فاسد کر دے، تو اس پر حج اور عمرہ مکمل کرنا لازم ہوگا۔''

(أحکام القرآن: 168/1)

سوال: جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ام المومنین صدیقہ طیبہ وطاہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس ہیں، آپ رضی اللہ عنہا پاکدامنی میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہیں، عہد نبوی میں منافقین نے آپ رضی اللہ عنہا کی عزت پر انگشت نمائی کی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کی براءت میں دس آیات مبارکہ نازل فرمائیں اور تہمت لگانے والوں کو سخت وعید سنائی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور: ٢٣)

''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ افک کے حالات بیان کرتی ہیں:

اِضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِي وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ، وَأَنَّ اللّٰهَ يُبَرِّئُنِي، وَلٰكِنِّي وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ يُنْزِلُ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلٰى، وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلٰى، وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا

بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا .

''میں اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے معلوم تھا کہ میں اس تہمت سے بری ہوں اور یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری براءت نازل کرے گا، لیکن اللہ کی قسم! مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہے) نازل کر دے گا۔ میری نظر میں میری شان اس سے کم تھی کہ اللہ تعالیٰ وحی متلو کے ساتھ میرے بارے میں کلام کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دس مکمل آیات نازل کر دیں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ......﴾ ''بے شک جو لوگ یہ بہتان لائے ہیں، وہ تم میں سے ایک گروہ ہیں۔''

(صحيح البخاري: 7545، صحيح مسلم: 2770)

یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اور منقبت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی طہارت اور پاکدامنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل کی ہے، تاکہ قیامت تک کسی پلید کے ذہن میں کوئی شبہ باقی بھی ہو، تو قرآن کریم کی آیات اس کا رد کر دیں۔

اس براءت کو جان لینے کے بعد اگر کوئی شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا لگائے، تو وہ کافر و مرتد ہے، اسے پکڑا جائے گا، اگر وہ تائب ہو جائے، تو درست ورنہ حکومت اسلامیہ کا مذہبی و اخلاقی فریضہ ہے کہ اسے قتل کر دے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی کئی آیات کا انکار کیا ہے اور اللہ کی بیان کردہ پاکیزگی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ اسے نشان عبرت بنانا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص جہالت اور لاعلمی کے سبب سن سنا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا لگا

رہا ہے، تو اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت والی آیات تلاوت کی جائیں گے، ان کے معانی ومفاہیم سے آگاہ کیا جائے اور ایسی تہمت کی سنگینی واضح کی جائے گا، اگر وہ اپنی جہالت کا اقرار کرلے اور باز آجائے، تو اس پر تہمت کے اَسی کوڑے لگا کر چھوڑ دیا جائے گا، اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ آئندہ ایسی جسارت کرے، تو اسے جہالت کا عذر نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس پر اتمام حجت ہو چکا ہے، اب وہ کافر ومرتد بن چکا ہے، اسے کٹہرے میں لا کھڑا کیا جائے گا اور اس کے ساتھ وہی سلوک ہوگا، جو ایک مرتد کے لیے ہوتا ہے، تا آنکہ وہ تائب ہو جائے اور آئندہ ایسی جسارت نہ کرنے کا ارادہ بالجزم کرے۔

❀ علامہ ابو احمد محمد بن علی کرجی رحمہ اللہ (قریبا ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَاتِ كُلَّهَا مِنْ قَوْلِهٖ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣) نَزَلَتْ فِي أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَمَنْ ذَكَرَهَا بِالْفَاحِشَةِ بَعْدَ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَاتِ، وَهُوَ عَالِمٌ بِنُزُولِهَا فَهُوَ كَافِرٌ يُسْتَتَابُ، لِأَنَّهٗ رَادٌّ عَلَى اللّٰهِ قَوْلَهٗ فِي بَرَاءَ تِهَا وَمُكَذِّبٌ بِمَا أَنْزَلَهٗ مِنْ وَحْيِهٖ فِيهَا، فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ .

وَمَنْ جَهِلَ نُزُولَ الْآيَاتِ تُلِيَتْ عَلَيْهِ، وَعُرِّفَ بِمَا فِيهَا فَإِنْ آمَنَ بِهَا وَقَبِلَهَا جُلِدَ حَدَّ الْمُفْتَرِي وَتُرِكَ، فَإِنْ عَادَ بَعْدَمَا عُرِّفَ مَرَّةً أُخْرَى اسْتُتِيبَ كَالْأَوَّلِ .

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ فرمان باری تعالیٰ :
﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔'' سے آگے والی سبھی (دس) آیات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئیں۔لہٰذا جو شخص ان آیات کے نازل ہونے کے بعد بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برائی کے ساتھ ذکر کرے، جبکہ وہ ان آیات کو جانتا بھی ہے،تو وہ شخص کافر ہے، اس سے توبہ کرائی جائے گی، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہونے والے فرمان کو رد کر دیا ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کی تکذیب کر دی ہے۔سو ایسا شخص اگر توبہ کر لے،تو درست، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

جو شخص ان آیات سے جاہل ہے، اس پر ان آیات کی تلاوت کی جائے گی اور ان آیات کے معانی ومفاہیم سے آگاہ کیا جائے گا، اگر وہ ان آیات پر ایمان لے آئے اور انہیں قبول کر لے،تو اسے تہمت کی حد لگا کر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر سمجھائے جانے کے بعد دوبارہ ایسی حرکت کرے، پہلے شخص کی طرح اسے بھی توبہ کرائی جائے گی (وہ کافر ہے، اگر وہ توبہ کر لے،تو درست، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا)۔''

(النُّكت الدّالة على البيان في أنواع العلوم والأحكام : 2/442-443)

✿ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْوَقِيعَةُ فِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ فَمُوجِبَةٌ لِلْقَتْلِ لِأَمْرَيْنِ؛

أَحَدُهُمَا : أَنَّ الْقُرْآنَ يَشْهَدُ بِبَرَاءَ تِهَا فَتَكْذِيبُهُ كُفْرٌ وَالْوَقِيعَةُ فِيهَا تَكْذِيبٌ لَهُ .

وَالثَّانِي : أَنَّهَا فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَقِيعَةُ فِيهَا تَنْقِيصٌ لَهُ وَتَنْقِيصُهُ كُفْرٌ .

وَيَنْبَنِي عَلَى الْمَأْخَذَيْنِ سَائِرُ زَوْجَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تہمت لگانا نعوذ باللہ، یہ دو وجہ سے موجب قتل ہے؛

① ؛ قرآن کریم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت بیان کی ہے، لہٰذا قرآن کی تکذیب کفر ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا یقیناً قرآن کی تکذیب ہے۔

② ؛ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہیں، اس پر تہمت لگانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کفر ہے۔

مذکورہ دونوں وجوہات اور اسباب کی بنا پر دیگر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگانا کا بھی یہی حکم ہے۔''

(فتاوی السّبکي : 592/2)

سوال: کیا عہد نبوی کے بعد بھی احکام شرعیہ میں نسخ ہو سکتا ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرآنی آیات اور احکام شرعیہ میں نسخ موجود

رہا ہے، بعض آیات کی تلاوت کو منسوخ کیا گیا، بعض احکام کو تبدیل کیا گیا۔ نسخ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے، اس نے جب چاہا، اپنے بندوں کے احکام کو تبدیل کر دیا۔

نسخ کا وجود صرف عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص تھا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے، اب قیامت تک نہ کوئی نبی یا رسول پیدا ہوگا، نہ شرعی احکام کے بارے میں وحی نازل ہوگی۔ لہٰذا وفات نبوی کے بعد قرآن کریم یا احکام شرعیہ میں نسخ نہیں ہوسکتا۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

بعض ملحدین اور زندیق اس بات کے قائل ہیں کہ اب بھی نسخ ہوسکتا ہے۔ یہ شریعت سازی ہے، ایسی لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

❀ علامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ نَسْخَ الْقُرْآنِ وَسَائِرِ الْأَحْكَامِ لَا يَكُونُ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْمٌ مُلْحِدَةٌ يَسْتَهْزِئُونَ بِإِظْهَارِ الْإِسْلَامِ وَيَقْصِدُونَ إِفْسَادَ الشَّرِيعَةِ بِتَجْوِيزِ نَسْخِ الْأَحْكَامِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

”اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم اور تمام احکام شرعیہ میں نسخ نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس بعض ملحدین ایسے ہیں، جو اسلام کے غلبہ کا استہزاء کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی نسخ کو جائز قرار دے کر شریعت اسلامیہ کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔“

(الفُصول في الأحكام: 253/2، أحكام القرآن: 158/2)

سوال: ایک شخص نے بیوی کو طلاق رجعی دی، تین ماہ بعد شوہر وفات پا گیا، بیوی

کہتی ہے کہ وہ حاملہ ہے، لہٰذا وہ اپنے شوہر کی میراث میں حق دار ہوگی، جبکہ گھر والے کہتے ہیں کہ یہ حاملہ نہیں ہے، بلکہ اس کی عدت طلاق گزر چکی ہے، لہٰذا یہ شوہر کی وارث نہیں بنے گی۔ اس اختلاف کا کیا حل ہے؟

جواب: قبل اس کے کہ اس اختلاف کا حل بیان کیا جائے، پہلے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی جائے اور وہ حاملہ ہو، تو وضع حمل تک وہ عقد میں رہے گی، اس دوران اس کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، اس لیے اگر طلاق رجعی میں وضع حمل سے پہلے شوہر وفات پا جائے، تو حاملہ عورت وارث بنے گی، کیونکہ وہ ابھی عقد میں موجود تھی، لیکن اگر حاملہ کو طلاق بائن ہو جائے کہ جس کے بعد رجوع کا حق نہ رہے، تو اس صورت میں اگر شوہر وضع حمل سے پہلے وفات پا جائے، تو اسے وراثت نہیں ملے گی۔

اب آتے ہیں اس مسئلہ کی طرف کہ عورت کے حاملہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہو جائے، تو کس کی بات کو ترجیح ہوگی۔ اصل قاعدہ یہی ہے کہ حاملہ ہونے یا نہ ہونے میں عورت کی بات مانی جائے گی، الا یہ کہ عورت کا جھوٹا ہونا واضح ہو جائے۔ اس پر اہل علم کے مابین اتفاق ہے۔

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ الْعَمَلَ عَلٰى قَوْلِهَا فِي دَعْوَى الشَّغْلِ لِلرَّحِمِ أَوْ الْبَرَاءَةِ، مَا لَمْ يَظْهَرْ كَذِبُهَا .

''اس بارے میں اُمت میں کوئی اختلاف نہیں کہ رحم میں حمل ہونے یا رحم کے خالی ہونے میں عورت کی بات پر عمل کیا جائے گا، جب تک کہ اس کا جھوٹا ہونا واضح نہ ہو جائے۔''

(أحکام القرآن: 253/1)

اب چونکہ عورت اور شوہر کے گھر والوں کے مابین اختلاف ہو گیا، تو انہیں چاہیے کہ عورت کا جدید حمل ٹیسٹ کروالیا جائے کہ حمل ہے یا نہیں ہے اور اگر ہے، تو طلاق کے بعد تین ماہ گزرنے سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ اگر طلاق کے بعد تین ماہ گزرنے سے پہلے کا ہے، تو اس حاملہ کو اپنے شوہر کی بیوہ قرار دیا جائے گا، وہ وارث بھی بنے گی اور وضع حمل تک عدت وفات شوہر بھی گزارے گی۔ لیکن اگر عورت حاملہ ہے ہی نہیں یا حمل شوہر کی وفات کے بعد کا ہے، تو قرائن کی صورت میں عورت کا دعویٰ غلط ہوگا، وہ چونکہ عدت طلاق گزار چکی ہے، لہٰذا وہ میت کی بیوہ قرار نہیں پائے گی، نہ وہ وارث بنے گی، نہ وہ حمل اس کے سابقہ خاوند کی طرف منسوب ہوگا، کیونکہ جب اسے حمل ہوا، اس وقت وہ اپنے شوہر کے عقد سے نکل چکی تھی۔

لیکن اگر کسی وجہ سے حمل ٹیسٹ ممکن نہ ہو، یا حمل ٹیسٹ رپورٹ میں ٹھوس اور واضح طور پر حمل کی مدت بیان نہ کی جا سکتی ہو، یا کوئی اور صورت حق بات معلوم کرنے کی موجود نہ ہو، تو عورت کی بات کو ہی ترجیح حاصل ہوگی، واللہ اعلم!

سوال: شریعت کے کن اُمور میں نسخ نہیں؟

جواب: نسخ ان احکام شرعیہ میں ہو سکتا ہے، جن میں ایک سے زائد صورتیں ممکن ہوں، مثلاً عبادات کے طریقہ کار۔ جن اُمور میں ایک ہی صورت ہو سکتی ہے، کسی دوسری صورت کی گنجائش نہیں، تو ان میں نسخ نہیں ہوتا، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کے اسماء وصفات وغیرہا۔

اسی طرح سابقہ اُمتوں کی اخبار، قیامت کے حالات اور آئندہ کے واقعات میں بھی

نسخ جائز نہیں، کیونکہ یہ خبریں اللہ تعالیٰ کا علم ہیں اور علم الٰہی میں نسخ نہیں۔

اہل علم نے بہترین تفصیل ذکر کی ہے کہ کن چیزوں میں نسخ ہوا ہے اور ہوسکتا ہے اور کن چیزوں میں نسخ ممکن نہیں۔

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

النَّسْخُ لَا يَجُوزُ إِلَّا فِيمَا يَصِحُّ وقُوعُهُ عَلٰى وَجْهَيْنِ، كَالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ الشَّرْعِيَّةِ، فَأَمَّا مَا لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ إِلَّا عَلٰى وَجْهٍ وَّاحِدٍ، مِثْلُ التَّوْحِيدِ وَصِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالَى الذَّاتِيَّة ، كَعِلْمِهٖ وَقُدْرَتِهٖ، وَمَا عَدَا ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِهٖ، فَلَا يَصِحُّ فِيهِ النَّسْخُ، وَكَذٰلِكَ مَا أَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ أَخْبَارِ الْقُرُونِ الْمَاضِيَةِ، وَالْأُمَمِ السَّالِفَةِ فَلَا يَجُوزُ فِيهَا النَّسْخُ، وَهٰكَذَا مَا أَخْبَرَ عَنْ وقُوعِهٖ فِي الْمُسْتَقْبَلِ كَخُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَيَأْجُوجِ وَمَأْجُوجِ، وَطُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا ، وَنُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَإِنَّ النَّسْخَ فِيهِ لَا يَجُوزُ.

”نسخ صرف ان اُمور میں ہوسکتا ہے، جن میں دو صورتیں واقع ہوسکتی ہوں، جیسے روزہ، نماز اور دیگر عبادات شرعیہ وغیرہ (کہ ان کے طریقہ کار میں تبدیلی ہوسکتی ہے اور ہر اُمت میں ہوتی بھی رہی ہے)۔ جن اُمور میں صرف ایک ہی صورت جائز ہوسکتی ہو، ان میں نسخ جائز نہیں، جیسے توحید باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ

کی ذاتی صفات مثلاً علم وقدرت اور دیگر صفات باری تعالیٰ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانوں اور سابقہ اُمتوں کے متعلق جو خبریں دی ہیں، ان خبروں میں بھی نسخ نہیں ہوسکتا۔ نیز زمانہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے حالات کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے خبریں دی ہیں، ان میں بھی نسخ جائز نہیں، جیسے دجال، یاجوج ماجوج کا خروج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا زمین پر نازل ہونا اور اس طرح کی دیگر خبریں۔ (ان سبھی اُمور میں نسخ جائز نہیں)۔"

(الفقیه والمتفقه :256/1)

سوال: ایک یتیم بچہ ارب پتی ہے، کیا اس پر حج واجب ہے؟

جواب: بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا، وہ شرعی احکام کا مکلّف نہیں۔ بلوغت سے پہلے شرعی احکام لازم نہیں ہوتے۔ لہٰذا ارب پتی بچے پر بلوغت سے پہلے حج فرض نہیں۔ اس پر کتاب وسنت کے عمومی دلائل اور اجماع دلالت کناں ہیں۔

❁ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهٗ لَا صَوْمَ عَلَيْهِ، وَلَا حَجَّ قَبْلَ الْبُلُوغِ.

"اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ بلوغت سے پہلے بچے پر نہ روزہ واجب ہے نہ حج۔"

(شرح مختصر الطّحاوي :723/1)

یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ احکام شرعیہ بلوغت کے بعد واجب ہوتے ہیں، لیکن اگر بلوغت سے پہلے بچہ کوئی شرعی حکم پر عمل کرتا ہے، تو اسے ثواب ملے گا۔ مثلاً بچے پر نماز

واجب نہیں، لیکن اگر وہ نماز پڑھے، تو اسے اجر ملے گا، اسی طرح دیگر نیکیوں کا حکم ہے۔

بطور فائدہ ایک اور اہم بات کہ اگر بچہ بلوغت سے پہلے حج کر لے، تو وہ حج اسے حجۃ الاسلام سے کفایت نہیں کرے گا۔ اس لیے جس بچے نے قبل از بلوغ حج کیا ہو، پھر بلوغت کے بعد وہ صاحب استطاعت ہوا، تو اس پر حج فرض ہے، اسے بلوغت سے پہلے کیا ہوا حج کفایت نہ کرے گا۔ لیکن اگر کسی نے بلوغت کے بعد زندگی میں ایک مرتبہ حج کر لیا، تو اب اس سے حج کی فرض ادا ہو گیا، اب وہ جتنا بھی صاحب حیثیت ہو، اس پر حج فرض نہیں، البتہ وہ نفلی حج کر سکتا ہے۔

سوال: کیا عورت حالت احرام میں جرابیں اور جوگر پہن سکتی ہے؟

جواب: پہن سکتی ہے۔

سوال: کیا اجماع منسوخ ہو سکتا ہے؟

جواب: اجماع شرعی دلیل ہے، اس کا انعقاد نبی کریم ﷺ کے بعد ہو سکتا ہے۔ عہد نبوی کے بعد اُمت کے اہل حق علما جس مسئلہ پر اجماع کر لیں، وہ حق ہے، اس میں غلطی کی گنجائش نہیں۔ اب جس مسئلہ میں اجماع ہو جائے، اس میں نسخ نہیں ہو سکتا، کیونکہ نسخ کا تعلق نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ساتھ ہے اور اجماع کا تعلق نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہے۔ لہٰذا یہ قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ پر اجماع متحقق ہو جائے، اسے کوئی شے منسوخ نہیں کر سکتی، کیونکہ نسخ کا تعلق عہد نبوی کے ساتھ ہے۔ فافہم وتدبر!

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ نَسْخُ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، لِأَنَّ الْإِجْمَاعَ لَا يَكُونُ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّسْخُ لَا

يَجُوزُ بَعْدَ مَوْتِهِ .

”مسلمانوں کے اجماع میں نسخ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اجماع ہوتا ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہے اور نسخ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہو ہی نہیں سکتا (لہٰذا نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد منعقد ہونے والی شے کو وفات سے پہلے والی شے کیسے منسوخ کر سکتی ہے؟)۔“

(الفقيه والمتفقه: 256/1)

❁ علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ نَسْخُ الْإِجْمَاعِ، لِأَنَّ الْإِجْمَاعَ لَا يَكُونُ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّسْخُ لَا يَجُوزُ بَعْدَ مَوْتِهِ .

”اجماع میں نسخ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اجماع ہوتا ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہے اور نسخ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہو ہی نہیں سکتا۔“

(اللّمع في أصول الفقه، ص 57)

ان کے علاوہ کئی اہل علم نے یہی قاعدہ بیان کیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنِي خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ؛ أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ، وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلٰى مَنْ هُوَ دُونِي، وَلَا أَنْظُرَ إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقِي، وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ

وَإِنْ أَدْبَرَتْ، وَأَمَرَنِي أَنْ لَّا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا، وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، وَأَمَرَنِي أَنْ لَّا أَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَأَمَرَنِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ»، فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ.

''میرے خلیل ﷺ نے مجھے سات چیزوں کی وصیت کی ہے؛ ① مساکین سے محبت کرنے اور ان کے قریب رہنے کا حکم فرمایا، ② (دنیاوی نعمتوں میں) اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھنے کا حکم دیا اور یہ کہ میں (دنیاوی آسائشوں میں) اپنے سے بڑے کی طرف دھیان نہ کروں ③ مجھے رشتہ داری کو ملانے کا حکم فرمایا، خواہ رشتہ دار مجھ سے ناطہ توڑ دیں، ④ حکم فرمایا کہ میں کسی سے (مال وغیرہ کا) سوال نہ کروں، ⑤ مجھے وصیت فرمائی کہ میں حق ہی کہوں، بھلے وہ کڑوا ہو، ⑥ حکم فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ گھبراؤں، ⑦ مجھے حکم فرمایا کہ میں کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد کیا کروں، کیونکہ یہ کلمات عرش الٰہی کے نیچے (جنت کا) خزانہ ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 169/5، صحيح ابن حبان: 459)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا نزع کے وقت توبہ قبول ہوتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نزع سے پہلے پہلے ہر توبہ قبول کرتا ہے، جب موت کا وقت شروع ہو جائے، تو توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى قَبُولِ تَوْبَةِ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ بندے کی توبہ تب تک قبول ہے، جب تک جان حلق میں نہ آجائے۔“(طَرح التّثريب : 264/7)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ .

”جب تک جان لبوں تک نہیں آ جاتی، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے رہتے ہیں۔“

(سنن التّرمذي : 3537، سنن ابن ماجه : 4253)

روایت ضعیف ہے۔ مکحول اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان جبیر بن نفیر کا واسطہ ذکر کرنا خطا ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے تنبیہ کی ہے۔

(العِلَل : 150/13)

مکحول شامی کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَكْحُولٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مُرْسَلٌ .

”مکحول کی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت مرسل ہوتی ہے۔“

(المَراسيل لابن أبي حاتم :801)

سوال: کیا کافر کبھی جہنم سے نکالے جائیں گے؟

جواب: جس کی موت کفر پر ہوئی، وہ ابدی جہنمی ہے، اسے کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔قرآن وحدیث میں اس پر متواتر دلائل موجود ہیں، تمام اُمت بھی اسی پر متفق ہے۔جہنم ہمیشہ رہے گی اور اس میں کافر بھی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگا، نہ عذاب منقطع ہوگا اور نہ وہ کسی دور میں بھی عذاب سے نجات پائیں گے۔

❁ ماہر لغوی، علامہ ابو ہلال عسکری رحمہ اللہ (نحو: ۳۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ خُلُودَ الْكُفَّارِ فِي النَّارِ الْمُرَادُ بِهِ التَّأْبِيدُ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ الْأُمَّةِ .

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ کفار کے لیے جہنم میں خلود کے جو الفاظ آئیں ہیں، ان سے مراد ابدی طور پر جہنمی میں رہنا ہے۔''

(مُعجم الفروق اللُّغوية، ص 240)

سوال: جو شخص سر کے مسح کے بجائے صرف کانوں کی مسح پر اکتفا کرے، اس کے وضو کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: وضو میں سر کا مسح واجب ہے، کانوں کا مسح بھی سر میں داخل ہے۔اس لیے اگر کوئی شخص صرف کانوں کا مسح کرے اور سر کا مسح چھوڑ دے، تو اس کا وضو نہیں اور اس وضو سے پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

❁ علامہ ابن قصار مالکی رحمہ اللہ (۳۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ مَنِ اقْتَصَرَ عَلٰى مَسْحِ الْأُذُنَيْنِ لَمْ يُجْزِئْهُ .

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص (وضو میں) صرف کانوں کے مسح پر اکتفا کرے (اور سر کا مسح نہ کرے) تو اسے یہ عمل کفایت نہ کرے گا۔''

(عُيون الأدلة :1/199)

✿ علامہ عبدالوہاب بن علی ثعلبی مالکی رحمہ اللہ (۴۲۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ الِاقْتِصَارَ عَلٰى مَسْحِهِمَا فِي الْغُسْلِ لَا يُجْزِئُ.

''اس بارے میں اُمت کے مابین اختلاف نہیں کہ غسل میں کانوں کے مسح پر اکتفا کرنا کافی نہیں۔''

(عُيون المَسائل، ص 66)

سوال: اگر کوئی قاضی کسی کی شے کو کسی دوسرے کی ملکیت میں دے دے، کیا وہ شے اس شخص کے لیے حلال ہو جاتی ہے؟

جواب: قاضی کے فیصلہ سے کوئی حرام شے حلال نہیں ہوتی۔ اگر کوئی جانتے بوجھتے قاضی سے اپنے حق میں فیصلہ لکھوا لے، جبکہ اسے یقین ہے کہ وہ باطل پر ہے، تو اس سے وہ شے حلال نہیں ہوگی۔

✿ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي عَلٰى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ.

''میں ایک بشر ہوں، آپ میرے پاس مقدمات لاتے ہیں، ممکن ہے کوئی اپنے دعوی کے دلائل کو بہتر انداز میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں

دلائل کی سماعت کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، وہ اگر فیصلہ لینے میں حق بجانب نہ ہوا اور اس کے بھائی کے حق کا ایک بھی ٹکڑا اس کے فیصلے میں آ گیا، تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہو گا۔''

(صحيح البخاري : 7169، صحيح مسلم : 1713)

غور کیجیے کہ دنیاوی فیصلوں میں اگر نبی کریم ﷺ بھی کسی کی فصاحت اور ظاہری دلائل دیکھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیں، جبکہ وہ شخص اس میں حق بجانب نہ ہو، تب بھی وہ شے اس کے لیے حلال نہیں ہوتی، پھر بھلا کوئی دوسرا کون ہے، جس کے فیصلہ دے دینے سے وہ شے کسی ناحق کے لیے حلال ہو جائے۔

✿ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ رَجُلًا لَوْ أَقَامَ شَاهِدَيْ زَوْرٍ عَلَى ابْنَتِهٖ أَنَّهَا أَمَتُهٗ وَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِذٰلِكَ أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ لَهٗ وَطْؤُهَا، فَكَذٰلِكَ الَّذِي شَهِدَ عَلٰى نِكَاحِهَا هُمَا فِي التَّحْرِيمِ سَوَاءٌ.

''اس بات پر پوری اُمت میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص (قاضی کے سامنے) دو جھوٹے گواہ پیش کر دے اور اپنے بیٹی کو اپنی لونڈی بنانے کی گواہی دلوائے اور حاکم اس کے حق میں فیصلہ کر دے، تو اس (فیصلہ کی) بناء پر اس کے لیے اس سے جماع کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی لڑکی کے ساتھ نکاح ہونے پر جھوٹی گواہی پیش کر دے (اور قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے، تو اس سے بھی وہ لڑکی اس کے لیے حلال نہ ہو گی) یہ دونوں حرام ہونے میں برابر ہیں۔''(شرح صحيح البخاري : 324/8)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک ریاست میں حکومت زکوٰۃ جمع کرتی ہے، سب کی زکوٰۃ جمع کر کے وہ مستحقین میں تقسیم کرتی ہے۔ حکومتی ملازم ایک شخص کے پاس اونٹوں کی زکوٰۃ وصول کرنے گیا، اونٹوں کا مالک زکوٰۃ میں اونٹ دینا چاہتا ہے، مگر حکومتی ملازم بضد ہے کہ وہ اونٹوں کی زکوٰۃ نقدی کی صورت میں ہی وصول کرے گا، اس اختلاف کا شرعی حل کیا ہے؟

جواب: زکوٰۃ میں اصل یہی ہے کہ جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، اسی جنس سے ادا کی جائے، البتہ اگر زکوٰۃ نکالنے والا کسی اور جنس سے ادا کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے جائز ہے، مگر کوئی اسے مجبور نہیں کر سکتا۔

اس لیے مذکورہ مسئلہ کے مطابق اگر مالک اونٹوں کی زکوٰۃ اونٹ کی صورت میں ہی دینا چاہتا ہے، زکوٰۃ کی قیمت میں نقدی نہیں دینا چاہتا، تو اسے یہ اختیار حاصل ہے۔ کوئی بھی سرکاری یا غیر سرکاری آدمی اسے مجبور نہیں کر سکتا، ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے نقدی کی صورت میں زکوٰۃ ادا کر دے، تو اس کی مرضی ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ كُلِّهَا فِي أَنَّ صَاحِبَ الْمَالِ إِنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ مِنْ نَفْسِ الْمَالِ الَّذِي وَجَبَتْ فِيهِ الزَّكَاةُ لَا مِنْ

غَيْرِهٖ كَانَ ذٰلِكَ لَهٗ، وَلَمْ يُكَلَّفْ الزَّكَاةَ مِنْ سِوَاهُ مَا لَمْ يَبِعْهُ هُوَ أَوْ يُخْرِجْهُ عَنْ مِلْكِهٖ بِاخْتِيَارِهٖ، فَإِنَّهٗ حِينَئِذٍ يُكَلَّفُ أَدَاءَ الزَّكَاةِ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ .

''اس بارے میں پوری اُمت میں کچھ بھی اختلاف نہیں کہ مال کی جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، مال کا مالک اگر اسی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے، زکوٰۃ کی قیمت کسی اور شے سے نہیں نکالنا چاہتا، تو اسے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے، اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ میں کوئی دوسری شے ادا کرے، جب تک کہ وہ خود زکوٰۃ والی جنس کو فروخت نہ کر دے یا وہ اپنی مرضی سے وہ جنس اپنی ملکیت سے نہ نکال دے، کیونکہ اس صورت میں اسے مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ (فروخت کردہ یا ہبہ کردہ زکوٰۃ والی جنس کی) زکوٰۃ اپنے پاس سے ادا کرے۔''

(المُحلّٰی : 208/4)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی اسی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے، جس میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، تو اسے ایسا کرنے کا مکمل اختیار ہے، اسے کسی اور صورت میں زکوٰۃ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

ہاں اگر مالک کے مال میں زکوٰۃ واجب ہو چکی تھی، مگر اس نے ابھی تک ادائیگی نہیں کی اور زکوۃ کی ادائیگی کے بغیر ہی مال فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا، تو اب اس پر لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے پاس سے ادا کرے، خواہ کسی دوسری جنس سے ادا کر دے، کیونکہ جب اس نے وہ مال فروخت کیا تھا یا ہبہ کیا تھا، اس وقت اس پر زکوٰۃ واجب ہو چکی تھی۔

سوال: کیا طواف کعبہ سے پہلے صفا ومروہ کی سعی کی جا سکتی ہے؟

جواب: عمرہ میں پہلے بیت اللہ کا طواف ہے، بعد میں صفا ومروہ کی سعی ہے۔ یہ ترتیب ضروری ہے، اسے ترک کرنا جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر صفا ومروہ کی سعی کی۔ اس پر کئی احادیث ہے، تمام علما بھی یہی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب عمرہ کیا، تو پہلے طواف کیا، پھر سعی کی۔ یہی حق مذہب ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

”نبی کریم ﷺ تشریف لائے، طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت ادا فرمائیں، پھر صفا ومروہ کی سعی کی، رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی آپ کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔“

(صحيح البخاري : 395، صحيح مسلم : 1234)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هِيَ سُنَّةٌ .

”(عمرہ میں پہلے طواف کعبہ کیا جائے گا، پھر دو رکعت ادا کی جائیں اور پھر صفا ومروہ کی سعی کی جائے) یہی سنت ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 85/2، سنن الدارمي : 1973، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ، أَتَى الْمَقَامَ فَصَلّٰى عِنْدَهُ رَكْعَتَيْنِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف سے فارغ ہوتے، تو مقام ابراہیم کے پاس آ کر دو رکعت ادا فرماتے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 428/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّعْيَ يَتَعَقَّبُ الطَّوَافَ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَقَدَّمَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى بِالطَّوَافِ قَبْلَ السَّعْيِ، ...... وَلِأَنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِهِ .

''صفا و مروہ کی سعی، بیت اللہ کے طواف کے بعد کی جاتی ہے، اسے طواف پر مقدم کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا ہے۔ ...... نیز اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ عمرہ کے طریقہ میں یہی ترتیب ہے۔''

(المُنتقٰى شرح الموطأ : 304/2)

لہٰذا اگر کسی نے عمرہ میں پہلے سعی کر لی، تو اسے چاہیے کہ ترتیب درست کرے، پہلے طواف کرے، اس کے بعد دوبارہ سعی کرے۔

سوال: کیا حق مہر کے بغیر نکاح درست ہے؟

جواب: حق مہر نکاح کا بنیادی رکن ہے۔ یہ واجب ہے، اس پر کتاب وسنت اور اجماع دلالت کناں ہیں۔

جس نکاح میں حق مہر کی مقدار مقرر نہ کی جائے، تو مہر مثل مقرر ہوگا، اگر نکاح میں مہر

نہ ہو یا باہمی رضامندی سے مہر ترک کر دیا جائے اور کسی بھی شے کو حق مہر نہ بنایا جائے، تو نکاح باطل ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾(النّساء : ٤)

''عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾(النّساء : ٢٤)

''جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کے حق مہر ضرور ادا کرو۔''

❁ امام طبری رحمہ اللہ (٣١٠ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلَى التَّأْوِيلَيْنِ فِي ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ تَأْوِيلُ مَنْ تَأَوَّلَهٗ : فَمَا نَكَحْتُمُوهُ مِنْهُنَّ فَجَامَعْتُمُوهُ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ .

''اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور خلوت بھی اختیار کر لی، انہیں مہر ادا کرو۔''

(تفسير الطّبري : 738/3)

❁ علامہ زجاج رحمہ اللہ (٣١١ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ التَّزْوِيجَ لَا بُدَّ فِيهِ مِنْ مَّهْرٍ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ شادی میں مہر ضروری ہے۔''

(مَعاني القرآن وإعرابه : 159/5)

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيمًا﴾(النّساء : ١٢٧)

”لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمہیں عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے، یتیم بچیوں کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔تم ان سے نکاح میں رغبت تو رکھتے ہو، لیکن حق مہر پورا نہیں دیتے، یہ نصیحت کمزور و نادار بچوں کے متعلق بھی ہے، یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف برتنا اور یاد رکھنا کہ اللہ تمہارے نیک اعمال سے بخوبی واقف ہے۔“

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۃ النساء:3) کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگیں: بھانجے! ایک بچی اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے، اس کے پاس مال بھی ہوتا ہے، ولی اس کے مال اور اس کے حسن کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور پورا حق مہر ادا کیے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس آیت میں اس قبیل کے لوگوں کو ممانعت کی گئی ہے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کرنا ہے، تو حق مہر معاشرے کے مطابق جتنا بنتا ہے، پورا دیں۔ یا پھر کسی اور سے شادی کر لیں ان سے نہ کریں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے

رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ مانگا، تو (سورۃ النساء: 127) نازل ہوگئی۔ اس آیت میں ﴿مَا يُتْلٰى﴾ سے مراد پہلے والی (النساء: 3) آیت مراد ہے۔ دوسری (النساء: 127) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ یتیم بچی جب کم مال اور کم جمال والی ہوتی، تو اس سے نکاح کرنے میں بے رغبتی کرتے، لہٰذا حکم ہوا کہ جیسے تم مال و جمال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے، ایسے ہی اگر انصاف نہیں کر سکتے، تو جن یتیم بچیوں کے مال و جمال میں تمہیں رغبت ہو، ان سے بھی نکاح مت کرو۔''

(صحيح البخاري: 2494)

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاٰتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

(النّساء: ٢٥)

''تم ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ ان سے نکاح کرو اور انہیں معروف طریقے سے حق مہر ادا کرو۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيَ أَخْدَانٍ﴾(المائدة: ٥)

''اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں)، بشرطیکہ تم ان کا مہر ادا کرو، تمہارا مقصد پاکدامنی حاصل کرنا ہو۔ اعلانیہ زنا، یا

پوشیدہ طور پر آشنائی کی نیت نہ ہو۔“

ان تمام قرآنی نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں حق مہر ضروری ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَّنْكِحَ امْرَأَةً إِلَّا نِكَاحَ الْإِسْلَامِ، يُمْهِرُهَا، وَيَرِثُهَا وَتَرِثُهُ، وَلَا يُقَاضِيهَا عَلٰى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ، إِنَّهَا امْرَأَتُهُ، فَإِنْ مَّاتَ أَحَدُهُمَا لَمْ يَتَوَارَثَا .

”کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ کسی عورت سے اسلام کے نکاح کے علاوہ کوئی اور نکاح کرے۔ مرد عورت کو حق مہر دے گا اور بیوی (کے فوت ہونے پر اس) کا وارث بنے گا (اور اس کے فوت ہونے پر) بیوی اس کی وارث بنے گی۔ کوئی مرد عورت سے معین مدت تک نکاح نہ کرے کہ وہ اس کی بیوی تو ہو، لیکن اگر وہ فوت ہو جائے، ان میں سے ایک کے مرنے پر دوسرا وارث نہ بن سکے۔“

(السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 207/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي هٰذَا بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

”(بغیر حق مہر کے کوئی عورت کسی مرد کو اپنا آپ ہبہ نہیں کر سکتی، یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے، بلکہ نکاح کے لیے حق مہر ہونا ضروری ہے۔) اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔“

(شرح صحيح البخاري : 220/7)

❁ علامہ ابو الحسن علی بن سعید راجراجی مالکی رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي أَنَّ الصَّدَاقَ شَرْطٌ مِنْ شُرُوطِ صِحَّةِ النِّكَاحِ، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ التَّرَاضِي عَلٰى تَرْكِهٖ.

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ حق مہر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے، نیز حق مہر کو ترک کرنے پر فریقین کا باہمی رضامند ہونا جائز نہیں۔''

(مَناهج التّحصيل : 452/3)

سوال: نکاح متعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نکاح متعہ کا مطلب ہے کہ کسی غیر منکوحہ عورت سے مقررہ مدت تک کسی شے کے عوض نکاح کرنا اور اس سے وطی کرنا۔ نکاح کی یہ صورت شروع اسلام میں جائز تھی، بعد میں اسے مختلف مواقع پر حرام قرار دے دیا گیا، پھر نبی کریم ﷺ نے نکاح متعہ کو ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا۔ اس کے حرام ہونے پر صحابہ و تابعین اور بعد کے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ روافض نکاح متعہ کو جائز کہتے ہیں، یاد رہے کہ روافض کے ہاں متعہ کی ایسی ایسی صورتیں بھی جائز ہیں، جو اسلام کے کسی دور میں بھی جائز نہیں رہیں۔ اس لیے روافض متعہ میں جن جن صورتوں کے قائل ہیں، وہ واضح زنا اور بدکاری ہیں۔

❁ علامہ نصر بن ابراہیم نابلسی شافعی رحمہ اللہ (۴۹۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ لَوْ قَالَ : اسْتَأْجَرْتُكِ مُدَّةً لِلْوَطْءِ، لَمْ يَجُزْ وَلَمْ تَحِلَّ لَهُ بِذٰلِكَ.

''بلاشبہ اس بارے میں اُمت میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی (کسی عورت سے) کہے: ''میں تمہیں وطی کے لیے ایک مدت تک اجرت پر رکھتا ہوں۔'' تو

اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں، نہ وہ عورت اس طرح کہنے سے اس کے لیے حلال ہو گی۔''

(تحریم نِکاح المتعۃ، ص 83)

سوال: لواطت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: لواطت قبیح فعل ہے، شرعاً ناجائز وحرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ اس جرم کا موجد قوم لوط کو کہا گیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾(العَنكَبوت : ۲۸)

''لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی برائی کی طرف آتے ہو، جو تم سے پہلے کسی نے انجام نہیں دی۔''

لواطت یعنی ہم جنس پرستی کی پاداش میں قوم لوط پر انتہائی دردناک عذاب مسلط کیا گیا، سیدنا لوط علیہ السلام ایک وقت تک ان کو سمجھاتے رہے، تبلیغ کرتے رہے، مگر قوم نہ مانی۔ اللہ کریم نے اس کے مرتکبین پر پتھروں کا عذاب نازل کیا، ان کی بستی کو الٹا دیا گیا اور پھر قیامت تک کے لئے ان کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

یقیناً فحاشی اور بدکاری کا ارتکاب وہی لوگ کرتے ہیں، جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہو، ان میں بہیمانہ صفات در آئی ہوں اور شیطان ان پر تسلط کر چکا ہو، اس مکروہ اور خبیث فعل کا ارتکاب بندر اور خنزیر بھی نہیں کرتے، جو کفار کر لیتے ہیں۔

ہم جنس پرستی معاشرے کے لئے ناسور ہے، یہ ایسی درندگی ہے، جو زہر ہلاہل سے

زیادہ قاتل ثابت ہوتی ہے۔ یہ انتہائی مہلک غلطی اور نفس کا دھوکہ ہے، جو عزت کے معیار کو تار تار کر دیتا ہے۔ اس خبیثہ سے ہر حقیقت شناس اور سلیم الفطرت انسان کو گھن آتی ہے، دل کالے ہو جاتے ہیں اور یہ انسانی صحت کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ جو قومیں اس عمل میں مبتلا کر دی جائیں، اللہ کی جانب سے سخت گرفت کا شکار ہو جاتی ہیں۔

لواطت کی قباحت وشناعت زنا سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کے انفرادی اور معاشرتی نقصانات زنا سے سنگین ہیں۔ زنا میں شادی شدہ کو رجم کیا جاتا ہے، مگر لواطت میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تفریق نہیں، ہر دو صورت اس فعل کے مجرم کو قتل کیا جائے گا۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ أَعْظَمُ مِنَ الزِّنَا .

''اس بارے میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ لواطت کا جرم زنا سے بڑا ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 430/8)

سوال: ریشم کا استعمال کس صورت میں حرام ہے؟

جواب: مردوں کے لیے خالص ریشم کا استعمال حرام ہے اور عورتوں کے لیے مطلقا مباح ہے۔ اس پر احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت دلالت کناں ہیں۔

مردوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں، البتہ عورتوں کے لیے جائز ہے، وہ اس سے قمیص، شلوار، اوڑھنی، برقعہ، بستر کی چادریں، ٹوپیاں اور وہ تمام اشیا بنا سکتی ہیں، جن میں ریشم استعمال ہو سکتی ہو۔

❁ علامہ ابوبکر محمد بن احمد سمرقندی حنفی رحمہ اللہ (۵۳۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي إِبَاحَةِ اسْتِعْمَالِ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ لُبْسًا

وَاسْتِفْرَاشًا وَجُلُوسًا عَلَيْهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَأَمَّا فِي حَقِّ الرِّجَالِ فَاللُّبْسُ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ بِأَنْ جَعَلَهُ قَبَاءً أَوْ قَمِيصًا أَوْ قَلَنْسُوَةً وَهُوَ حَرِيرٌ خَالِصٌ فِي غَيْرِ حَالَةِ الْحَرْبِ.

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ ریشم کا استعمال عورتوں کے لیے جائز ہے، وہ ریشم کا لباس پہن سکتی ہیں، ریشم سے بنے بستر پر لیٹ سکتی ہیں، اس پر بیٹھ سکتی ہیں اور دیگر چیزوں میں استعمال کرسکتی ہیں۔ البتہ مردوں کے حق میں ریشم کا استعمال بالاجماع حرام ہے، ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ریشم سے بنا چوغہ، قمیص یا ٹوپی پہنیں۔ یہ حکم خالص ریشم کے بارے میں ہے، نیز حالت جنگ اس سے مستثنیٰ ہے (کیونکہ جنگوں میں مردوں کے لیے بقدر ضرورت ریشم کا استعمال جائز ہے)۔''

(تُحفة الفقهاء : 339/3)

سوال: نکاح تفویض کیا ہے؟

جواب: نکاح تفویض اس نکاح کو کہتے ہیں، جس میں حق مہر کا ذکر نہ کیا جائے، نہ اس کا انکار کیا جائے۔ یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یہ بالاجماع جائز ہے۔ اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے، جو دلہن کی بہنوں اور دادھیالی خاندان کی عورتوں کو دیا گیا ہو۔

❀ علامہ ابوالحسن علی بن سعید راجراجی مالکی رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) فرماتے ہیں:

نِكَاحُ التَّفْوِيضِ هُوَ أَنْ يَتَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّدَاقَ لَا إِثْبَاتًا وَلَا إِسْقَاطًا، وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي جَوَازِهِ.

”نکاح تفویض یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور مہر کا ذکر نہ کرے۔ نہ مہر کا اثبات کرے، نہ انکار اور نہ حق مہر کو ترک کرنے کی بات کرے (مطلق طور پر حق مہر کا ذکر ہی نہ ہو)، تو اس کے جائز ہونے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔“

(مَناهج التّحصيل : 482/3)

سوال: درج ذیل اشکال کا کیا جواب ہے؟

❁ **ابوالاشعث شراحیل بن آدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كُنَّا فِي غَزَاةٍ وَعَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ، فَأَصَبْنَا فِضَّةً وَّذَهَبًا، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا النَّاسَ فِي أُعْطِيَّاتِهِمْ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِيهَا، فَقَامَ عُبَادَةُ فَنَهَاهُمْ، فَرَدُّوهَا، فَأَتَى الرَّجُلُ مُعَاوِيَةَ فَشَكَا إِلَيْهِ، فَقَامَ مُعَاوِيَةُ خَطِيبًا فَقَالَ : مَا بَالُ رِجَالٍ يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ يَكْذِبُونَ فِيهَا عَلَيْهِ، لَمْ نَسْمَعْهَا؟ فَقَامَ عُبَادَةُ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَنُحَدِّثَنَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، وَلَا الْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ، وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ وَلَا الشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ، وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ، وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ .

”ہم ایک غزوہ میں شریک تھے، ان دنوں ہمارے خلیفہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی ملا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ یہ سونا چاندی لوگوں کو ان کے مقررہ عطیات کے بدلے میں فروخت کر دے، تو لوگ انہیں خریدنے میں جلدی کرنے لگے۔ اسی اثنا میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو منع کر دیا (اور اس ممانعت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی)۔ تو لوگوں نے سونا چاندی خریدنا ترک کر دیا، ایک شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں شکایت کی، تو معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور خطاب کیا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی احادیث نقل کر رہے ہیں، جن میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کو منسوب کر رہے ہیں، جبکہ ہم نے یہ احادیث نہیں سنیں؟'' اس پر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! ہم ضرور بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث بیان کرتے رہیں گے، چاہے معاویہ رضی اللہ عنہ کو پسند نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے کی سونے کے عوض، چاندی کی چاندی کے عوض، گندم کی گندم کے عوض، جو کی جو کے بدلے، کھجور کی کھجور کے بدلے اور نمک کی نمک کے بدلے خرید و فروخت مت کریں، الا یہ کہ برابر برابر ہو اور نقد و نقد ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 22484، واللّفظ لهٗ، صحيح مسلم : 1587)

بعض کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ احادیث کو نہیں مانتے تھے اور احادیث کے خلاف فتوے دیتے تھے، نیز سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ اس اعتراض کا کیا جواب ہے؟

جواب: سب سے پہلے فقہی مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کے مطابق چھ اشیا ربوی ہیں۔ ان میں سے کوئی شے جب اپنے جیسی شے کے عوض فروخت کی جائے، تو ان میں مقدار اور وزن برابر برابر ہونا ضروری ہے، نیز نقد و نقد ہونا شرط ہے، اگر ہم جنس اشیا کو آپس میں برابر برابر فروخت نہ کیا جائے، بلکہ کم یا زیادہ کی مقدار ہو، تو یہ سود ہوگا۔

البتہ اگر دو مختلف اجناس ہیں، تو جس طرح چاہیں فروخت کر سکتے ہیں، مثلاً گندم کو سونے یا چاندی کے بدلے میں جو ریٹ اور مقدار طے پائے، اس مطابق فروخت کیا جا سکتا ہے۔

یہ تو تھا فقہی مسئلہ۔ اب آتے ہیں اس اعتراض کی طرف کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث قبول کیوں نہ کی، بلکہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت قرار دیا، تو یاد رہے کہ یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تھی، انسانوں میں ایسا ہو جاتا ہے، اس سے یہ قطعا کشید نہیں کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ احادیث کے دشمن تھے یا حدیثوں کے منکر تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ احادیث کو تسلیم کرتے تھے اور اسے دین سمجھتے تھے۔

صرف یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھول ہو گئی ہے اور انہوں نے بے احتیاطی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کر دی ہے، ہم نے تو ایسی حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی!!؟ جبکہ یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سہو تھا، کیونکہ یہی حدیث سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیان کی ہے، تو اس باب میں سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے بھول نہیں ہوئی، نہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جان بوجھ کر یا خطا کرتے ہوئے جھوٹ کی نسبت کی ہے۔ اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطا لگی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تبصرہ ان کے اجتہاد پر مبنی ہے، اس میں آپ رضی اللہ عنہ بدنیت نہ تھے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے تئیں احتیاط کا راستہ اختیار کر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کے مطابق ایسی کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں کی اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو خطا لگی، جس کی بنا پر عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا غلط انتساب کر دیا۔ لہٰذا سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ پر سخت تبصرہ کر دیا، اس طرح کے تبصرے کو بنیاد بنا کر کسی کو حدیث دشمن یا منکر حدیث قرار دینا ظلم ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ اور تابعین وغیرہم سے بھی بسا اوقات ایسے تبصرے نقل ہوئے ہیں، وہ بھی اپنے تبصروں میں بدنیت نہیں تھے۔

مثال کے طور پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر ایک حدیث بیان کرنے کی وجہ سے غصے کا اظہار کیا اور اس پر دلیل لانے کا کہا۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے:

اسْتَأْذَنَ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ، وَكَأَنَّهٗ كَانَ مَشْغُولًا، فَرَجَعَ أَبُو مُوسٰى، فَفَرَغَ عُمَرُ، فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهٗ، قِيلَ: قَدْ رَجَعَ، فَدَعَاهُ فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ: تَأْتِينِي عَلٰی ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ، فَانْطَلَقَ إِلٰی مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ، فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰی هٰذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ هٰذَا عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلٰى تِجَارَةٍ .

''انہوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے (سلام کہہ کر) اجازت مانگی، لیکن (سلام کے جواب کی صورت میں) اجازت نہ ملی، شاید عمر رضی اللہ عنہ مصروف ہوں، پھر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور کہا: کیا میں نے عبد اللہ بن قیس کو اجازت مانگتے ہوئے نہیں سنا، کہا گیا: وہ واپس چلے گئے ہیں، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا، تو انہوں نے جواب دیا: ہمیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) یہی حکم دیا جاتا تھا۔

(صحیح البخاري : 2062، صحیح مسلم : 2154)

کیا اس بنیاد پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ منکر حدیث تھے اور انہوں نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر حدیث گھڑنے کا الزام لگایا؟ ہرگز نہیں، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ حدیث نہ تھی، تو سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث پر تبصرہ کر دیا اور مزید تحقیق کرنے کا قصد کیا کہ کہیں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خطا نہ لگ گئی ہو۔

سیدنا عمر کا مقصد احتیاط اور تثبت تھا، جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی اور کہا: ابن خطاب! آپ اصحاب رسول کے لیے عذاب نہ بنیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ، إِنَّمَا سَمِعْتُ شَيْئًا، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَثَبَّتَ .

''سبحان اللہ! میں نے حدیث سن کر صرف اس کی مزید تائید حاصل کرنا چاہی ہے۔''

(صحیح مسلم : 2154)

اسی طرح کا معاملہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ بکثرت احادیث بیان کرتے تھے، تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا، جس کا اظہار سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی فرمایا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

يَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُولُونَ : مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيثِهِ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا، أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ، وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا : لَنْ يَّبْسُطَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هٰذِهٖ، ثُمَّ يَجْمَعَهٗ إِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا، حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ، ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلٰى صَدْرِي، فَوَالَّذِي بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ، مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ تِلْكَ إِلٰى يَوْمِي هٰذَا، وَاللّٰهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ

وَالْهُدٰى......﴾(البقرة: ١٥٩-١٦٠)

''لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے!! حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملنا ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین وانصار ابو ہریرہ کی طرح اتنی حدیثیں بیان کیوں نہیں کرتے؟ دراصل میرے مہاجر بھائی بازار میں کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور میرے انصار بھائی کھیتی باڑی وغیرہ میں مصروف رہتے تھے، جبکہ میں مسکین آدمی تھا، مجھے بس پیٹ بھر کھانا چاہیے تھا، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہتا، میں ان لمحات میں نبی کریم ﷺ کے پاس موجود ہوتا تھا، جب انصار ومہاجرین حاضر نہ ہوتے اور میں نے بہت کچھ ایسا یاد رکھا، جنہیں وہ بھول گئے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری گفتگو (حدیث کی مجلس) مکمل ہونے تک جو بھی اپنا کپڑا اچھائے رکھے گا، پھر اسے سینے سے لگا لے گا، تو اسے میری یہ حدیثیں کبھی نہیں بھولیں گی۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے اپنی چادر بچھا لی، میرے جسم پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ تھا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو کا اختتام کیا، تو میں نے اس چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ تو اس ذات کی قسم، جس نے نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! مجھے تب سے لے کر آج تک آپ ﷺ کی وہ گفتگو نہیں بھولی اور اللہ کی قسم! اگر قرآن کریم میں یہ دو آیات نہ ہوتیں، تو میں آپ کو کوئی حدیث بیان نہ کرتا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى ......﴾ ''بلاشبہ جو لوگ ہماری نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں......۔''

(صحيح البخاري: 2350، صحيح مسلم: 2493)

کیا اس بنیاد پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ لوگ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کو نہیں مانتے تھے یا انہیں جھوٹا سمجھتے تھے یا وہ لوگ منکرین حدیث تھے؟ یقیناً کوئی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ جو لوگ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت روایات پر باتیں کر رہے تھے، ان کی بنیاد یہ تھی کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ وہ احادیث بیان کر رہے ہیں، جو دیگر مہاجرین وانصار بیان نہیں کرتے۔ لوگوں نے سمجھا کہ کہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وہم تو نہیں ہوا؟ تو ان اشکالات کا جواب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اوپری روایت میں بیان کر دیا اور یہ بھی واضح کیا کہ مہاجرین وانصار میری طرح زیادہ روایات نقل کیوں نہیں کرتے۔

اس طرح کے واقعات دیگر صحابہ سے بھی ملتے ہیں، کہ انہوں نے اپنے علم کی بنا پر ایک بات کر دی اور اس کے خلاف حدیث آئی، تو اس میں احتیاط کرتے ہوئے اس کی مزید تحقیق کی، کہ کہیں بیان کرنے والے سے خطا نہ ہوگئی ہو۔

یہی معاملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہوا کہ انہوں نے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خیال کر لیا کہ ایسی حدیث میں نے تو نہیں سنی، کہیں سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو سہو نہ ہو گیا ہو اور وہ اس کی غلط نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر رہے ہوں۔

باقی سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات پر سخت تبصرہ کیا، وہ اس وجہ سے تھا کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بیان کردہ حدیث پر پورا اطمینان اور یقین تھا، نیز یہ بھی یقین تھا کہ اس مسئلہ میں خلیفہ وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو واضح خطا لگی ہے، اس لیے لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حق بیان کر دیا اور آئندہ بھی بیان کرنے کا عزم کیا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص کو مجبور کیا جائے کہ وہ فلاں بندے کو قتل کرے، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اب وہ کیا کرے، اپنی جان بچائے یا دوسرے کی؟

جواب: اگر کسی شخص کو مجبور کیا جائے کہ فلاں کو قتل کرو، ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے، تو اسے چاہیے کہ وہ کسی کو قتل نہ کرے، خواہ اسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ جان بچانے کے لیے کوئی گناہ کرنا اس وقت جائز ہے، جب وہ قتل نہ ہو، اگر گناہ میں ایک جان کو قتل ہی کرنا ہے، تو وہ اپنی جان دے دے، نہ کہ دوسرے کی جان لے لے۔ یہ کم نقصان ہے۔

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ إِذَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ بِالْقَتْلِ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَفْدِيَ نَفْسَهُ بِقَتْلِ غَيْرِهِ؛ وَيَلْزَمُهُ أَنْ يَصْبِرَ عَلَى الْبَلَاءِ الَّذِي يَنْزِلُ بِهِ، وَنَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

”اس پر اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ جسے قتل کرنے پر مجبور کیا جائے، تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے کو قتل کر دے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس درپیش آزمائش پر صبر کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت کا سوال کرتے ہیں۔“

(أحكام القرآن: 160/3)

سوال: کیا عورت عورت کا ستر دیکھ سکتی ہے؟

جواب: ستر ہوتا ہی ڈھانپنے کے لیے ہے۔ عورت عورت کے سامنے شرمگاہ نہیں کھول سکتی، نہ برہنہ ہو سکتی ہے، یہاں تک کہ بالغ بہن بہن کے سامنے بالغ بیٹی ماں کے سامنے بھی برہنہ نہیں ہو سکتی۔

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي مَنْعِ بَعْضِهِنَّ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى عَوْرَةِ بَعْضٍ، وَلَا فِي مَنْعِهِنَّ مِنْ تَجْرِيدِ الْعَوْرَاتِ لِلنِّسَاءِ أَمْثَالِهِنَّ كَتَجْرِيدِهِنَّ إِيَّاهَا لِلرِّجَالِ، هٰذَا مَا لَا نِزَاعَ فِيهِ.

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ عورتوں کے لیے ایک دوسرے کا ستر دیکھنا ممنوع ہے، نیز عورتوں کا عورتوں کے سامنے برہنہ ہونا بھی ممنوع ہے، جیسے عورتوں کا مردوں کے لیے سامنے برہنہ ہونا ناجائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(إحكام النَظَر في أحكام النّظر، ص 286)

یاد رہے کہ انتہائی ناگزیر صورت میں عورت کے لیے عورت کا ستر دیکھنا جائز ہے، مثلاً لیڈی ڈاکٹر وغیرہ کے لیے۔

سوال: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزے کی نذر مانی، کیا حکم ہے؟

جواب: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے، اس دن کوئی بھی روزہ نہیں رکھا جا سکتا، نہ نفلی روزہ، نہ نذر کا روزہ اور نہ فرض روزے کی قضا۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ صِيَامَ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ .

''رسول اللہ ﷺ نے ان دو دنوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) میں روزہ رکھنا حرام قرار دیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1990، صحيح مسلم : 1137، المنتقٰى لابن الجارود : 401)

اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی، تو اس نذر کو توڑنا ضروری ہے، کیونکہ یہ معصیت کی نذر ہے، اسے چاہیے کہ اس نذر کا کفارہ ادا کرے۔

❁ علامہ ابوالحسن علی بن سعید راجراجی مالکی رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ، وَيَوْمُ النَّحْرِ فَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ صِيَامَهَا لَا يَجُوزُ بِوَجْهٍ؛ لَا قَضَاءَ وَلَا نَذَرَ، وَلَا تَطَوُّعَ .

''اس متعلق اُمت میں کوئی اختلاف نہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں، نہ قضا کا روزہ، نہ نذر کا اور نہ نفلی۔''

(مَناهج التّحصيل : 120/2)

سوال: دیت کی قیمت کیا ہے؟

جواب: مکمل دیت سو اونٹ ہیں۔ اگر اونٹ دستیاب نہ ہوں، تو اس کے برابر قیمت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

❁ علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ الدِّيَةَ مُقَدَّرَةٌ بِمِائَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ .

''اس بارے میں اُمت میں کوئی اختلاف نہیں کہ مکمل دیت کی قیمت ایک سو

اونٹ ہیں۔‘‘

(تبیین الحقائق : 126/6)

سوال: بعض روشن خیال لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کی طرح یہود ونصاریٰ بھی حق پر ہیں، ان کا اور ہمارا معبود ایک ہی ہے، بس رب تک پہنچنے کے راستے مختلف ہیں، سب جنت میں چلے جائیں گے۔اس فکر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: مذہب حق صرف اور صرف اسلام ہے، باقی مذاہب سب منسوخ اور مبدل ہیں۔ یہود ونصاریٰ کا مذہب بھی آسمانی ہے، مگر نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے کے بعد پہلے تمام مذاہب منسوخ ہو گئے، نیز ان کے مذاہب محرف ومبدل ہیں۔انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں لفظی ومعنوی تحریف کی ہے۔اب ان کا مذہب اپنی اصلی شکل میں موجود ہی نہیں، اگر بالفرض موجود بھی ہوتا، تب بھی اسلام کی آمد کے بعد منسوخ ہو جاتا۔

لہٰذا اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے تمام مذاہب کو حق جانے، یا سابقہ مذہب کا کسی مسئلہ کو بہتر کہے، جو اسلام کے خلاف ہو، یا ایسے کسی حکم کو دین کا درجہ دے، تو وہ کافر ہے۔اس کے کفر میں شبہ نہیں۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾(آل عمران : ١٩)

’’بلا شبہ اللہ کے ہاں (مقبول) دین صرف اور صرف اسلام ہے۔‘‘

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(آل عمران : ٨٥)

”جو اسلام کے علاوہ کسی (مذہب کو) دین بنائے گا، اس سے یہ عمل قبول نہ کیا جائے گا، وہ روز آخرت خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی ونصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہے۔“

(صحیح مسلم : 153)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهٗ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ، فَقَالَ لَهٗ : أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهٗ : أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ .

”یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا، تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے،

آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام قبول کر لیجیے۔لڑکے نے اپنے والد کی طرف دیکھا، جو وہیں موجود تھا،تو والد نے کہا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو،تو وہ مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ یہ الفاظ دہراتے ہوئے واپس تشریف لے گئے: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں،جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔''

(صحيح البخاري : 1356)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُ الْقَائِلِ : الْمَعْبُودُ وَاحِدٌ وَإِنْ كَانَتِ الطُّرُقُ مُخْتَلِفَةً وَنَحْوُ ذٰلِكَ مِنَ الْأَقْوَالِ وَالْأَفْعَالِ الَّتِي تَتَضَمَّنُ إِمَّا كَوْنَ الشَّرِيعَةِ النَّصْرَانِيَّةِ أَوِ الْيَهُودِيَّةِ الْمُبَدَّلَيْنِ الْمَنْسُوخَيْنِ مُوصِّلَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِمَّا اسْتِحْسَانَ بَعْضِ مَا فِيهَا مِمَّا يُخَالِفُ دِينَ اللّٰهِ أَوِ التَّدَيُّنَ بِذٰلِكَ أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ كُفْرٌ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَبِالْقُرْآنِ وَبِالْإِسْلَامِ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ الْأُمَّةِ .

''یہ کہنا کہ ''معبود ایک ہی ہے، اگرچہ راستے مختلف ہیں۔'' اور اس جیسے دیگر اقوال اور افعال، جن کا تقاضا ہے کہ نصرانی اور یہودی منسوخ اور مبدل شریعتیں بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں یا منسوخ شریعتوں کے بعض احکام جو دین اسلام کے خلاف ہیں، وہ زیادہ اچھے ہیں، یا انہیں دین بنایا جائے، یا اس جیسا کوئی اور تقاضا، تو یہ اللہ، اس کے رسول، قرآن اور اسلام کے ساتھ کفر ہے۔ اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 323/25، الفتاوی الکبریٰ : 484/2، اقتضاء الصّراط

المستقیم :540/1)

سوال: کیا نماز کو وقت داخل ہونے سے پہلے ادا کرنا جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نماز کے اوقات متعین اور مقرر کیے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾(النساء : ١٠٣)

''یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

احادیث مبارکہ میں نمازوں کے اوقات کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔لہٰذا کسی بھی نماز کو وقت داخل ہونے سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں، کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں ہوا، بلکہ اگر کسی نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی،تو وقت داخل ہونے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے۔

❀ علامہ ابوالحسن علی بن سعید رجراجی مالکی رحمہ اللہ (٦٣٣ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ الصَّلَاةَ لَا يَجُوزُ فِعْلُهَا قَبْلَ الْوَقْتِ .

''اس میں اُمت میں کسی کا اختلاف نہیں کہ کسی نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں۔''

(مَناهج التّحصيل :196/1)

یاد رہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ سفر، بیماری یا بارش وغیرہ کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔اس میں جمع تقدیم بھی جائز ہے، مثلاً ظہر کے ساتھ عصر ادا کرنا اور مغرب کے ساتھ عشاء ادا کرنا۔اس پر دلائل ہیں۔

سوال:عزل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عزل کے جواز پر اجماع ہے، البتہ یہ جواز کراہت کے ساتھ ہے یا بغیر کراہت کے، اس میں اختلاف ہے، کیونکہ عزل کے بارے میں مختلف احادیث موجود ہیں۔ اس لیے بعض اہل علم اسے مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض مطلقاً مباح۔ لیکن عزل کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي جَوَازِهِ.

''عزل کے جواز میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(المَسالك: 663/5، القبس، ص 762)

سوال: عورت مکمل مہر کی حق دار کب ہوگی؟

جواب: اگر عورت سے خلوت اختیار کر لی جائے یا نکاح کے بعد شوہر وفات پا جائے خواہ خلوت اختیار کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، دونوں صورتوں میں مکمل مہر کی حق دار ہوگی۔

❀ علامہ ابوالحسن علی بن سعید راجراجی مالکی رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ الْمَرْأَةَ تَسْتَوْجِبُ جَمِيعَ الصَّدَاقِ بِالدُّخُولِ وَالِاسْتِمْتَاعِ أَوْ بِالْمَوْتِ.

''اس باب میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرلیا، یا اس سے لذت حاصل کر لی یا شوہر وفات پا گیا، تو بیوی مکمل حق مہر کی حق دار ہوگی۔''

(مَناهج التّحصيل: 468/3)

البتہ اگر نکاح کے بعد شوہر نے خلوت اختیار کیے بغیر طلاق دے دی، تو اب عورت

نصف مہر کی حق دار ہوگی۔

سوال: عقیدہ حلول کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، مخلوق سے جدا ہے۔ یہ اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔ اس اجماعی واتفاقی عقیدہ کے خلاف بعض گمراہوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ مخلوق میں حلول کر گیا ہے، یعنی خالق اور مخلوق کا فرق مٹ گیا ہے۔ یہ دونوں عقیدے اجماعِ اہل حق، اہل سنت کے خلاف ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ مَنْ قَالَ بِحُلُولِ اللّٰهِ فِي الْبَشَرِ وَاتِّحَادِهٖ بِهٖ وَأَنَّ الْبَشَرَ يَكُونُ إِلٰهًا وَهٰذَا مِنَ الْآلِهَةِ، فَهُوَ كَافِرٌ مُبَاحُ الدَّمِ وَعَلٰى هٰذَا قُتِلَ الْحَلَّاجُ .

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ انسان میں حلول کیے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، نیز یہ کہ انسان بھی معبود ہے، تو وہ کافر ہے، اس کا خون حلال ہے، اسی نظریہ کی بنیاد پر حلاج کو قتل کیا گیا۔“

(مَجموع الفتاویٰ: 2/481)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ ابو قیس مولیٰ عمرو بن عاص رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَانَ عَلٰى سَرِيَّةٍ وَّأَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ بَرْدٌ شَدِيدٌ لَمْ يَرَوْا مِثْلَهٗ فَخَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدِ

احْتَلَمْتُ الْبَارِحَةَ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ بَرْدًا مِثْلَ هٰذَا مَرَّ عَلٰى وُجُوهِكُمْ مِثْلُهُ فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ : كَيْفَ وَجَدْتُمْ عَمْرًا وَصَحَابَتِهِ لَكُمْ؟ فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ خَيْرًا وَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى بِنَا وَهُوَ جُنُبٌ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَمْرٍو فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ وَبِالَّذِي لَقِيَ مِنَ الْبَرْدِ وَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾(النّساء : ٢٩) فَلَوِ اغْتَسَلْتُ مُتُّ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَمْرٍو.

”سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایک لشکر پر امیر مقرر ہوئے۔ سفر میں بہت زیادہ سردی تھی، ایسی سردی پہلے کبھی نہ دیکھی گئی۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے تشریف لائے اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے رات احتلام ہو گیا اور بخدا! میں نے ایسی سردی کبھی محسوس نہ کی، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ران کے اندرونی حصہ کو دھویا اور نماز والا وضو کیا اور لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے دریافت کیا: آپ نے عمرو اور ان کے سلوک کو کیسا پایا؟ تو لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا: اللہ کے رسول! انہوں نے ہمیں حالت جنابت میں ہی نماز پڑھا دی ہے، تو رسول

اللہ ﷺ نے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا، سو سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دی اور جو انہیں سردی لگی ہوئی تھی، اس کی کیفیت بیان کی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾(النّساء : ٢٩) ''اپنے آپ کو قتل مت کرو۔'' اگر میں غسل کر لیتا، تو مر جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کی بات پر ہنس دیے۔''

(صحيح ابن حبان : 1315، سنن الدّارقطني : 682، المستدرك للحاكم : 628)

جواب: روایت مرسل ہے۔ ابوقیس رحمہ اللہ تابعی ہیں، عہد نبوی کا واقعہ بیان کر رہے ہیں، جہاں وہ موجود نہیں تھے، معلوم نہیں کہ انہیں یہ واقعہ کس نے بیان کیا ہے؟

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ظَاهِرُهَا الْإِرْسَالُ .

''بظاہر سند مرسل ہے۔''

(فتح الباري : 279/2)

❀ یہی روایت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے موصول بھی آئی ہے۔

(سنن أبي داود : 334)

اس کی سند منقطع ہے۔ عبد الرحمٰن بن جبیر کا سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سماع نہیں۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ .

''اس حدیث کی سند متصل نہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب : 279/2)

اس حدیث کی سند اور متن میں اختلاف واضطراب ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُخْتَلَفٌ فِي إِسْنَادِهٖ وَمَتْنِهٖ .

”اس حدیث کی سند اور متن میں اختلاف (اضطراب) ہے۔“

(السّنن الصّغير، تحت الرقم : 247)

سوال: نبی کریم ﷺ کے گستاخ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرنا اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہنا واضح کفر اور ارتداد ہے۔ اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

❀ علامہ ابو فارس ابن بزیزہ تونسی رحمہ اللہ (۶۷۳ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ ...... وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِيهِ، لِأَنَّ ذٰلِكَ عَلَمٌ عَلَى ارْتِدَادِهٖ .

”جس نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا، اس کی سزا قتل ہے۔...... اس بارے میں اُمت کا اختلاف نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنا اس کے مرتد ہو جانے کی دلیل ہے۔“

(رَوْضة المُستبين : 1310/2)

سوال: ایک شخص نے ظہر کے وقت وضو کیا، عصر کا وقت ہوا، تو اسے وضو کے باقی ہونے یا نہ ہونے میں شک ہے۔ وہ کیا کرے؟

جواب: اگر وضو کے باقی ہونے میں شک ہو، تو اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ تَيَقَّنَ الْحَدَثَ وَشَكَّ فِي الطَّهَارَةِ أَوْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ وَشَكَّ فِي بَقَائِهَا فَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ إِجْمَاعًا .

''اگر کسی کو وضو ٹوٹنے میں یقین ہے اور وضو برقرار ہونے میں شک ہے یا وضو ہونے میں یقین ہے، مگر اس کے برقرار ہونے میں شک ہے، تو اس پر بالاجماع وضو واجب ہے، اس میں اُمت کا اختلاف نہیں۔''

(عارضة الأحوذي : 86/1، النّفع الشّذي لابن سيد النّاس : 207/2)

سوال: ایک شخص ظہار کے کفارہ میں روزے رکھ رہا ہے، کیا وہ ان روزوں کے دوران بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے؟

جواب: ظہار کے کفارہ میں اگر دو ماہ لگاتار روزے رکھے جائیں، تو جب تک یہ روزے مکمل نہ ہو جائیں، بیوی سے ہم بستری نہیں کی جا سکتی، نہ دن میں اور نہ رات کے وقت۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي تَحْرِيمِ وَطْئِهَا فِي زَمَنِ الصَّوْمِ لَيْلًا .

''اس باب میں امت کا اختلاف نہیں کہ ظہار کے روزوں کے دوران رات کے وقت بھی بیوی سے جماع کرنا حرام ہے۔''

(زاد المَعاد : 475/5)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

إِنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي ظَاهَرْتُ مِنِ

امْرَأَتِي فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ أُكَفِّرَ، قَالَ : وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ؟، قَالَ : رَأَيْتُ خَلْخَالَهَا فِي ضَوْءِ الْقَمَرِ قَالَ : فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ .

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، جس نے اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے جماع کرلیا تھا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ دینے سے پہلے جماع کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے، ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اس نے کہا: میں نے چاند کی روشنی میں اس کے پازیب دیکھے تھے۔ فرمایا: جب تک آپ اللہ کا حکم پورا نہ کرلیں، اس کے قریب نہ جانا۔''

(سنن أبي داوٗد : 2223، سنن النّسائي : 3487، سنن التّرمذي : 1199، سنن ابن ماجه : 2065، المُنتقٰی لابن الجارود : 747)

یہ روایت عکرمہ کی مرسل ہے۔

❀ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ تَفَرَّدَ الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ الْعَدَنِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ بِأَحَادِيثَ، وَيَسْنِدُ عَنْهُ مَا يَقِفُهُ غَيْرُهٗ ...... مِنْهَا : حَدِيثُ التَّسْبِيحِ .

''حکم بن ابان عدنی عکرمہ سے کئی احادیث بیان کرنے میں منفرد ہے، اس نے عکرمہ سے کئی ایسی احادیث کو موصول بیان کیا ہے، جنہیں دوسروں نے عکرمہ پر موقوف بیان کیا ہے...... جیسا کہ نماز تسبیح والی حدیث ہے۔''

(الإرشاد: 323/1)

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الظِّهَارِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ يُعَوَّلُ عَلَيْهِ .

''ظہار میں (کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کرلیا، تو اس کے حکم کے متعلق) کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں، جس پر اعتماد کیا جا سکے۔''

(عارضة الأحوذي : 38/5، التّلخيص الحبير لابن حجر : 222/3)

سوال: امانت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: امانت رکھی ہوئی شے کو اس کے حقیقی مالک کو لوٹانا واجب اور ضروری ہے۔ ودیعت اور امانت کے خاص احکام ہیں، ان کا لحاظ کرتے ہوئے شے کو مالک کے حوالے کرنا ضروری ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾(النّساء : ٥٨)

''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔''

❁ علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي ذٰلِكَ .

''امانت رکھی ہوئی شے مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(تبيين الحقائق : 76/5)

سوال: کیا کفارہ میں اندھا غلام آزاد کرنا کفایت کرتا ہے؟

جواب: جس کفارہ میں غلام آزاد کرنا مشروع ہو، اس میں سالم غلام آزاد کرنا

ضروری ہے۔ جو غلام اندھا ہو، یا جس کے ہاتھ یا پاؤں کٹے ہوئے ہوں، ایسا غلام آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا فِي الْأَعْمٰى وَالْمَقْطُوعِ الْيَدَيْنِ أَوِ الرَّجُلَيْنِ أَنَّهٗ لَا يُجْزِئُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ (کفارہ میں) اندھا، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹا غلام آزاد کرنا کفایت نہیں کرتا۔''

(مختصر اختلاف العلماء : 495/2)

علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ لَا يُجْزِئُ فِي الْكَفَّارَةِ أَعْمٰى، وَلَا مُقْعَدٌ، وَلَا مَقْطُوعُ الْيَدَيْنِ أَوِ الرِّجْلَيْنِ، وَلَا أَشَلُّهُمَا .

''اس بارے میں اُمت کا اختلاف نہیں کہ کفارہ میں ایسا غلام آزاد کرنا کفایت نہیں، جو اندھا یا اپاہج ہو، یا جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوں یا جس کے ہاتھ یا پاؤں مفلوج ہوں۔''

(البحر المُحیط : 21/4)

سوال: ایک علاقے سے دس افراد کا گروپ حج کے لیے نکلا، ان کی واپسی کی ٹکٹیں بھی اکٹھی ہیں، ان میں سے کسی نے حج افراد کا احرام باندھا، کسی نے حج تمتع کا اور کسی نے حج قران کا، کیا ان کے لیے مختلف نیتوں کے ساتھ احرام باندھنا جائز ہے؟

جواب: ایک گروپ کے افراد کا حج افراد، حج تمتع، حج قران کرنا جائز ہے، ایک جیسا احرام باندھنا ضروری نہیں۔ ہر ایک نے اپنی نیت کرنی ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق

حج کرنا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کے لیے نکلے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا، بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔''

(صحيح البخاري : 1562، صحيح مسلم : 1211)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ بِهٖ نَاسٌ وَّأَهَلَّ نَاسٌ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا، تو کچھ لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور کچھ لوگوں نے حج اور عمرہ (دونوں) کا احرام باندھا، میں ان میں شامل تھی، جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔''

(صحيح مسلم : 114/1211، المنتقٰى لابن الجارود : 421)

❁ بہاء الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٤ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ التَّمَتُّعِ وَالْإِفْرَادِ وَالْقِرَانِ أَيَّ ذٰلِكَ أَحْرَمَ بِهٖ جَازَ بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

”حج تمتع، حج افراد اور حج قران میں جس کا احرام باندھنا چاہے، اس کے لیے جائز ہے، اس میں علما کا کوئی اختلاف نہیں۔“

(العُدّة شرح العمدة، ص 185)

سوال: ایک شخص کے پاس سونے چاندی کے برتن ہیں، کیا ان میں زکوٰۃ ہے؟

جواب: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام اور ناجائز ہے۔ یہ حرمت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے۔

سونے اور چاندی کے برتن اگر نصاب کو پہنچتے ہوں، تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ زکوٰۃ سونے اور چاندی کی دھات پر ہے، خواہ ان کی کوئی بھی صورت ہو۔

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ فِيهَا الزَّكَاةَ، بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا زَكَاةَ فِيهَا حَتّٰى تَبْلُغَ نِصَابًا بِالْوَزْنِ، أَوْ يَكُونَ عِنْدَهُ مَا يَبْلُغُ نِصَابًا بِضَمِّهَا إِلَيْهِ.

”سونے اور چاندی کے برتنوں میں زکوٰۃ ہے، اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ ان میں زکوٰۃ تب ہوگی، جب ان کا وزن نصاب کو پہنچ جائے یا اس شخص کے پاس اتنے برتن ہوں کہ انہیں ملایا جائے، تو نصاب پورا ہو جائے۔“

(المُغني : 228/4)

سوال: کیا ہر گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے؟

جواب: ہر گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے، البتہ بعض گناہوں کی توبہ زبان سے ہوتی ہے اور بعض مالی حقوق کی توبہ میں حق دار کو حق ادا کرنا بھی شامل ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ كُلَّ مَحْظُورٍ يَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ .

''اس میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ ہر حرام توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔''

(عِدّة الصّابرين، ص 69)

سوال: بیت اللہ میں داخل ہونے پر پیسے لینا کیسا ہے؟

جواب: بیت اللہ میں داخل ہونے پر رقم کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ بیت اللہ میں ہر مسلمان داخل ہو سکتا ہے۔

❁ علامہ فاسی مالکی رحمہ اللہ (۸۳۲ھ) فرماتے ہیں:

أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلٰى دُخُولِ الْبَيْتِ، وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي تَحْرِيمِ ذٰلِكَ، وَأَنَّهٗ مِنْ أَشْنَعِ الْبِدَعِ وَأَقْبَحِ الْفَوَاحِشِ .

''بیت اللہ میں داخل ہونے پر اجرت وصول کرنا حرام ہے، اس میں اُمت کا کچھ اختلاف نہیں، نیز یہ شنیع بدعت ہے اور قبیح ترین برائی ہے۔''

(شِفاء الغَرام: 178/1)

یاد رہے کہ حکومت حج اور عمرہ پر جو پیسے لیتی ہے، وہ بیت اللہ میں داخل ہونے پر نہیں، بلکہ اپنے ملک کے ویزہ پر لیتی ہے، ویزہ لینے کے بعد جو جتنی بار میں بیت اللہ میں داخل ہونا چاہے، اس پر کوئی پابندی نہیں، نہ اس سے ہر داخلے پر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا کافروں سے مال حاصل کرنے کے لیے کلمہ کفر کہہ سکتے ہیں؟

جواب: کلمہ کفر صرف جان بچانے کے لیے مجبوری میں کہا جا سکتا ہے، بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔ کسی دنیاوی غرض کے لیے کلمہ کفر ادا کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

اگر کوئی کافر مسلمان سے کہے کہ کلمہ کفر کہہ دو، میں تمہیں یہ یہ فائدہ پہنچاؤں گا، تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح کسی کافر ملک کا ویزہ لینے کے لیے کفریہ جملہ بولنا بھی حرام ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْإِذْنُ فِي التَّكَلُّمِ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ لِغَرَضٍ مِّنَ الْأَغْرَاضِ، إِلَّا الْمُكْرَهَ إِذَا اطْمَأَنَّ قَلْبُهُ بِالْإِيمَانِ.

''اس میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ کسی بھی غرض کے لیے کلمہ کفر بولنے کی اجازت نہیں، البتہ جسے مجبور کیا گیا ہو، وہ ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''

(إعلام الموقعين: 141/3)

سوال: کیا نماز میں نیت شرط ہے؟

جواب: نماز کے لیے نیت شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں۔

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي وُجُوبِ النِّيَّةِ لِلصَّلَاةِ، وَأَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَنْعَقِدُ إِلَّا بِهَا.

''ہمیں اس بارے میں اُمت کے مابین کسی اختلاف کا علم نہیں کہ نماز کے لیے نیت کرنا واجب ہے، نیز اس کے بغیر نماز منعقد ہی نہیں ہوتی۔''

(المُغني: 132/2)

یاد رہے کہ نیت دل کا عمل ہے، زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اُبالا ہوا پانی پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جس پانی کو آگ پر اُبالا جائے، اس پانی سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آگ پر پکی کسی بھی چیز کو کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، سوائے اونٹ کا گوشت کے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

❀ علامہ ابن قصار مالکی رحمہ اللہ (۳۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ الْوُضُوءَ لَا يَجِبُ مِنْ شُرْبِ الْمَاءِ السَّاخِنِ، وَهُوَ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ .

''اس بارے میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ گرم پانی پینے سے وضو واجب نہیں ہوتا، حالانکہ یہ پانی آگ سے گرم کیا گیا ہے۔''

(عُيون الأدلة : 632/2)

شروع اسلام میں آگ سے پکی چیز کھانے یا پینے سے وضو لازم ہو جاتا تھا، بعد میں یہ مسئلہ منسوخ ہو گیا، نبی کریم ﷺ کا آخر عمل یہی ہے کہ آگ سے پکی شے استعمال کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر کھانے کے ذرات منہ میں لگے ہیں، تو کلی کر لی جائے۔

یاد رہے کہ اونٹ کا گوشت اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے پر نص قائم ہو چکی ہے۔

سوال: جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہیں اُگے، کیا اسے قربانی میں ذبح کیا

جا سکتا ہے؟

جواب: جس جانور کے پیدائشی سینگ نہیں ہیں، اس کی قربانی بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے۔ اختلاف اس جانور کے بارے میں ہے، جس کے پیدائشی سینگ ہوں، بعد میں ٹوٹ جائیں۔

❀ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ الْجَمَّاءَ الَّتِي لَا قَرْنَ لَهَا فِي الْأَصْلِ جَائِزَةٌ فِي الْأُضْحِيَةِ.

''ہمارے علم کے مطابق اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ جس جانور کے پیدائشی طور پر سرے سے سینگ ہوں ہی نہ، تو اس کی قربانی جائز ہے۔''

(شرح مختصر الطّحاوي : 362/7)

سوال: جان بوجھ کر نماز عصر کو بالکل سورج غروب ہونے کے قریب ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے اوقات بیان فرمائے ہیں۔ انسانوں کی مجبوریوں کے اعتبار سے ان کی ادائیگی میں رخصتیں بھی عنایت کی ہیں۔ لیکن بلا شرعی عذر نماز کو اتنا مؤخر کر دینا کہ نماز کا وقت نکلنے لگے، تو یہ ناجائز ہے۔ یہ منافق کی خصلت ہے، نیز شیطان کی ہلاشیری ہے۔ اس بارے میں مذمت بیان ہوئی ہے۔

❀ علاء بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي دَارِهِ بِالْبَصْرَةِ، حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ، وَدَارُهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ، قَالَ :

أَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ؟ فَقُلْنَا لَهُ : إِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ، قَالَ : فَصَلُّوا الْعَصْرَ، فَقُمْنَا، فَصَلَّيْنَا، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ : تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا، لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا .

''میں نماز سے فارغ ہوکر انس رضی اللہ عنہ کے گھر گیا، آپ کا گھر بصرہ میں مسجد کے پڑوس میں واقع تھا، ہم آپ کے ہاں پہنچے، تو انہوں نے فرمایا: عصر ادا کر لی آپ نے؟ عرض کیا: ابھی ہم ظہر سے فارغ ہوئے ہیں، فرمایا: عصر پڑھ لیں، ہم کھڑے ہوئے اور عصر پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ منافق کی نماز یہ ہے کہ سورج کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے، تو کھڑے ہوکر چار ٹھونگیں لگاتا ہے، جس میں اللہ کا ذکر تو برائے نام ہی ہوتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 622)

❁ علامہ مازری مالکی رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي أَنَّ التَّعَمُّدَ فِي تَأْخِيرِ الْعَصْرِ إِلٰى قُبَيْلِ الْغُرُوبِ، بِمِقْدَارِ رَكْعَةٍ، لَا يَجُوزُ، وَإِنَّ فَاعِلَ ذٰلِكَ آثِمٌ، وَكَذٰلِكَ فِي الصُّبْحِ .

''میرے علم کے مطابق اس میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ جان بوجھ کر

(بغیر عذر کے) نمازِ عصر کو مغرب سے پہلے تک مؤخر کرنا کہ صرف ایک رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے، تو ایسا کرنا جائز نہیں، ایسا کرنے والا گناہ گار ہے، یہی حکم نمازِ فجر کو (طلوعِ آفتاب تک) مؤخر کرنے کا ہے۔''

(شرح التّلقين: 420/1)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ تَأْخِيرُهَا إِلٰى أَنْ يَضِيقَ الْوَقْتُ عَنْ كَمَالِ فِعْلِهَا .

''اس میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ کسی شخص کے لیے نماز کو اتنا مؤخر کرنا جائز نہیں کہ اس کی مکمل ادائیگی کے لیے وقت کم رہ جائے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهداية: 920/2)

سوال: شکار میں ایک پرندہ زندہ پکڑ لیا گیا، کیا اسے ذبح کرنا ضروری ہے؟

جواب: جس جانور یا پرندے کو شکار کرتے ہوئے زندہ پکڑ لیا جائے، اسے بغیر ذبح کیے کھانا حلال نہیں۔ اسے ذبح کرنا ضروری ہے۔

❀ علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن عبد الرحمٰن بن ابی عمر ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۸۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَيَوَانُ الْمَقْدُورُ عَلَيْهِ مِنَ الصَّيْدِ وَالْأَنْعَامِ فَلَا يُبَاحُ إِلَّا بِالذَّكَاةِ بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''جس شکار کو پکڑ لیا جائے اور دیگر (حلال) چوپائے کو کھانا اسی وقت حلال ہے، جب اسے ذبح کیا جائے، اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(الشّرح الكبير على المقنع :42/11)

سوال: ایک غیر مسلم آدمی جو مسلمانوں کی قید میں ہے، وہ قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھ لیتا ہے، کیا اسے قتل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی کافر قیدی کلمہ پڑھ لے، تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا، اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ اس پر اسلام والے احکام نافذ ہوں گے۔ اسے یہ سمجھ کر قتل کرنا جائز نہیں کہ اس نے قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھا ہے۔ اس کے دل کی کیفیت اللہ کے سپرد ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلٰى بَنِي جَذِيمَةَ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَّقُولُوا : أَسْلَمْنَا، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ : صَبَأْنَا صَبَأْنَا، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ، وَدَفَعَ إِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيرَهٗ، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيرَهٗ فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي، وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهٗ، حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ .

”نبی کریم ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے اسلام قبول کرنے کی

بات نہ کی، (لڑائی کے دوران) وہ کہنے لگے: ہم نے اپنا دین تبدیل کر لیا (یعنی ہم اپنا دین چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کو تیار ہیں)، ہم نے اپنا دین تبدیل کر لیا، مگر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ان میں سے بعض کو قتل کرنے لگے اور بعض کو قیدی بنانے لگے۔ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی پکڑایا۔ پھر ایک دن سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا قیدی قتل کر دے، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنا قیدی قتل نہیں کروں گا، میرے ساتھیوں میں سے بھی کسی نے اپنا قیدی قتل نہ کیا، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے، تو ہم نے سارا ماجرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اللہ! خالد کے اس اقدام سے میں براءت کا اعلان کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري: 4339)

معلوم ہوا کہ کوئی غیر مسلم اگر اسلام قبول کر لے، تو اس سے اسلام قبول کیا جائے گا، خواہ قرائن سے یہی معلوم ہو رہا ہو کہ اس نے قتل کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے۔

✿ علامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ أَسِيرًا مِّنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَوْ قُدِّمَ لِيُقْتَلَ فَأَسْلَمَ أَنَّهٗ يَكُونُ مُسْلِمًا، وَلَمْ يَكُنْ إِسْلَامُهٗ خَوْفًا مِّنَ الْقَتْلِ مُزِيلًا عَنْهُ حُكْمَ الْإِسْلَامِ، فَكَذٰلِكَ الذِّمِّيُّ.

''اس میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ حربی کافروں میں سے کسی قیدی کو قتل کرنے کے لیے پیش کیا جائے اور وہ اسلام قبول کر لے، تو وہ مسلمان قرار

پائے گا اور اس کا اسلام قتل کے خوف سے نہ ہوگا کہ اس سے اسلام کا حکم ختم ہو جائے، یہی حکم ذمی کا ہے۔''

(أحكام القرآن: 549/1)

سوال: کیا سورت الحمدللہ رب العالمین کا نام فاتحۃ الکتاب ثابت ہے؟

جواب: سورت فاتحہ کے کئی نام ہیں، اس کا ایک نام فاتحۃ الکتاب ہے، اس نام پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ، لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ : هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ : أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ : فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيْمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تُقْرَأْ بِحَرْفٍ مِّنْهَا إِلَّا أُعْطِيْتَهُ .

''یہ آسمان کا وہ دروازہ ہے، جو صرف آج کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے، جو پہلے کبھی نہیں اترا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کیا: مبارک ہو، آپ کو دو نور عطا کئے گئے ہیں، جو آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے، وہ نور سورت فاتحہ اور سورت بقرہ کی دو آخری آیتیں ہیں۔ آپ ان میں سے ایک حرف بھی پڑھیں گے، تو وہ نور پالیں گے۔''

(صحيح مسلم: 806)

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ .

''جو شخص بھی سورت فاتحہ نہ پڑھے، اس کی کوئی نماز نہیں۔''

(صحيح البخاري : 756، صحيح مسلم : 394)

دیگر احادیث میں بھی سورت فاتحہ کا نام فاتحۃ الکتاب آیا ہے۔

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَسُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ تُفْتَتَحُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بِهَا لَفْظًا، وَتُفْتَتَحُ بِهَا الْكِتَابَةُ فِي الْمُصْحَفِ خَطًّا، وَتُفْتَتَحُ بِهَا الصَّلَوَاتُ .

''سورت فاتحہ کا ایک نام فاتحۃ الکتاب بھی ہے، اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ فاتحۃ الکتاب نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لفظی طور پر قرآن کریم کی قراءت کا آغاز ہوتا ہے اور مصحف میں بھی سب سے پہلے یہی سورت درج ہے، نیز اس سے نمازوں (کی قرأت) کو شروع کی جاتی ہے۔''

(تفسير القرطبي : 111/1)

سوال: ایک شخص کے پاس صرف تہبند ہے، قمیص یا چادر نہیں، کیا وہ تہبند میں نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: بامر مجبوری ایک کپڑے میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس پر اجماع ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُصَلِّي الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ؟

قَالَ : «وَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟» .

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: کیا آپ میں سے ہر ایک کو دو کپڑے میسر ہیں؟''

(صحيح البخاري : 358، صحيح مسلم : 515، المُنتقٰى لابن الجارود : 170)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ جَائِزَةٌ بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

''ایک کپڑے (یعنی تہبند کی چادر) میں نماز ہو جاتی ہے، اس میں علما کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(إكمال المُعلم : 430/2)

سوال: ایک شخص حکومتی خزانے سے معمولی اشیا لے لیتا ہے، جس کی اسے اجازت نہیں، وہ کہتا ہے کہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: فراڈ فراڈ ہوتا ہے، خواہ زیادہ مال کا ہو یا کم۔ وہ تمام معاملات جن کا تعلق دوسروں کے حقوق کے ساتھ ہے، اس میں چوری کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ یہ جہنم کا سامان ہے، کوئی زیادہ لے لے یا کم۔

کرپشن کا آغاز چھوٹی چیز سے ہی ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ انسان بڑا ہاتھ مارتا ہے۔ اس لیے اپنی روزی کو حلال رکھیں اور کرپشن سے محفوظ رہیں، اس سے آپ کا دین بھی محفوظ رہے گا اور عزت و آبرو بھی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رُدُّوا رِدَائِي، رُدُّوا رِدَائِي، فَوَاللّٰهِ لَوْ كَانَ عِنْدِي عَدَدُ شَجَرِ

تِهَامَةَ نَعمًا لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ، وَمَا أَلْفَيْتُمُونِي بَخِيلًا وَّلَا جَبَانًا وَّلَا كَذُوبًا، ثُمَّ قَامَ إِلٰى جَنْبِ بَعِيرٍ فَأَخَذَ مِنْ سَنَامِهٖ وَبَرَةً، فَقَالَ : أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهٗ لَيْسَ لِي مِنْ فَيْئِكُمْ مِثْلُ هٰذِهٖ إِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ فَأَدُّوا الْخَيْطَ وَالْمِخْيَطَ، فَإِنَّ الْغُلُولَ يَكُونُ عَلٰى صَاحِبِهٖ عَارًا وَّنَارًا وَّشَنَارًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِكُبَّةٍ مِّنْ خُيُوطِ شَعَرٍ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَخَذْتُ هٰذِهٖ لِأَخِيطَ بِهَا بُرْدَةَ بَعِيرٍ لِّي دَبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَّا مَا كَانَ لِي فَهُوَ لَكَ، قَالَ : أَمَّا إِذَا بَلَغَتْ هٰذَا فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ .

''میری چادر واپس کر دیں، میری چادر واپس کر دیں، اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کے بقدر اونٹ ہوتے، تو میں آپ کے درمیان تقسیم کر دیتا اور آپ مجھے بخیل، بزدل اور جھوٹا نہ پاتے۔ پھر ایک اونٹ کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کی کوہان سے اون لے کر فرمانے لگے: لوگو! آپ کی غنیمتوں سے خمس کے علاوہ اتنا بھی میرے لیے جائز نہیں اور خمس بھی آپ کی طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے، چنانچہ سوئی اور دھاگے تک ادا کر دیں، کیونکہ خیانت قیامت کے روز خائن کے لیے عار، جہنم اور رسوائی کا ذریعہ ہو گی۔ ایک انصاری بالوں کی رسی کا گچھا لے کر آیا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں نے یہ رسی اپنے اونٹ کی چادر (جھل) سینے کے لیے لی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: میں نے اپنے حصے کی رسی آپ کو دے دی۔ (باقیوں کا میں ذمہ دار نہیں)

وہ کہنے لگا: اگر معاملہ اس قدر سخت ہے، تو پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 184/2، سنن أبي داوٗد : 2694، سنن النّسائي : 3718، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۰۸۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کی رخصت پانی نہ ہونے کی صورت میں ہے یا مطلقاً جائز ہے؟

جواب: استنجا میں پانی استعمال کرنے اور ڈھیلے استعمال کرنے میں رخصت ہے۔ نیز پانی کی موجودگی میں بھی ڈھیلے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ اگر کوئی ڈھیلے اور پانی دونوں کو استعمال کر لے، تو بھی بہتر ہے۔

بہر حال استنجا میں ڈھیلوں کا استعمال پانی کی عدم دستیابی کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

❁ عبد الرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ لِسَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَ ةَ؟ قَالَ : أَجَلْ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا أَوْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَأَنْ لَّا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ.

''سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں ہر چیز سکھائی ہے، حتی کہ بول و براز کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے، دائیں

ہاتھ سے استنجا کرنے اور تین سے کم ڈھیلے استعمال کرنے، نیز گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے بھی روکا ہے۔‘‘

(صحیح مسلم: 262، المُنتقٰی لابن الجارود: 29)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

إِنِ اقْتَصَرَ عَلَى الْحَجَرِ أَجْزَأَهُ بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ؛ لِمَا ذَكَرْنا مِنَ الْأَخْبَارِ؛ وَلِأَنَّهُ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

’’اگر کوئی شخص استنجا میں ڈھیلے استعمال کرنے پر اکتفا کرے، تو یہ کافی ہے، اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اس بارے میں ہم نے احادیث ذکر کر دی ہیں، نیز اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔‘‘

(المُغني: 208/1)

❀ علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن عبد الرحمٰن بن ابی عمر ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٨٢) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْاِقْتِصَارُ عَلَى الْاِسْتِجْمَارِ فَهُوَ جَائِزٌ بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ لِمَا يُذْكَرُ مِنَ الْأَخْبَارِ وَهُوَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

’’استنجا میں ڈھیلوں پر اکتفا کرنا جائز ہے، اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اس بارے میں احادیث مذکور ہیں، نیز اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔‘‘

(الشّرح الكبير على المقنع: 92/1)

سوال: کیا کوئی شخص دو بہنوں کو اپنی باندی بنا سکتا ہے؟

جواب: اگر دو بہنیں آزاد ہوں، تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ انہیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھے، اسی طرح پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی ایک وقت میں ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔اس پر نصوص موجود ہیں۔

البتہ لونڈیوں کا معاملہ آزاد عورتوں سے ذرا جدا ہے، وہ یہ کہ ایک شخص دو بہنوں کو بطور لونڈی اپنی ملکیت میں رکھ سکتا ہے اور ان سے وطی کر سکتا ہے، کیونکہ اپنی ملکیت کی لونڈی سے نکاح ضروری نہیں۔اسی طرح اگر کسی کے پاس ایک لونڈی ہے اور اس نے اس سے وطی بھی کر لی ہے، تو اسی بہن کو خرید کر اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے اور اس سے بھی وطی کر سکتا ہے۔لونڈیوں میں یہی معاملہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ہے کہ انہیں بھی لونڈی کی حیثیت سے جمع کیا جا سکتا ہے اور ان سے وطی کی جا سکتی ہے۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ فِي الْمِلْكِ بِغَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكَذٰلِكَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ عَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا، وَلَوِ اشْتَرٰى جَارِيَةً، فَوَطِئَهَا، حَلَّ لَهٗ شِرَاءُ أُخْتِهَا وَعَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا .

”دو بہنوں کو ایک ملکیت میں (بطور لونڈی) جمع کیا جا سکتا ہے، اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔اسی طرح پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی ایک ملکیت میں جمع کیا جا سکتا ہے، بلکہ اگر کسی نے لونڈی خریدی اور اس سے وطی کر لی، تو اس کے لیے اس لونڈی کی بہن کو خریدنا، اسی طرح اس کی پھوپھی اور خالہ کو خریدنا بھی جائز ہے۔“

(المُغني: 537/9)

البتہ اگر دو بہنوں میں سے ایک سے نکاح ہوا ہے، تو دوسری بہن کو نہ بطور نکاح جمع کیا جاسکتا ہے اور نہ بطور لونڈی اس سے وطی کی جاسکتی ہے۔ یہی معاملہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ہے، ان میں سے بھی ایک کو بطور نکاح اور دوسری کو بطور لونڈی جمع کرنا جائز نہیں۔

❀ علامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فِي حَظْرِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِحْدَاهُمَا بِالنِّكَاحِ وَالْأُخْرٰى بِمِلْكِ الْيَمِينِ، نَحْوَ أَنْ تَكُونَ عِنْدَهُ امْرَأَةٌ بِنِكَاحٍ فَيَشْتَرِي أُخْتَهَا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لَهُ وَطْؤُهُمَا جَمِيعًا.

”ہمارے علم کے مطابق اس میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ دو بہنوں کو اس صورت میں جمع کرنا جائز نہیں کہ ان میں سے ایک کے ساتھ نکاح ہو اور دوسری بطور ملکیت لونڈی ہو، جیسے ایک شخص کے پاس منکوحہ عورت ہو اور وہ اس کی بہن کو خرید لے، تو اس کے لیے دونوں سے وطی کرنا جائز نہیں۔“

(أحكام القرآن: 165/2)

سوال: کفار کا تیار کردہ لباس پہننا کیسا ہے؟

جواب: کفار کے تیار کردہ ملبوسات استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔ لنڈے کی اشیا بھی استعمال کی جاسکتی ہیں، البتہ انہیں اچھی طرح دھو کر پاک کر لیا جائے۔ ان کپڑوں میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

❀ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ.

”نبی کریم ﷺ نے شامی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔“

(صحيح البخاري : 363، صحيح مسلم : 274)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي إِبَاحَةِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِي يَنْسِجُهُ الْكُفَّارُ .

”ہمارے علم کے مطابق اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں، جسے کفار نے بُنا ہو۔“

(المُغني :62/1)

سوال: قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا، تو اگر ایک شخص جلاد ہے، اس نے اپنے قریب رشتہ دار پر حد قتل قائم کی، کیا وہ جلاد اپنے رشتہ دار کا وارث بن سکتا ہے؟

جواب: جس قتل میں قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا، اس سے مراد ناحق قتل ہے۔ لیکن اگر شرعی حد میں قتل کیا جائے، تو قتل کرنے والا جلاد مقتول رشتہ دار کا وارث بن سکتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو رجم کیا جائے، تو رجم کرنے والوں میں اگر اس کا کوئی وارث ہے، تو وہ وراثت میں حق دار ہوگا۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ؛ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ .

”کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں، سوائے تین صورتوں میں سے کسی

صورت میں؛① قتل کے قصاص میں ② شادی شدہ زانی (کو رجم کی صورت میں) ③ دین سے مرتد ہونے والا اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ دینے والا۔‘‘

(صحيح البخاري : 6878، صحيح مسلم : 1676)

مذکورہ تین صورتوں میں قتل کرنا اسلام کا حق ہے، اس میں قتل کرنے والے جلاد پر کوئی گناہ نہیں، نیز وہ مقتول کا وارث بنے گا۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ الْقَاتِلَ عَلٰى وَجْهِ الْقَوَدِ الْوَاجِبِ لَهٗ يَرِثُ مِنَ الْمَقْتُولِ وَكَذٰلِكَ الْمَرْجُومُ فِي الزِّنَا يَرِثُهٗ مَنْ رَجَمَهٗ لِأَنَّهٗ قَتَلَهٗ بِحَقٍّ .

’’ہمیں اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ جس شخص کو قصاصا قتل کیا جائے، تو قتل کرنے والا مقتول کا وارث بن سکتا ہے، اسی طرح جسے زنا کی حد میں رجم کیا جائے، تو رجم کرنے والا اس کا وارث بن سکتا ہے، کیونکہ اس نے اسے (اسلام کے) حق کے ساتھ قتل کیا ہے۔‘‘

(مُختصر اختلاف العُلماء : 4/444)

سوال: کیا ہر مرض میں رمضان کے روزے چھوڑے جا سکتے ہیں؟

جواب: اسلام نے روزہ چھوڑنے کے لیے بیماری کی حد مقرر نہیں کی، نہ بیماریوں کا تعین کیا ہے، اسے ہر انسان کی اپنی حالت پر چھوڑا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اللہ سے ڈر کر اپنے متعلق فیصلہ کرنا چاہیے کہ اسے اس بیماری میں روزہ چھوڑنا چاہیے یا نہیں؟

بہر حال معمولی بیماری کہ جس میں روزہ رکھنے سے صحت کے مزید بگڑنے کا اندیشہ

نہیں یا روزہ رکھنا بیمار کے لیے قابل برداشت ہے، تو ایسے مرض میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا﴾(التّغابُن : ١٦)

''بساط مطابق اللہ سے ڈرتے رہو اور سمع وطاعت کرو۔''

❁ علامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (٣٧٠ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّا لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ الْمَرِيضَ الَّذِي لَا يَضُرُّهُ الصَّوْمُ غَيْرُ مُرَخَّصٍ لَهُ فِي الْإِفْطَارِ.

''ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ وہ مریض، جسے روزہ رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہو، تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔''

(أحکام القرآن: 212/1)

سوال: ایک لڑکی کی شادی کو چھ ماہ ہوئے ہیں، وہ کہتی ہے کہ اس کا شوہر نامرد ہے، کیا وہ طلاق لے سکتی ہے؟

جواب: نامرد کے بارے میں ذرا تفصیل ہے، ① جس کا علاج ممکن ہے ② جس کا علاج ممکن نہیں۔

جس کا علاج ممکن ہے، اس متعلق بیوی کو چاہیے کہ کچھ عرصہ صبر کرے، اس سلسلہ میں وہ کوئی مدت طے کر سکتی ہے کہ اتنے عرصہ تک اگر شوہر کا علاج ہو گیا، تو درست ورنہ وہ طلاق لے لے گی۔ اس طے شدہ مدت گزرنے کے بعد بھی اگر شوہر تندرست نہ ہو، تو بیوی اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، اسے یہ اختیار حاصل ہے، اگر شوہر اسے طلاق دینے سے انکار کرے، تو بیوی خلع کے لیے عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔

جس نامرد کا علاج ہی ممکن نہ ہو، تو بیوی کو اختیار ہے، خواہ وہ طلاق لے لے، خواہ وہ شوہر کے ساتھ رہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نامرد شوہر کے متعلق فرماتے ہیں:

يُؤَجَّلُ سَنَةً فَإِنْ دَخَلَ بِهَا وَإِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا .

”اس کے لیے ایک سال کی مدت طے کی جائے گی، اگر وہ اس دوران اپنی بیوی سے مجامعت اختیار کر لے، تو درست ورنہ ان دونوں کے درمیان جدائی واقع کرادی جائے گی۔“

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 14295، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا عَنِ السَّلَفِ فِي تَأْجِيلِ الْعِنِّينِ، وَأَنَّ عَجْزَهُ عَنِ الْوَطْءِ فِي الْمُدَّةِ، يُوجِبُ لِلْمَرْأَةِ الْخِيَارَ فِي فِرَاقِهِ .

”ہمارے علم کے مطابق سلف میں کوئی اختلاف نہیں کہ نامرد (شوہر) کے ساتھ مدت طے کی جاسکتی ہے، نیز اگر وہ اس مدت میں بھی جماع کے قابل نہ ہو پائے، تو عورت کو علیحدگی کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔“

(شرح مختصر الطّحاوي : 384/4)

سوال: ایک بدمعاش نے ایک شریف آدمی پر دن دھاڑے بندوق تان دی، وہ گولی چلانے ہی والا ہے، کیا کوئی دوسرا شخص دور سے قتل کرنے والے کو فائر کرسکتا ہے، تا کہ اس کی جان بچائی جا سکے؟

جواب: اگر کسی نے کسی بے گناہ پر اسلحہ تان رکھا ہے اور اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا

ہے، تو دیکھنے والوں کو چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو سکے اس کی جان بچائیں، اگر جان بچانے کے لیے واحد راستہ یہی ہے کہ قتل کرنے والے کو دور سے فائر کر دیا جائے، تو ایسا کرنے میں حرج نہیں، کیونکہ کسی کو ناحق قتل کرنا اور اسلحہ تاننا فساد فی الارض ہے، جسے رد کرنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (المائدة : ۳۳)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جھگڑا کریں اور زمین میں فساد برپا کریں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے، یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❁ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا أَنَّ رَجُلًا لَوْ شَهَرَ سَيْفَهُ عَلٰى رَجُلٍ لِيَقْتُلَهُ بِغَيْرِ حَقٍّ أَنَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ قَتْلَهُ .

''ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کسی شخص نے

دوسرے پر تلوار تان رکھی ہو، تا کہ اسے ناحق قتل کر دے، تو مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اسے قتل کر دیں۔''

(أحکام القرآن : 503/2)

سوال: کیا پاگل آدمی پر نماز روزہ فرض ہے؟

جواب: جو شخص مستقل پاگل ہے، اس پر احکام شرعیہ نافذ نہیں ہوتے، وہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کا مکلّف نہیں۔ البتہ وہ اپنی مرضی سے نماز وغیرہ ادا کرتا رہے، تو حرج نہیں۔ لیکن جو شخص عارضی طور پر پاگل پن کا شکار ہے، تو وہ حالت جنون میں مکلّف نہیں، البتہ جب وہ تندرست ہو جائے، تو ان احکام کا پابند ہوگا۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

رَأَيْنَاهُمْ لَا يَخْتَلِفُونَ فِي أَنَّ الصِّغَارَ الَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا، وَالْمَجَانِينَ الْمَغْلُوبِينَ عَلٰى عُقُولِهِمْ عَلَيْهِمْ، خَارِجُونَ مِمَّنْ خُوطِبَ بِالطَّاعَةِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِهٰذِهِ الْعِبَادَاتِ فِي الْأَبْدَانِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَالصِّيَامِ، وَالْحَجِّ .

''ہم نے اہل علم کو دیکھا، ان کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ چھوٹے بچے، جو ابھی بالغ نہیں ہوئے اور مجنون افراد کہ جن کی عقل قائم نہیں، وہ ان افراد سے خارج ہیں، جنہیں بدنی عبادات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، جیسے نماز، روزہ اور حج وغیرہ۔''

(أحکام القرآن : 259/1)

معلوم ہوا کہ مجنون پر نماز روزہ کی پابندی نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: روافض کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنے کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے، لہٰذا وضو میں پاؤں دھونا ضروری نہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے۔ اس پر کئی متواتر احادیث اور اُمت کا اجماع دلیل ہیں، نیز قرآن کریم کی آیت کریمہ میں بھی پاؤں دھونے کا حکم ہے۔

قرآن کریم کے سب سے اول شارح نبی کریم ﷺ نے قول وفعل کے ساتھ آیت کریمہ کی توضیح وتشریح فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے وضو میں پاؤں دھوئے بھی ہیں اور دھونے کا حکم بھی دیا ہے، لہٰذا آیت کریمہ کی یہی تعبیر وتفسیر ہے۔

❀ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَرَدَ الْبَيَانُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَسْلِ قَوْلًا وَفِعْلًا، فَأَمَّا وُرُودُهٗ مِنْ جِهَةِ الْفِعْلِ فَهُوَ مَا ثَبَتَ بِالنَّقْلِ الْمُسْتَفِيضِ الْمُتَوَاتِرِ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فِي الْوُضُوءِ، وَلَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ فِيهِ، فَصَارَ فِعْلُهٗ ذٰلِكَ وَارِدًا مَوْرِدَ الْبَيَانِ، وَفِعْلُهٗ إِذَا وَرَدَ عَلٰى وَجْهِ الْبَيَانِ فَهُوَ عَلَى الْوُجُوبِ، فَثَبَتَ أَنَّ ذٰلِكَ هُوَ مُرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْآيَةِ، وَأَمَّا مِنْ

جِهَةِ الْقَوْلِ فَمَا رَوٰی جَابِرٌ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُمْ .

”رسول اللہ ﷺ سے قولی اور فعلی احادیث میں دھونے کی وضاحت آئی ہے۔ رہی فعلی احادیث، تو متواتر اور مشہور روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو میں دونوں پاؤں کو دھویا ہے، اس میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا یہ فعل مبارک آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ اور آپ ﷺ کا فعل مبارک جب کسی (مجمل حکم کی) وضاحت کے لیے ہو، تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔ رہی (اس بارے میں) قولی احادیث، تو وہ سیدنا جابر، سیدنا ابو ہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔“

(أحكام القرآن : 434/2)

کسی صحیح صریح حدیث میں پاؤں پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ نہ کسی صحابی و تابعی سے ننگے پاؤں کو دھونے کی بجائے مسح کرنا ثابت ہے۔

سوال: حج کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: حج کی تین اقسام ہیں؛ ① حج افراد، ② حج قران، ③ حج تمتع۔

حج افراد کا مطلب ایک سفر میں اکیلا حج کرنا، قران کا مطلب ایک ہی احرام کے ساتھ حج اور عمرہ کرنا اور حج تمتع کا مطلب یہ ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کا احرام باندھنا، عمرہ مکمل کرنے کے بعد احرام کھول دینا، پھر حج کے آغاز کے وقت دوبارہ احرام باندھنا۔

حج کے یہ تینوں طریقے جائز اور صحیح ہیں۔ قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت

اس پر واضح دلیل ہیں۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ فِي أَنَّ الْإِفْرَادَ وَالْقِرَانَ وَالتَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ كُلَّهَا جَائِزَةٌ .

''اس میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ حج افراد، حج قران اور حج تمتع سب کے سب جائز ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 160/2)

❀ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ كُلَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ بِإِجْمَاعٍ .

''حج کی یہ تینوں قسمیں جائز ہیں، اس پر اجماع ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 390/2)

سوال: ایک شخص نے ایک بیوہ سے نکاح کیا، رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی، کیا وہ بیوہ کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے؟

جواب: کسی شخص پر اپنی منکوحہ کی اولاد اس وقت حرام ہوتی ہے، جب وہ نکاح کے بعد خلوت اختیار کر لے، اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا، مگر رخصتی یا خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی، تو اب وہ مطلقہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النّساء : ۲۳)

”تمہاری پرورش میں موجود وہ لڑکیاں (بھی تم پر حرام ہیں)، جو تمہاری ان بیویوں (کی سابقہ شوہروں) سے ہیں، جن سے تم دخول کر چکے ہو۔ اگر تم نے ان سے دخول نہیں کیا، تو تم پر کوئی حرج نہیں (کہ تم اپنی بیویوں کی سابقہ لڑکیوں سے نکاح کرلو)۔“

ربیبہ اس لڑکی کو کہتے ہیں، جو بیوی کے پہلے خاوند سے ہو، ہمارے ہاں اسے سوتیلی بیٹی کہا جاتا ہے۔ اگر سوتیلی بیٹی کی ماں سے ازدواج قائم ہو چکا ہے، تو سوتیلی بیٹی سے کبھی نکاح نہیں ہوسکتا، البتہ اگر ماں سے ازدواج قائم نہیں ہوا، تو ماں کی وفات یا طلاق کی صورت میں سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

✿ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ أَنَّ الرَّبَائِبَ لَا يَحْرُمْنَ بِالْعَقْدِ عَلَى الْأُمِّ حَتّٰى يَدْخُلَ بِهَا .

”اس میں اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ ربائب (ربیبہ کی جمع) کی ماں سے محض نکاح ہو جانے سے ربائب حرام نہیں ہو جاتیں، تاوقتیکہ ان کی ماں سے (نکاح کے ساتھ ساتھ) خلوت اختیار کر لی جائے۔“

(أحکام القرآن : 159/2)

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک شخص نے مجبوری میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی، وہ اس طرح کہ ایک شخص کسی کی بیوی پر فریفتہ ہو گیا، اس نے شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو، ورنہ میں تجھے گولی ماردوں گا اور بندوق اس کی کنپٹی پر رکھ دی، قتل سے ڈر کر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، جبکہ بیوی اس طلاق پر راضی نہیں ہے، کیا شرعی نکتہ نظر سے

یہ طلاق ہوگئی؟

(جواب): مذکورہ صورت حال کے مطابق طلاق نہیں ہوئی، وہ بدستور شوہر کے عقد میں ہے، اس کی آگے شادی نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ طلاق حالت مجبوری میں دی گئی ہے اور مجبور کی طلاق غیر معتبر ہے۔

❁ ثابت بن عیاض احنف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ تَزَوَّجَ أُمَّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: فَدَعَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ فَجِئْتُهٗ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا سِيَاطٌ مَوْضُوعَةٌ، وَإِذَا قَيْدَانِ مِنْ حَدِيدٍ، وَعَبْدَانِ لَهٗ قَدْ أَجْلَسَهُمَا، فَقَالَ: طَلِّقْهَا وَإِلَّا وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهٖ فَعَلْتُ بِكَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقُلْتُ: هِيَ الطَّلَاقُ أَلْفًا، قَالَ: فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهٖ، فَأَدْرَكْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي، فَتَغَيَّظَ عَبْدُ اللّٰهِ، وَقَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ بِطَلَاقٍ، وَإِنَّهَا لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ، فَارْجِعْ إِلٰى أَهْلِكَ، قَالَ: فَلَمْ تُقْرِرْنِي نَفْسِي، حَتّٰى أَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ أَمِيرٌ عَلَيْهَا، فَأَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي، وَبِالَّذِي قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ فَارْجِعْ إِلٰى أَهْلِكَ.

''میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اُم ولد لونڈی سے نکاح کیا۔

مجھے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زید نے بلایا، میں اس کے پاس آیا، تو کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ لوہے کی دو بیڑیاں تھیں اور دو غلام بٹھائے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے کہا: اپنی بیوی کو طلاق دے دے، ورنہ اللہ کی قسم تجھے ایسا ایسا کر دوں گا۔ میں نے کہا: اسے ایک ہزار طلاق۔ میں اس کے پاس سے نکلا، تو مکہ کے راستے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو اپنا سارا واقعہ سنایا، تو وہ غصے ہوگئے اور فرمایا: یہ کوئی طلاق نہیں۔ وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی۔ آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جایئے۔ مجھے اطمینان نہ ہوا یہاں تک کہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا اور ان سے اپنا واقعہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ آپ کی بیوی آپ پر حرام نہیں ہوئی، آپ اپنی بیوی کی طرف لوٹ جایئے۔''

(موطأ الإمام مالك: 587/2، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ جسے طلاق پر مجبور کیا جائے اور اس کی رضا شامل نہ ہو، تو شرعی طور پر ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ جبری طلاق ہے۔

سوال: ایک شخص نے چوری کی اور چوری شدہ مال نصاب کو پہنچ گیا، کیا اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے؟

جواب: اگر کسی نے ربع دینار یا اس سے زائد مال کی چوری کی، تو اس کی شرعی حد ہاتھ کاٹنا ہے، پہلی بار چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر دوسری مرتبہ پھر چوری کرے اور مسروقہ مال نصاب کو پہنچ جائے، تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ یہ شرعی حکم ہے، اس پر اُمت کا اتفاق ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ فِي أَنَّ الْيَدَ الْمَقْطُوعَةَ بِأَوَّلِ سَرِقَةٍ هِيَ الْيَمِينُ .

''اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ پہلی بار چوری (میں پکڑے جانے) پر دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔''

(أحكام القرآن : 434/2)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ السَّارِقَ إِذَا سَرَقَ أَوَّلَ مَرَّةٍ تُقْطَعُ يَدُهُ الْيُمْنٰى، ثُمَّ إِذَا سَرَقَ ثَانِيًا تُقْطَعُ رِجْلُهُ الْيُسْرٰى .

''اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ چور جب پہلی بار چوری کرے (اور پکڑا جائے)، تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر دوسری بار چوری کرے (اور پکڑا جائے)، تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔''

(شرح السّنة : 326/10)

تنبیہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (المائدة : ۳۸)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کے کیے کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے، اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

یہاں ہاتھوں سے مراد دونوں ہاتھ نہیں، بلکہ چوری کرنے والے مرد اور عورت

دونوں کے داہنے ہاتھ مراد ہیں۔

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰى أَيْدِيَهُمَا الْيُمْنٰى .

''اس آیت کا معنی ہے کہ دونوں کے داہنے ہاتھ کاٹ دو۔''

(تفسير الطبري : 408/8)

❁ امام سدی رحمہ اللہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

(تفسير الطبري : 408/8، وسندهٗ حسنٌ)

یا یہ مراد ہے کہ بار بار چوری کرنے والے کے یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے، پہلی بار چوری کرنے پر دایاں ہاتھ، دوسری بار چوری کرنے پر بایاں پاؤں اور تیسری بار چوری کرنے پر بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے، جیسا کہ اُمت کے اجماع اور آثار سلف سے ثابت ہے۔

سوال: کیا مکہ میں کفار سے قتال کرنے کی ممانعت تھی؟

جواب: ہجرت سے پہلے تک کفار سے قتال کی اجازت نہ تھی، کیونکہ ابھی حالات سازگار نہ تھے اور حکمت یہی تھی کہ ابھی قتال کرنا اسلام اور اہل اسلام کے حق میں بہتر نہیں تھا، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار کے خلاف تلوار اٹھانے سے باز رکھا۔ پھر مدینہ میں قتال کا حکم دے دیا گیا۔ اب قیامت تک جہاد اور قتال کا حکم باقی ہے، یہ حکم کبھی منسوخ نہ ہوگا۔

❁ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ أَنَّ الْقِتَالَ كَانَ مَحْظُورًا قَبْلَ الْهِجْرَةِ .

''اس میں اُمت کا اختلاف نہیں کہ ہجرت سے پہلے (کفار ومشرکین کے ساتھ) قتال منع تھا۔''

(أحکام القرآن: 1/311)

سوال: کیا جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا واجب ہے؟

جواب: جمعہ میں حاضر ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔ جمعہ کے غسل کو فرض اور واجب قرار دینا درست نہیں، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی بغیر غسل کیے جمعہ کی نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز ہو جائے گی، جب بغیر غسل کیے جمعہ کی نماز درست ہے، تو جمعہ کا غسل فرض و واجب نہ رہا۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ إِلٰى أَنَّهٗ سُنَّةٌ وَلَيْسَ بِفَرْضٍ وَلَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ فِي أَنَّ صَلَاتَهٗ مُجْزِيَةٌ إِذَا لَمْ يَغْتَسِلْ .

''اکثر فقہا کا مذہب ہے کہ جمعہ کا غسل مسنون ہے، فرض نہیں، اس میں اُمت کے مابین اختلاف نہیں کہ جب کوئی شخص جمعہ کو غسل کیے بغیر نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز ہو جائے گی۔''

(مَعالِم السّنن: 1/106)

سوال: روافض کا دعویٰ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن میں تحریف کے قائل تھے، اپنے اس دعویٰ پر وہ بعض روایات سے استدلال کرتے ہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: روافض ایک تو قرآن کریم کے محرف و مبدل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، جو کہ کفر ہے اور دوسرا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کہ جو اُمت کے بہترین لوگ ہیں، نے

اس فعل بد کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ نظریہ بھی صریح کفر ہے۔

روافض جہاں تحریف قرآن کا بہتان سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ پر باندھتے ہیں، وہیں خود قرآن کریم میں معنوی تحریف کے مرتکب بھی ہیں۔

روافض عقیدہ تحریف قرآن پر بعض دلائل کا سہارا لیتے ہیں، ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا﴾ (النّور : ٢٧) وَقَالَ : إِنَّمَا هِيَ خَطَأٌ مِّنَ الْكَاتِبِ : حَتّٰى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا .

”آیت کریمہ: ”تم اپنے علاوہ کسی کے گھر میں تب تک داخل مت ہوں، جب تک تم اجازت نہ مانگ لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔“ فرماتے ہیں: یہاں کاتب سے غلطی ہوئی ہے، درست الفاظ یوں تھے: «حَتّٰى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا» .

(تفسير الطّبري : 240/17، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی غلطی اور شاذ رائے ہے، احتمال ہے کہ پہلے قرأت یہ رہی ہو، جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما درست سمجھ رہے ہیں، بعد میں دوسری قرأت نازل ہو گئی، جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علم میں نہ آسکی اور انہوں نے اسے کاتب کی غلطی سمجھ لیا۔ بہر حال درست اور صحیح قرأت وہی ہے، جو متواتر اور اجماعی ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقِرَاءَ ةُ الْعَامَّةُ ثَبَتَ نَقْلُهَا بِالتَّوَاتُرِ فَهِيَ أَوْلٰى ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ

يَكُونَ ذَاكَ الْقِرَاءَةَ الْأُولٰى، ثُمَّ صَارَتِ الْقِرَاءَةُ عَلٰى مَا عَلَيْهِ الْعَامَّةُ وَنَحْنُ لَا نَزْعُمُ أَنَّ شَيْئًا مِمَّا وَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، أَوْ نُقِلَ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا أَنَّهُ خَطَأٌ.

''مشہور قرأت کہ جو تواتر کے ساتھ منقول ہے، یہی اولیٰ ہے۔ احتمال ہے کہ یہ (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی قرأت) پہلے پہل کی ہو، بعد میں وہ قرأت نازل ہوگئی ہو، جو عام اور مشہور ہے۔ ہم کسی اجماعی یا متواتر منقول قرأت کو (کاتب کی) خطا نہیں کہہ سکتے۔''

(شُعَب الإيمان، تحت الرقم: 8424)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ (النّساء: ١٦٢)، وَ ﴿إِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ، أَخْطَأُوا فِي الْكِتَابِ.

''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان آیات قرآنیہ کی (اعرابی) غلطی کے متعلق پوچھا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ (النّساء: ١٦٢)، وَ﴿إِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ کاتبوں کو لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔''

(تفسير سعيد بن منصور: 769، وسندهٗ صحيحٌ)

ذکر کردہ آیات کے الفاظ میں مختلف لغات مروی ہیں، یہ سبھی لغتیں درست اور ثابت ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جن لغتوں کو کاتبین کی غلطی قرار دے رہی ہیں، وہ آپ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی خطا ہے، کیونکہ:

① یہ لغات دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متواتر ثابت ہیں اور ہر دور میں مصحف قرآنی میں لکھی اور پڑھی جاتی رہیں ہیں۔

② مذکورہ الفاظ کا اعراب لغوی اعتبار سے درست اور صحیح ہے۔ ان الفاظ میں بعض قبائل کی لغت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ انہیں کاتبوں کی غلطی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اگر یہ کاتبوں کی غلطی ہوتا، تو سبھی مصاحف میں یہ اعراب ذکر نہ کیا جاتا۔ تمام مصاحف میں اس اعراب کا ہونا دلیل ہے کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع معصوم دلیل ہے۔

پھر اگر کسی کاتب سے غلطی ہوئی بھی ہوتی، تب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غلطی کی اصلاح کر دیتے، صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے اس اعراب کو قائم رکھا، جو کہ لغوی اعتبار سے بھی درست ہے، البتہ اس میں دیگر لغات بھی موجود ہیں اور ثابت ہیں۔ یہ سب کچھ دلیل ہے کہ ان اعراب کو لکھنے میں کسی کاتب نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔

ان آیات کا اعراب اگر چہ مشہور اعراب کے خلاف ہے، مگر یہ اعراب کسی بھی اعتبار سے غلط نہیں، تفصیل کے لیے تفسیر طبری (۹/ ۳۹۷) ملاحظہ فرمائیں۔

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف اعراب پر بات کی ہے، قرآن میں کمی یا زیادت کی بات نہیں کی۔ لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول تحریف قرآن کے قائلین کو چنداں مفید نہیں۔

✿ امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَأَوَّلَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا قَوْلَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ : «أَخْطَأُوا فِي

الْكِتَابِ» أَيْ أَخْطَأُوا فِي اخْتِيَارِ الْأَوْلٰى مِنَ الْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ بِجَمْعِ النَّاسِ عَلَيْهِ ...... فَهٰذَا بَيِّنٌ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ .

''ہمارے بعض علما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: ''کاتبوں نے لکھنے میں غلطی کی۔'' کا یہ معنی کیا ہے کہ انہیں سات متفقہ لغتوں میں اولیٰ لغت اختیار کرنے میں خطا ہوئی۔...... یہ بات بالکل واضح ہے، وباللہ التوفیق!۔''

(المُقنع، ص 122)

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اجتہاد تھا کہ ان آیات کی لغت بھی درست ہے، مگر ان میں اولیٰ لغت دوسری ہے، جب مصحف کو ایک لغت پر جمع کیا جا رہا تھا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق کاتبین قرآن کو ان مقامات پر دوسری لغات کو اختیار کرنا چاہیے تھا۔ گویا سیدہ نے غلطی کی نسبت لکھنے کی طرف نہیں کی، بلکہ جائز لغتوں میں سے ایک لغت کو اختیار کرنے کی طرف کی ہے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا اجتہاد تھا، جو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابل ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نَزَلَتْ : ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾(البقرة : ١٨٤) مُتَتَابِعَاتٍ فَسَقَطَتْ «مُتَتَابِعَاتٌ» .

''آیت مبارکہ: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾(البقرة : ١٨٤) میں «مُتَتَابِعَاتٍ» کے الفاظ بھی تھے، بعد میں یہ لفظ منسوخ ہو گئے۔''

(سنن الدارقطني : 2315)

سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

نیز یہاں سَقَطَتْ کا معنی نُسِخَتْ ہے۔ یہاں اسے تحریف قرآن پر دلیل نہیں بنایا

جا سکتا، اس سے مراد منسوخ ہونا ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔
(السّنن الکبریٰ : 8234، مَعرفة السّنن والآثار : 8844)

❁ مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا ابو یونس مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا، وَقَالَتْ : إِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي : ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة : ٢٣٨) فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ : ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾(البقرة : ٢٣٨) وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾(البقرة : ٢٣٨)، قَالَتْ عَائِشَةُ : سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ ان کے لیے مصحف لکھ دوں، ساتھ فرمایا: جب آیت کریمہ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة : ٢٣٨) پر پہنچ جائیں، تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ جب میں لکھتے لکھتے اس آیت پر پہنچا، تو میں نے سیدہ کو آگاہ کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھے اس آیت میں ”وصلاۃ العصر“ کے الفاظ لکھوائے، نیز فرمایا: میں نے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں۔“

(صحیح مسلم : 629)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بجا فرمایا کہ انہوں نے یہ الفاظ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کی قراءت کرتے تھے، کیونکہ پہلے آیت کریمہ میں ”وصلاۃ العصر“ کے الفاظ نازل ہوئے تھے، بعد میں ”وصلاۃ العصر“ کے الفاظ منسوخ ہو گئے۔ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس نسخ کا علم نہ ہو سکا، دیگر صحابہ کو نسخ کا علم ہوا، لہٰذا انہوں نے ان منسوخ الفاظ کو قرآن کریم میں درج نہ کیا۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾(البقرة : ٢٣٨) وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَقَرَأْنَاهَا مَا شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نَسَخَهَا اللّٰهُ، فَنَزَلَتْ : ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة : ٢٣٨)، فَقَالَ رَجُلٌ : كَانَ جَالِسًا عِنْدَ شَقِيقٍ لَهٗ : هِيَ إِذَنْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَقَالَ الْبَرَاءِ : قَدْ أَخْبَرْتُكَ كَيْفَ نَزَلَتْ، وَكَيْفَ نَسَخَهَا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”آیت کریمہ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾(البقرة : ٢٣٨) میں ”وصلاة العصر“ کے الفاظ بھی نازل ہوئے، جسے ہم ایک عرصہ تک پڑھتے رہے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ منسوخ کر دیے اور ان الفاظ میں آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة : ٢٣٨)، (راوی حدیث) شقیق بن عقبہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے ایک شخص نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: پھر تو صلاۃ الوسطیٰ سے مراد صلاۃ العصر ہوئی؟ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ آیت کیسے نازل ہوئی اور کیسے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا؟ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔“

(صحیح مسلم: 630)

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے پوچھا:

كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللّٰهِ : ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾؟ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ : ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ قَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيهِ إِلٰى فِيَّ .

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورت اللیل کی قراءت کیسے کرتے ہیں؟ میں نے یوں قراءت کر کے بتایا: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے براہ راست اسی قراءت کے مطابق پڑھایا ہے۔“

(صحيح البخاري : 3742، صحيح مسلم : 824)

سورت اللیل کی آیت پہلے پہل اسی طرح نازل ہوئی تھی، جیسے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے رہے تھے، اسی لیے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سیکھا ہے۔

پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت منسوخ ہو کر یوں نازل ہوا: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ جیسا کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے اور جامعین قرآن نے مصحف میں جمع کیا ہے، اسی قراءت پر صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کا اجماع ہوا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہما کو اس نسخ کا علم نہ ہو سکا اور وہ اسی پہلے والے قرأت پر قائم رہے۔

قراءت کے اس اختلاف سے عقیدہ تحریف قرآن کشید کرنا کسی طور درست نہیں۔

❁ زر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ : كَأَيِّنْ تَعُدُّ ـأَوْ كَأَيِّنْ تَقْرَأُـ سُورَةَ الْأَحْزَابِ؟ قُلْتُ : ثَلَاثٌ وَّسَبْعُونَ، آيَةً، قَالَ : أَقَطْ؟! لَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا لَتَعْدِلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، وَإِنَّ فِيهَا : «اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» .

''سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: آپ کے مطابق سورت احزاب کی کتنی آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا: تہتر (۷۳)۔ فرمایا: بس؟! میں نے سورت احزاب مکمل دیکھی ہے، یہ سورت بقرہ کے برابر تھی اور اس میں یہ آیت بھی ہوا کرتی تھی: ''شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں، تو انہیں قطعی طور پر رجم کر دو، یہ اللہ کی طرف سے ان کی سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1755، تكملة، زوائد عبد اللّٰه بن أحمد : 132/5، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۲۸) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۵۹/۴) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ شروع میں سورت احزاب کا حجم سورت بقرہ کے برابر تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی اس کی کئی آیات منسوخ ہو گئیں، منسوخ ہونے کے بعد اب تہتر آیات باقی رہ گئیں ہیں۔ لہٰذا اس قول کا تعلق نسخ سے

ہے۔نسخ کا انکار یہود اور ان کے ہمنوا کرتے ہیں۔

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس فرمان یہ قطعاً کشید نہیں کیا جا سکتا کہ سورت احزاب کی آیات میں تحریف کردی گئی اور انہیں قرآن سے نکال دیا گیا۔اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے،تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

سوال: روافض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا، لہٰذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں،اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم کو سب سے پہلے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کیا گیا، جس میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت شامل تھی۔اس کام کی ذمہ داری سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو دو گتوں میں جمع کیا، اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کرلیا۔ یہ کہنا کہ سب سے پہلے قرآن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا، بے دلیل بات ہے، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود معترف ہیں کہ قرآن کے پہلے جامع سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ، هُوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ.

''اللہ تعالیٰ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو دو گتوں کے درمیان جمع کروایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 35752، فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: 280، المَصاحف لابن أبي داود، ص 48، أمالي ابن بشران: 158، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 12/9)

تنبیہ:

❀ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ تَخَلَّفَ عَلِيٌّ فِي بَيْتِهٖ فَلَقِيَهٗ عُمَرُ فَقَالَ : تَخَلَّفْتَ عَنْ بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ؟ فَقَالَ : إِنِّي آلَيْتُ بِيَمِينٍ حِينَ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلَّا أَرْتَدِيَ بِرِدَاءٍ إِلَّا إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ حَتّٰى أَجْمَعَ الْقُرْآنَ فَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَتَفَلَّتَ الْقُرْآنُ ثُمَّ خَرَجَ فَبَايَعَهٗ .

”جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہی بیٹھے رہے، بیعت میں شریک نہ رہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، تو انہوں نے پوچھا: آپ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں شریک کیوں نہ ہوئے؟ کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ہی قسم اٹھائی تھی کہ فرض نماز کے علاوہ کسی کام کے لیے میں رداء نہیں پہنوں گا (یعنی گھر سے باہر نہیں نکلوں گا)، تا آنکہ میں قرآن کو جمع کرلوں، کیونکہ مجھے قرآن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ (گھر سے) نکلے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 9765)

سند ضعیف ہے۔

① عکرمہ رحمہ اللہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور نہیں پایا۔

❁ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِكْرِمَةُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ مُرْسَلٌ .

''عکرمہ کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔''

(المَراسيل لابن أبي حاتم : 584)

② عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 30230، فضائل الخلفاء لأبي نعيم الأصبهاني : 193)

سند ضعیف ہے۔محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

اصول الکافی للکلینی (۱/۳۳۷) میں بایں الفاظ عنوان قائم کیا گیا ہے:

بَابُ أَنَّهُ لَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ كُلَّهُ إِلَّا الْأَئِمَّةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ .

''مکمل قرآن کریم کو صرف اور صرف ائمہ علیہم السلام نے جمع کیا ہے۔''

اس باب میں مصنف نے چھ روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے پہلی پانچ روایات کو شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (مرآۃ العقول : ۲/۳۲۱) نے ضعیف قرار دیا ہے۔چھٹی روایت کو ''حسن کالصحیح'' کہا ہے، مگر اس روایت میں جمع قرآن کا ذکر یا ثبوت نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا کسی شرعی مقصد کے لیے کفار سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جائز شروط کے ساتھ کفار سے مصالحت کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی جن کفار سے مناسب سمجھا، ان سے صلح کر لی اور جن سے مناسب سمجھا، ان سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ مسلمانوں کے حکمران پر واجب ہے کہ کفار کے ساتھ وہ معاملہ کرے، جو اسلام اور اہل اسلام کے حق میں بہتر ہو۔ ہر جگہ اور ہر وقت جنگ کرنا بھی درست نہیں، اسی طرح ہر زمان و مکان میں جنگ بندی بھی مناسب نہیں۔ مسلم حکام کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں اہل علم اور اہل بصیرت سے مشاورت کریں۔

❀ علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَالَحَ أَهْلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى أَنْ يَضَعَ الْحَرْبُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ.

”اس میں اُمت کا اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن اہل مکہ سے مصالحت کی تھی کہ ان کے مابین (مقررہ مدت تک) جنگ بند رہے گی۔“

(شرح مختصر الطّحاوي: 93/7)

سوال: سورت مزمل کی آخری آیت کس بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: سورت مزمل کی آخری آیت کریمہ رات کی نماز کے متعلق نازل ہوئی، اس

میں قیام اللیل کی مقدار کو ذکر کیا گیا ہے۔

❀ علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْأُمَّةُ أَنَّ ذٰلِكَ فِي شَأْنِ الصَّلَاةِ فِي اللَّيْلِ .

''اس میں اُمت کے مابین اختلاف نہیں کہ یہ آیت کریمہ رات کی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

(أحكام القرآن: 20/1)

سوال: کیا کسی انسان کی نیکی وتقویٰ کو دیکھ کر اسے قطعی جنتی کہہ سکتے ہیں؟

جواب: کسی زندہ یا فوت شدہ کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے، خواہ کو کتنا ہی نیک و پارسا کیوں نہ ہو، ہمیں ظاہر کے مطابق حسن ظن ضرور رکھنا چاہیے، مگر ہمیں کسی کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ یہ اللہ کا اختیار ہے، وہ بہتر جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہے؟

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَا لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ اثْنَانِ فِي أَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِإِنْسَانٍ بِعَيْنِهِ فِي الْجَنَّةِ قَطْعًا .

''اس میں دو (مسلمانوں) کا بھی اختلاف نہیں کہ کسی انسان کو خاص کر کے جنتی نہیں کہا جا سکتا۔''

(رسائل ابن حزم: 224/3)

یاد رہے کہ جس شخص کا جنتی ہونا قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے، اسے قطعی جنتی کہا جائے گا۔ لیکن جس کے قطعی جنتی ہونے پر کتاب وسنت میں نص موجود نہ ہو، اسے بالجزم جنتی نہیں کہا جا سکتا۔

کسی شخص کو بالیقین جہنمی کہنے کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

فائدہ:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دُعِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ طُوبٰى لِهٰذَا، عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ، قَالَ: أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ، يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ، وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری بچے کے جنازہ کے لیے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس بچے کے لیے خوشخبری ہے! یہ تو جنت کی چڑیا ہے، اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ گناہ کی عمر کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔ عائشہ! اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا کیا۔ ان کے مقدر میں جنت لکھ دی، جبکہ وہ ابھی اپنے آبا کی پشتوں میں تھے۔ اسی طرح جہنم کے لیے کچھ لوگ پیدا کیے، ان کے مقدر میں بھی جہنم لکھ دی، جبکہ وہ ابھی اپنے آبا کی پیٹھوں میں تھے۔''

(صحیح مسلم: 2662)

❀ اس حدیث کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى أَنَّ مَنْ مَاتَ مِنْ

أَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ...... وَأَجَابَ الْعُلَمَاءُ بِأَنَّهٗ لَعَلَّهٗ نَهَاهَا عَنِ الْمُسَارَعَةِ إِلَى الْقَطْعِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُونَ عِنْدَهَا دَلِيلٌ قَاطِعٌ ...... وَيُحْتَمَلُ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ أَطْفَالَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْجَنَّةِ فَلَمَّا عَلِمَ قَالَ ذٰلِكَ .

’’مسلمانوں کے معتبر علما کا اجماع ہے کہ مسلمان کا نابالغ بچہ فوت ہو جائے، تو وہ جنت میں ہوگا۔...... اہل علم نے (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا) جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلد بازی کرتے ہوئے قطعیت کے ساتھ حکم لگانے سے منع کیا ہو، حالانکہ سیدہ کے پاس کوئی قطعی دلیل نہ تھی۔...... یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت کہی ہو، جب ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (وحی کے ذریعہ) یہ علم نہ ہوا ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بذریعہ وحی) اس بات کا علم ہوا، تو بیان فرمادیا۔‘‘

(شرح مسلم : 207/16)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے کب نکاح کیا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سفر عمرہ کے موقع پر ہوا۔ اس پر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا تَزَوَّجَهَا فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، هٰذَا مَا لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ اثْنَانِ .

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۃ القضاء کے دوران نکاح کیا، اس

میں دو لوگوں کا بھی اختلاف نہیں۔‘‘

(التّوضیح : 423/12)

سوال: کیا علم تعبیر کی حقیقت ہے؟

جواب: ہر با مقصد خواب کی تعبیر ہوتی ہے، تعبیر کا علم حقیقت ہے اور اسے جاننے والے بھی موجود ہیں۔ یہ حقیقی علم ہے، ہر مذہب میں تعبیر خواب کا علم مسلم ہے۔

اسلام نے بھی خوابوں کی تعبیر کا اثبات کیا ہے۔ اس پر کتاب وسنت کے متعدد دلائل موجود ہیں۔ علم تعبیر کا انکار ممکن نہیں۔

✿ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ جَمِيعَ أَرْبَابِ الْمِلَلِ وَالْأَدْيَانِ مُطْبِقُونَ عَلٰی صِحَّةِ عِلْمِ التَّعْبِيرِ .

(تفسير الرازي : 679/30)

البتہ یہ یاد رہے کہ علم تعبیر کا معاملہ حساس ہے، ہر کس وناکس کو اس میں طبع آزمائی کی اجازت نہیں۔ تعبیر ہمیشہ علمائے حق سے معلوم کرانی چاہیے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيقِ الْخُمُسِ سَرَقَ مِنَ الْخُمُسِ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقْطَعْهُ وَقَالَ : مَالُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، سَرَقَ بَعْضُهُ بَعْضًا .

’’خمس کے غلاموں میں سے ایک غلام نے خمس میں سے مال چوری کرلیا، تو یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا،

بلکہ فرمایا: یہ سب اللہ تعالیٰ کا مال ہے، اس مال (غلام) نے دوسرے مال کی چوری کر لی ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 2590)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① حجاج بن تمیم جزری ضعیف ہے۔

② جبارہ بن مغلس کوفی ضعیف ومتروک ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ فِيهِ ضَعْفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ :18201)

تنبیہ:

یہ حدیث میمون بن مہران سے مرسل بھی آئی ہے۔

سوال: کیا شیعہ اپنے ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں؟

جواب: شیعہ اپنے ائمہ کے متعلق عصمت کا عقیدہ ہے، کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح معصوم ہیں، ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوسکتی، نہ انہیں سہو ہوسکتا ہے۔

یاد رہے کہ عقیدہ عصمت سے انکار نبوت لازم آتا ہے۔ یہ غلو پر مبنی عقیدہ ہے۔ یہود سے مستعار ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کسی کے لیے عقیدہ عصمت رکھنا صریح کفر ہے۔

❀ شیعہ عالم شیخ مفید (۴۱۳ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ الْأَئِمَّةِ الْقَائِمِينَ مَقامَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ فِي تَنْفِيذِ الْأَحْكَامِ وَإِقَامَةِ الْحُدُودِ وَحِفْظِ الشَّرَائِعِ وَتَأْدِيبِ الْأَنَامِ، مَعْصُومُونَ كَعِصْمَةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّهُمْ لَا يَجُوزُ مِنْهُمْ صَغِيرَةٌ إِلَّا مَا قَدَّمْتُ ذِكْرَ جَوَازِهِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ مِنْهُمْ سَهْوٌ فِي شَيْءٍ فِي الدِّينِ وَلَا يَنْسَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَحْكَامِ، وَعَلٰى هٰذَا مَذْهَبُ سَائِرِ الْإِمَامِيَّةِ إِلَّا مَنْ شَذَّ مِنْهُمْ وَتَعَلَّقَ بِظَاهِرِ رِوَايَاتٍ لَّهَا تَأْوِيلَاتٌ عَلٰى خِلَافِ ظَنِّهِ الْفَاسِدِ مِنْ هٰذَا الْبَابِ.

’’وہ ائمہ جو احکام کو نافذ کرنے، حدود قائم کرنے، احکام شرعیہ کی حفاظت کرنے اور لوگوں کی تادیب واصلاح کرنے میں انبیائے کرام علیہم السلام کے قائم مقام ہیں، وہ سب ائمہ کرام انبیاء کی طرح معصوم ہیں، ان سے صغیرہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوسکتا، البتہ جن صغائر کا جواز انبیا کے حق میں ہوسکتا ہے جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں (وہ صغائر ائمہ معصومین سے بھی سرزد ہو سکتے ہیں)۔ ائمہ سے دین کے کسی معاملہ میں سہو نہیں ہوسکتا، نہ یہ احکام شرعیہ میں سے کوئی شے بھول سکتے ہیں۔ سارے کے سارے امامیہ شیعہ کا یہی مذہب ہے، سوائے اس شخص کے، جس نے شاذ رائے اختیار کی اور اس نے اس باب میں ایسی روایات سے استدلال کیا ہے، جن کی اس کے فاسد گمان کے برخلاف تاویلات ہیں۔‘‘

(أوائل المَقالات، ص 76-77)

نیز لکھا ہے:

إِنَّ إِجْمَاعَ الْأُمَّةِ حُجَّةٌ لِتَضَمُّنِهٖ قَوْلَ الْحُجَّةِ، وَكَذٰلِكَ إِجْمَاعُ الشِّيعَةِ حُجَّةٌ لِمِثْلِ ذٰلِكَ دُونَ الْإِجْمَاعِ، وَالْأَصْلُ فِي هٰذَا الْبَابِ ثُبُوتُ الْحَقِّ مِنْ جِهَتِهٖ بِقَوْلِ الْإِمَامِ الْقَائِمِ مَقَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَوْ قَالَ وَحْدَهٗ قَوْلًا لَمْ يُوَافِقْهُ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ الْأَنَامِ لَكَانَ كَافِيًا فِي الْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ، وَإِنَّمَا جَعَلْنَا الْإِجْمَاعَ حُجَّةً بِهٖ.

''اُمت کا اجماع حجت ہے، کیونکہ اس میں حجت (امام معصوم) کا قول بھی شامل ہوتا ہے، اسی طرح امت کے اجماع سے ہٹ کر شیعہ کا اجماع بھی حجت ہے، اس باب میں اصل چیز حق کا ثابت ہونا ہے اور وہ امام معصوم کے قول سے ہوتا ہے، جو نبی کریم ﷺ کے قائم مقام ہے۔ اگر امام معصوم اکیلے کوئی بات کرے، جس پر کوئی دوسرا شخص اس امام کی موافقت نہ کرے، تب بھی یہ حجت اور برہان ہونے کے لیے کافی ہے۔ ہم نے اجماع کو حجت امام معصوم کے قول کی وجہ سے بنایا ہے۔''

(أوائل المَقالات، ص 153)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَصَّلَتْ لَهَا ثَلَاثَةَ أُصُولٍ؛ أَحَدُهَا : أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ إِمَامٌ مَعْصُومٌ بِمَنْزِلَةِ النَّبِيِّ، لَا يَقُولُ إِلَّا حَقًّا وَلَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ

أَنْ يُخَالِفَهُ، وَلَا يُرَدُّ مَا يُنَازِعُهُ فِيهِ غَيْرُهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ، فَيَقُولُونَ عَنْهُ مَا كَانَ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ يَتَبَرَّءُونَ مِنْهُ.

وَالثَّانِي: أَنَّ كُلَّ مَا يَقُولُهُ وَاحِدٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ فَإِنَّهُ قَدْ عُلِمَ مِنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَنَا أَنْقُلُ كُلَّ مَا أَقُولُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَأَصَّلُوا أَصْلًا ثَالِثًا: وَهُوَ أَنَّ إِجْمَاعَ الرَّافِضَةِ هُوَ إِجْمَاعُ الْعِتْرَةِ، وَإِجْمَاعُ الْعِتْرَةِ مَعْصُومٌ.

”روافض کے نزدیک شرعی دلائل تین ہیں؛ **پہلی دلیل**: ان کے ائمہ میں سے ہر امام معصوم ہے اور نبی کے قائم مقام ہے، وہ امام جو کہتا ہے، حق کہتا ہے، کسی کو امام معصوم کی مخالفت کا حق حاصل نہیں، نہ کوئی اس کی کسی ایسی بات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا سکتا ہے، جس میں اس کی مخالفت کی گئی ہو۔ یوں روافض نبی کریم ﷺ سے وہ وہ باتیں نقل کر دیتے ہیں، جن سے آپ ﷺ اور آپ کے اہل بیت بری ہیں۔

دوسری دلیل: ائمہ معصومین میں سے جس نے بھی جو بات کہی ہے، اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں جو بھی بات کرتا ہوں، وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتا ہوں۔

تیسری دلیل: روافض کا اجماع ہے، اس سے مراد اہل بیت کا اجماع ہے، اہل بیت کا اجماع معصوم ہے۔“

(منہاج السّنۃ: 5/164-165)

معلوم ہوا کہ شیعہ اپنے ائمہ کو معصوم مانتے ہیں اور ان کے قول کو شرعی حجت سمجھتے ہیں، خواہ ساری اُمت ان کے قول کے خلاف کیوں نہ ہو۔ شیعہ اجماع کو بھی اسی لیے حجت سمجھتے

ہیں کہ اس میں ان کے امام معصوم کا قول شامل ہوتا ہے، ورنہ ان کے نزدیک اجماع حجت شرعی نہیں ہے۔

سوال: شیعہ خلافت راشدہ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟

جواب: مسلمان بالاجماع خلافت راشدہ کو برحق مانتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی خلافت کو برحق اور خلافت راشدہ مانتے ہیں۔ ان کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی۔

اس کے برعکس شیعہ کے نزدیک خلافت راشدہ برحق نہیں، بلکہ غصب اور حق تلفی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم خلافت کے حق دار اور اہل نہیں تھے۔ صحابہ نے دھوکے سے انہیں خلافت سونپ دی، جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں۔ اصحاب ثلاثہ نے علی رضی اللہ عنہ کا حق خلافت چھین کر اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، لہٰذا ظالم آدمی کو خلافت نہیں مل سکتی۔ نیز اصحاب ثلاثہ نے اس اقدام سے اہل بیت پر ظلم ڈھایا ہے، اس بنا پر وہ کافر و مرتد ٹھہرے اور لعنت کے مستحق ہوئے (العیاذ باللہ!)

❁ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا إِلَّا غَاصِبِينَ جَائِرِينَ مُرْتَدِّينَ عَنِ الدِّينِ، لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى مَنِ اتَّبَعَهُمْ فِي ظُلْمِ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ.

”خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم) غاصب، ظالم اور دین سے مرتد تھے، اللہ ان پر اور ان کے پہلے اور بعد کے پیروکاروں پر لعنت کرے، جنھوں نے اہل بیت علیہم السلام کی حق تلفی

میں ان کا اتباع کیا۔"

(مرآۃ العقول: 380/4)

❀ شیعہ عالم ابن مطہر حلی (۷۲۶ھ) نے لکھا ہے:

هٰذَا دَلِيلٌ آخَرُ عَلٰى إِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَنَّ غَيْرَهٗ مِمَّنِ ادُّعِيَ لَهُمُ الْإِمَامَةُ كَالْعَبَّاسِ وَأَبِي بَكْرٍ كَانَا كَافِرِينَ قَبْلَ ظُهُورِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، فَلَا يَصْلُحَانِ لِلْإِمَامَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾، وَالْمُرَادُ بِالْعَهْدِ هُنَا عَهْدُ الْإِمَامَةِ لِأَنَّهٗ جَوَابُ دُعَاءِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

"یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر ایک دوسری دلیل ہے، وہ اس طرح کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ جتنوں کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جاتا ہے، جیسے عباس اور ابو بکر رضی اللہ عنہما، تو وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے کافر تھے، لہٰذا وہ امامت کے اہل نہیں ہو سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ "ظالموں کے ساتھ میرا کوئی وعدہ نہیں۔" یہاں عہد سے مراد عہدِ امامت ہے، کیونکہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے۔"

(کشف المراد، ص 398)

جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت خلافت راشدہ کو برحق سمجھتے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے منبروں پر برسر عام کہا کہ اُمت میں سب سے افضل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسلمانوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گرامی ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس مطابق اپنا اعتقاد بنا لیا۔

ثابت ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا خلافت راشدہ کے بارے میں وہی عقیدہ ہے، جو اہل بیت نے بیان کیا ہے۔

❁ امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمُوا رَحِمَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ أَنَّ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَيَانُهَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَفِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَيَانٌ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانٌ مِنْ قَوْلِ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَنْبَغِي لِمُسْلِمٍ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَشُكَّ فِي هٰذَا فَأَمَّا دَلِيلُ الْقُرْآنِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ : ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَّعْبُدُوْنَنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِي شَيْئًا﴾ (النّور : ٥٥)

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ : فَقَدْ وَاللّٰهِ أَنْجَزَ اللّٰهُ الْكَرِيمُ لَهُمْ مَا وَعَدَهُمْ بِهٖ جَعَلَهُمُ الْخُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَّنَهُمْ فِي الْبِلَادِ وَفَتَحُوا الْفُتُوحَ وَغَنِمُوا الْأَمْوَالَ وَسَبَوْا ذَرَارِيَّ الْكُفَّارِ وَأَسْلَمَ فِي

خِلَافَتِهِمْ خَلْقٌ كَثِيرٌ وَقَاتَلُوا مَنِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ حَتّٰى أَجْلَوْهُمْ وَرَجَعَ بَعْضُهُمْ كَذٰلِكَ فَعَلَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ سَيْفُهٗ فِيهِمْ سَيْفَ حَقٍّ إِلٰى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ وَكَذٰلِكَ الْخَلِيفَةُ الرَّابِعُ وَهُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ سَيْفُهٗ فِي الْخَوَارِجِ سَيْفَ حَقٍّ إِلٰى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ فَأَعَزَّ اللّٰهُ الْكَرِيمُ دِينَهٗ بِخِلَافَتِهِمْ وَأَذَلُّوا الْأَعْدَاءَ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ، وَسَنُّوا لِلْمُسْلِمِينَ السُّنَنَ الشَّرِيفَةَ وَكَانُوا بَرَكَةً عَلٰى جَمِيعِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.

''اللہ ہم اور آپ پر رحم کرے! سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کا بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول، اقوالِ صحابہ اور اقوالِ تابعین میں موجود ہے، کوئی مسلمان، جسے اللہ نے عقل عطا کی ہے، اس میں شک نہیں کرسکتا۔ قرآنی دلیل یہ فرمانِ باری ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَّعْبُدُوْنَنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِي شَيْئًا﴾(النّور : ٥٥)

''اللہ نے ایمان والوں اور نیک لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں

خلافت عطا کرے گا، جیسا کہ پہلوں کو خلافت عطا کی تھی اور وہ اس دین کو طاقت دے گا، جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ خوف کے بعد امن لائے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔“ اللہ کی قسم! اللہ نے ان سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا اور انہیں رسولِ کریم ﷺ کے بعد خلافت وحکومت دی، انہوں نے فتوحات کیں، اموال غنیمت حاصل کیا، کافروں کے بچوں اور بیویوں کو قید کیا، ان کی خلافت میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے، مرتدین سے لڑائی کی اور انہیں جلاوطن کر دیا، ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا۔ اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا، ان کی مرتدین کے خلاف تلوار تا قیامت برحق ہے، اسی طرح خلیفہ رابع سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، ان کی خوارج سے لڑائی تا قیامت برحق ہے۔ اللہ نے خلافت کی وجہ سے اپنے دین کو عزت دی، دشمن کو ذلیل کیا اور مشرکین کے نہ چاہنے کے باوجود اللہ کا امر غالب ہوا۔ خلفائے راشدین نے مسلمانوں کے لیے معزز طریقے چھوڑے، وہ اہل سنت والجماعت پر مشتمل تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر برکت تھے۔“

(الشّریعۃ : 564-565)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً جَاءَ تْ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ أَتَعْرِفِينَ هٰذِهِ؟ قَالَتْ : لَا، يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَقَالَ : هٰذِهِ

قَيْنَةُ بَنِي فُلَانٍ تُحِبِّينَ أَنْ تُغَنِّيَكِ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَ : فَأَعْطَاهَا طَبَقًا فَغَنَّتْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَدْ نَفَخَ الشَّيْطَانُ فِي مَنْخِرَيْهَا .

''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عائشہ! جانتی ہیں کہ یہ کون ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: نہیں، اللہ کے نبی! فرمایا: یہ فلاں قبیلہ کی لونڈی ہے، یہ آپ کو گیت سنانا چاہتی ہے؟ سیدہ نے عرض کیا: جی، ضرور۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک تھال پکڑائی، تو وہ لونڈی گانے لگی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شیطان اس کے نتھنوں میں پھونک مارتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 449/3، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 8911)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے خود گانا گانے کی اجازت دی، پھر فرمایا کہ شیطان اس لونڈی کے نتھنوں میں پھونک رہا ہے؟

یاد رہے کہ یہ گانا جائز کلمات پر مشتمل تھا، ورنہ نبی کریم ﷺ کبھی بھی اجازت نہ دیتے، باقی نبی کریم ﷺ نے جو مذمت فرمائی، وہ کراہت کے لیے ہے، کیونکہ یہ شغل یقیناً انسان کے دل کو ذکر سے غافل کرتا ہے، اگر معمولی گیت وغیرہ گا لیے جائے یا سن لیے جائیں، تو جائز ہے، لیکن اگر جائز کلمات پر مشتمل گیت بھی کافی دیر تک گائے جائیں یا سنے جائیں، تو اس سے بھی دل پراگندہ ہوتا ہے، کیونکہ اس دوران انسان ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْبِدَعَ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ تَصِيرُ إِلَى النَّارِ .

”بدعات سے بچیں، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔“

(تاریخ ابن عساکر : 174/34)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:

یہ الفاظ خطبہ میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ .

”رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔“

(سنن التّرمذي : 1899)

جواب: اس روایت کو مرفوع ہونا خطا ہے، اس کا موقوف ہونا راجح اور صحیح ہے، بالفاظ دیگر یہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو اپنا قول ہے۔

سوال: شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرد کے لیے شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔ یہ فعل بذات خود تکبر

ہے، تکبر کرنا حرام ہے۔

❀ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

...... تَحْرِيمًا عِنْدَنَا، وَأَمَّا بِالتَّكَبُّرِ فَحَرَامٌ بِالْاِتِّفَاقِ .

''(مرد کے لیے شلوار ٹخنے سے نیچے لٹکانا) ہمارے نزدیک حرام ہے، تکبر کی نیت سے ایسا کرنا تو بالاتفاق حرام ہے۔''

(الأمالي على سنن أبي داود: 578/1)

سوال: ریشم کا لباس پہن کر نماز پڑھ لی، کیا حکم ہے؟

جواب: ریشم پہننا مرد کے لیے حرام ہے، البتہ اگر ریشم پہن کر نماز پڑھ لی، تو نماز درست ہے، کیونکہ یہ لباس پاک ہے اور ساتر ہے۔ لیکن ریشم پہننے پر گناہ گار ہوگا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ .

''جب تین افراد سفر پر نکلیں، تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔''

(سنن أبي داود: 2608)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابن عجلان کا عنعنہ ہے۔ دراصل اس روایت کا موصول ہونا ہی خطا ہے، یہ ابوسلمہ کی مرسل ہے، جیسا کہ ائمہ علل امام ابوحاتم رازی، امام ابوزرعہ رازی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ وغیرہم نے فرمایا ہے۔

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم: 225، علل الدارقطني: 1795)

تنبیہ:

بعض الناس اس ضعیف و مرسل روایت کو تقلید شخصی پر دلیل بناتے ہیں کہ جب دنیاوی اُمور میں امیر مقرر کرنے کا حکم ہے، تو دینی اُمور میں تو بالا ولیٰ امیر ہونا چاہیے۔

یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ ایک ضعیف حدیث سے تقلید شخصی پر استدلال لینا درست نہیں، کیونکہ ائمہ محدثین دین میں تقلید کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دنیاوی اُمور میں امیر مقرر کرنا قطعاً تقلید نہیں، کیونکہ امیر کی اطاعت معروف میں ہے، جس کام کا منکر اور ناجائز ہونا معلوم ہو، اس میں امیر کی اطاعت جائز نہیں۔ اس پر دلائل موجود ہیں۔

اسی طرح دینی معاملات سے کسی سے راہنمائی لی جاسکتی ہے، لیکن جب راہنما کی خطا واضح ہو جائے، تو اسے ترک کرنا ضروری ہے، اگر کوئی خطا واضح ہونے کے بعد بھی کسی راہنما کی بات پر قائم رہے، تو یہ بھی واضح خطا ہے۔ نیز بغیر قرائن دینی اُمور کو دنیوی اُمور پر قیاس کرنا بھی درست نہیں۔

سوال: حائضہ عورت نے اسلام قبول کیا، کیا اس پر غسل واجب ہے؟

جواب: قبول اسلام پر غسل مستحب ہے، البتہ اگر حالت کفر میں جنابت لاحق تھی، تو قبول اسلام کے بعد غسل واجب ہے۔ نومسلم عورت جو حیض سے پاک ہوئی ہے، تو اس پر غسل واجب ہے۔ البتہ اگر حالت کفر میں ہی حیض ختم ہو چکا تھا، تو قبول اسلام کے بعد غسل واجب نہیں، مستحب ہے۔

جنبی نومسلم کا بھی یہی حکم ہے۔

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے اس شرط پر گاڑی فروخت کردو کہ میں اسے ایک سال استعمال کروں گا، اس کے بعد اگر مجھے پسند آئی، تو رکھ لوں گا، ورنہ واپس کردوں گا اور اپنی قیمت واپس لے لوں گا۔ کیا ایک سال کے خیار دیا جاسکتا ہے؟

(جواب): کسی شے کی خریداری کے وقت یہ شرط لگانا جائز ہے کہ یہ چیز میں استعمال کر کے دیکھ لوں، اگر اس میں کوئی عیب یا نقص معلوم ہوا، تو میں واپس کر دوں گا اور اپنی رقم واپس لے لوں گا۔ یہ مدت اشیاء کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔

البتہ مذکورہ مسئلہ میں ایک سال کی مدت بہت زیادہ ہے، اتنی زیادہ مدت کی شرط لگانا درست نہیں۔

❁ علامہ ابیاری رحمہ اللہ (٦١٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتِّفَاقُ الْعُلَمَاءِ قَاطِبَةً عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَسُوغُ أَنْ يَشْتَرِطَ فِي الْبَيْعِ الْخِيَارَ الطَّوِيلَ، الَّذِي لَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْمَبِيعُ.

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ خریدار کے لائق نہیں کہ وہ خریداری میں لمبی مدت تک خیار کی شرط لگائے، کہ جس کی خریدی ہوئی شے میں ضرورت نہ ہو۔''

(التّحقيق والبَيان : 543/3)

(سوال): کیا قبول حدیث کے لیے ہر طبقہ میں دو دو راوی ہوں ضروری ہے؟

(جواب): حدیث کے مقبول ہونے کے لیے سند کے راویوں کی عدالت شرط ہے، خواہ ہر طبقہ میں ایک ایک راوی بھی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی ثقہ ثبت راوی کوئی حدیث بیان کرنے میں منفرد ہو اور سند و متن میں کوئی علت قادحہ بھی نہ ہو، تو اس اکیلے راوی کی بیان کردہ روایت حجت ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا رَوَى الْعَدْلُ الضَّابِطُ الْمُتْقِنُ حَدِيثًا انْفَرَدَ بِهٖ فَمَقْبُولٌ بِلَا خِلَافٍ.

”اگر کوئی عادل ضابط اور متقن راوی کسی حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہو، تو اس کی روایت قبول ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(شرح مسلم :32/1)

سوال: کیا بیوہ پر سوگ ہے؟

جواب: بیوہ کے لیے اپنے شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے۔ یہ سوگ چار ماہ دس دن ہے۔ اس دوران وہ زیب وزینت نہیں کرے، زرق برق لباس زیب تن نہیں کرے گا، زیورات سے گریز کرے گی۔

❀ علامہ ابن عطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اِتِّفَاقُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی وُجُوبِہٖ عَلٰی مَنْ تُوُفِّيَ عَنْھَا زَوْجُھَا .

”جس عورت کا شوہر وفات پا جائے، اس پر سوگ کرنا واجب ہے، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔“

(العُدّۃ : 1341/3)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ لِحَاجَتِهٖ إِلَى الْمُغَمَّسِ، قَالَ نَافِعٌ : نَحْوَ مِيلَيْنِ مِنْ مَكَّةَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے مغمس مقام تک جاتے تھے۔ (راوی حدیث) نافع بن عمر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ مکہ سے تقریبا دو میل کا فاصلہ ہے۔“

(مسند أبي يعلى : 5626، المعجم الكبير للطّبراني : 451/12)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
(الصّلاۃ والتّہجد، ص 35)

❀ حافظ ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔
(التّوسط المَحمود في شرح سنن أبي داود، ص 49)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اثبات رفع الیدین اور عدم رفع الیدین کا اختلاف محض افضلیت کا اختلاف ہے؟

جواب: نماز میں رفع الیدین کرنا متواتر احادیث سے ثابت ہے، بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں۔ اس بارے میں پیش کردہ تمام روایات اُصول محدثین کی روشنی میں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں، لہٰذا ان سے ثابت ہونا والا مسئلہ بھی بے ثبوت ہے۔ پھر ان روایات میں کئی روایات ایسی ہیں، جن کا ترک رفع الیدین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

❁ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْاِخْتِلَافُ فِي الْأَفْضَلِيَّةِ، وَمَذْهَبُ الْإِمَامِ مَذْهَبُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَكِلَا الْأَمْرَيْنِ ثَابِتَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوَاتُرِ، فَإِنْكَارُ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لَيْسَ بِشَيْءٍ.

”(رفع الیدین کے متعلق) یہ اختلاف افضلیت کے بارے میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا ہے۔ دونوں مسئلے (رفع الیدین اور عدم رفع الیدین) ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہیں، ان میں

سے کسی ایک کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔“

(الأمالي علی سنن أبي داود :1/605)

یہ کہنا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ترک رفع الیدین کا تھا، بے دلیل ہے، کیونکہ ترک رفع الیدین کے بارے میں ان سے مروی روایات ہی غیر ثابت ہیں۔ نیز عدم رفع کے متعلق احادیث کو متواتر قرار دینا بھی علمی دیانت نہیں۔

معلوم ہوا کہ رفع الیدین کا اختلاف افضل مفضول کا اختلاف نہیں، افضلیت کا اختلاف اس وقت ہوتا ہے، جب جانبین میں دلائل ثابت ہوں، جبکہ یہ معاملہ برعکس ہے، ترک رفع الیدین پر کوئی مرفوع یا موقوف روایت ثابت ہی نہیں، تو افضل مفضول کی بحث کیسے؟ البتہ رفع الیدین میں افضل مفضول کی بحث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع الیدین منسوخ نہیں، کیونکہ منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔

احناف بعض روایات کو رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر پیش کرتے ہیں، یہ صرف اور صرف محدثین کے مسلک سے روگردانی ہے اور کچھ نہیں۔ حقیقی علم وہی ہے، جو محدثین کا علم ہے۔ محدثین کے مقابلہ میں کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ علم کے ادب کا یہی تقاضا ہے۔ محدثین عظام اپنی روایات کو بہتر جانتے تھے، کسی کو حق نہیں کہ مسلک محدثین میں حرف گیری کرے۔

بعض لوگ رفع الیدین کی منسوخیت پر صحیح مسلم سے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں، جبکہ اس حدیث کا نماز کے رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں۔

✿ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَعَلُّقَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ الْمَعْرُوفِ، فَلَا يَنْبَغِي

الْاِسْتِدْلَالُ بِهٖ، وَكَذَا مَا وَقَعَ عَنْ بَعْضِ الْمُتَسَاهِلِينَ أَنَّ الرَّفْعَ كَانَ لِدَفْعِ وَهْمِ أَخْذِ الْأَصْنَامِ فِي الْآبَاطِ، كَمَا كَانَتْ عَادَةُ الْمُشْرِكِينَ، وَهُوَ مُرْتَفَعٌ الْآنَ، فَلَا حَاجَةَ إِلَى الرَّفْعِ، فَافْهَمْ.

''اس حدیث (حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ) کا معروف رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا اس حدیث کو (ترک رفع الیدین پر) بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح بعض متساہلین نے کہا ہے کہ ''رفع الیدین اس وہم کو دور کرنے کے لیے مشروع ہوا تھا کہ کہیں بغلوں میں بت تو نہیں، جیسے مشرکوں کی عادت تھی۔ یہ وہم اب ختم ہو چکا ہے، لہٰذا (اب) رفع الیدین کی کوئی ضرورت نہیں، اسے خوب سمجھ لیں۔''

(الأمالي على سنن أبي داود :704/1)

یہ کہنا کہ رفع الیدین اس لیے کیا جاتا تھا کہ بغلوں میں بت ہوتے تھے، دنیا کی بے حقیقت بات ہے۔ جیسا کہ علامہ انور شاہ صاحب نے بھی اس کی نفی کی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے واجب الوجود کا لفظ بولا جا سکتا ہے؟

جواب: اہل سنت کے ہاں واجب الوجود کی اصطلاح نہیں تھی، لہٰذا اس کے استعمال سے گریزاں رہنا چاہیے۔

✿ بریلوی عالم، امجد علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''(اللہ تعالیٰ) واجب الوجود ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ اول، ص3)

یاد رہے کہ اس کتاب پر اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب کی تقریظ ہے۔

سوال: کیا صفات باری تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کا عین یا غیر کہہ سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی صفات باکمال سے متصف ہے، جو صفت ثابت ہے، اس کو ایسے ہی تسلیم کیا جائے گا، جیسے وہ کتاب وسنت میں وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس کا عین یا غیر نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ائمہ اہل سنت والجماعت نے اثبات یا نفی میں ایسی کوئی بات نہیں کی۔

❁ بریلوی عالم، امجد علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کی صفتیں نہ عین ہیں، نہ غیر۔''

(بہار شریعت، حصہ اول، ص 3)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے، جھوٹ ایک عیب ہے، وہ ہر عیب سے مبرا ہے۔ نیز امکان کذب یا محال کذب کی بحث جائز نہیں۔ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کی ہر عیب سے تنزیہ کرنا ہے، اثبات یا انکار کے لیے دلیل درکار ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا، سننا اور دیکھنا زبان، کان یا آنکھ سے ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ صفت کلام، صفت سمع اور صفت بصر سے متصف ہے۔ کتاب وسنت میں ان صفات کا اثبات ہے، ان پر ایمان لانا واجب ہے، ان کی تفصیلات کا علم نہیں دیا گیا، اللہ تعالیٰ کیسے کلام کرتا ہے، کیسے سنتا ہے یا کیسے دیکھتا ہے، اس کی تفصیل میں جانا اہل سنت والجماعت کا طریقہ نہیں۔ یہ متکلمین کا طریقہ ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ کا کان آنکھ اور زبان سے سننا، دیکھنا اور کلام کرنا نہیں'' درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کان اور زبان کی نفی یا اثبات نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت

ایسے ثابت کریں گے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔

سوال: درج ذیل عبارات کا جائزہ مطلوب ہے۔

❀ بریلوی عالم، امجد علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کا کلام آواز سے پاک ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ اول، ص5)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''اس کا کلام قدیم بلا صوت ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ اول، ص5)

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے، وہ صوت وحروف کے ساتھ کلام کرتا ہے، اس کا کلام سنا جاتا ہے، قرآن وحدیث اور اجماع اُمت اس پر دلیل ہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جسے جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے سنا۔

کلام الٰہی کو بلا صوت ماننا گمراہی اور بے دینی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ .

''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے، تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت گزاری میں اپنے پروں کو مارتے ہیں۔''

(صحيح البخاري: 4701)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَادِي بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ ...... وَفِي هٰذَا دَلِيلٌ أَنَّ صَوْتَ اللّٰهِ لَا يُشْبِهُ أَصْوَاتَ الْخَلْقِ، لِأَنَّ صَوْتَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ يُسْمَعُ مِنْ بُعْدٍ كَمَا يُسْمَعُ مِنْ قُرْبٍ، وَأَنَّ الْمَلَائِكَةَ يُصْعَقُونَ مِنْ صَوْتِهِ .

''بے شک اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ ندا لگاتا ہے، جسے قریب و بعید والے سب سنتے ہیں۔......اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز مخلوق کی آواز کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو قریب سے بھی سنا جاتا ہے اور دور سے بھی، نیز فرشتے اللہ تعالیٰ کی آواز سن کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔''

(خلق أفعال العباد، ص 98)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ .

''جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے، تو آسمان والے فرشتے سنتے ہیں۔''

(التّوحيد لابن خزيمة :351/1، وسندهٗ صحيحٌ)

جہمیہ، متکلمین میں سے معتزلہ، کلابیہ، اشاعرہ سارے کے سارے قرآن کریم کے حقیقی کلام ہونے میں گمراہ ہیں اور عقیدہ اہل سنت سے منحرف ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَسْأَلَةُ الْكَلَامِ حَيَّرَتْ عُقُولَ الْأَنَامِ .

''کلام الٰہی کے مسئلہ نے گمراہوں کی عقلوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 12/113)

معتزلہ، اشاعرہ اوران کے ہم نوا کلام الٰہی کے مسئلہ میں گمراہ ہو گئے اورعقیدہ اہل سنت سے منحرف ہو گئے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کلام نفسی ہے، کبھی کلام کا اثبات کرتے ہیں اور صوت وحروف کا انکار کرتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں اتفاق اور اجماع پر قائم ہیں، ان میں کوئی اختلاف یا حیران و پریشانی نہیں۔ وہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام مانتے ہیں، جسے اس نے صوت وحروف سے کلام کیا ہے، جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت تک۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ (۲۴۲ھ) سے مروی ہے:

إِنَّهُ صَارَ إِلٰى حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ فَتَعَشّٰى عِنْدَهُ، فَأُتِيَ حِفْصٌ بِعُسٍّ فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ فَشَرِبَ مِنْهُ، فَنَاوَلَهُ أَبُو بَكْرٍ يَحْيَى بْنَ أَكْثَمَ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَيُسْكِرُ كَثِيرُهُ؟ قَالَ: إِي، وَاللّٰهِ، وَقَلِيلُهُ؛ فَلَمْ يَشْرَبْ.

”آپ رحمہ اللہ حفص بن غیاث رحمہ اللہ کے یہاں گئے اور ان کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ اسی اثنا میں حفص رحمہ اللہ کے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا، آپ رحمہ اللہ نے اس سے پیا، پھر وہ پیالہ ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کو تھما دیا، تو انہوں نے بھی پیا، پھر ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے وہ پیالہ یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ کو دیا، تو انہوں نے پوچھا: ابوبکر! کیا اس مشروب کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہے؟ کہا: ہاں

اللہ کی قسم!، بلکہ اس کی قلیل مقدار بھی نشہ پیدا کر دیتی ہے۔تو یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ نے وہ مشروب نہ پیا۔‘‘

(تاریخ بغداد للخطیب : 282/16، تاریخ ابن عساکر : 68/64)

جواب: اس قول کی سند ضعیف ہے۔

① خلف بن محمد خیام ضعیف وساقط ہے۔

② ابونصر احمد بن محمد بن احمد بن شجاع بخاری کی توثیق نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

مَا بُدِئَ بِشَيْءٍ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ إِلَّا تَمَّ .

’’بدھ کے روز جس کام کی بھی ابتدا کی جائے، وہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔‘‘

جواب: یہ روایت بے اصل اور بے سند ہے۔کتب احادیث میں اس کا وجود نہیں۔

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ لَهُ عَلٰى أَصْلٍ .

’’مجھے اس کی سند پر آگاہی نہیں ہو سکی۔‘‘

(المَقاصد الحسنة : 943)

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ الْمُحَدِّثُونَ حَتّٰى قَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّهٗ مَوْضُوعٌ .

’’اس روایت پر محدثین نے جرح کی ہے، یہاں تک کہ بعض نے اسے من گھڑت بھی قرار دیا ہے۔‘‘

(الفوائد البهية، ص 24)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(التّعليقات السنية على الفوائد البهية، ص 144)

تنبیہ:

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَمَرَنِي بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ، وَقَالَ : إِنَّ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ يَوْمُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ .

”میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حکم دیا کہ میں ایک گواہی اور ایک قسم کے ساتھ فیصلہ کر دو، نیز فرمایا: بدھ کا دن (کفار کے حق میں) مسلسل نحوست کا دن ہے۔“

(مستخرج أبي عوانة : 6022، المعجم الأوسط للطّبراني : 6422)

روایت باطل ہے۔

① ابراہیم بن ابی حیہ مکی متروک و منکرالحدیث ہے۔

② اس روایت کو موصول بیان کرنا خطا ہے، دراصل یہ مرسل روایت ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَصْلُ فِيهِ مُرْسَلًا .

”دراصل یہ روایت مرسل ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال :388/1)

❁ نیز اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال :389/1)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تَصِحُّ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔''

(المَوضوعات :74/2)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ وَالْحِجَامَةِ وَيَوْمُ الْأَرْبَعَاءِ يَوْمُ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ .

''جبریل علیہ السلام تین چیزیں لے کر نازل ہوئی؛① (دو گواہوں کی عدم موجودگی میں) ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا، ② سنگی لگوانا ③ بدھ کا دن (کفار کے حق میں) مسلسل نحوست کا دن ہے۔''

(الكامل لابن عدي :424/6)

جھوٹی روایت ہے۔عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب متروک ووضاع ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني :263/2)

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ بِقَوِيِّ الْحَدِيثِ .

''حدیث میں قوی نہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 280/6)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ أَشْيَاءَ مَوْضُوعَةً، لَا يَحِلُّ الْاحْتِجَاجُ بِهِ، كَأَنَّهُ كَانَ يَهِمُ وَيُخْطِئُ، حَتّٰى كَانَ يَجِيءُ بِالْأَشْيَاءِ الْمَوْضُوعَةِ عَنْ أَسْلَافِهِ، فَبَطَلَ الْاحْتِجَاجُ بِمَا يَرْوِيهِ لِمَا وَصَفْتُ .

''اپنے آبا واجداد سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے۔اس کی بیان کردہ روایت سے حجت پکڑنا حلال نہیں، اس درجہ وہمی اور خطا کار تھا کہ اپنے اسلاف سے موضوع روایات بیان کرڈالیں۔''

(كتاب المَجروحين : 122/2)

❁ نیز اسے (الثقات: ۸/ ۴۹۲) میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ بَعْضُ الْمَنَاكِيرُ .

''اس کی بعض روایتیں منکر ہیں۔''

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً .

'اپنے آباوجداد سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا تھا۔''

(المَدخل إلى الصّحيح، ص 170)

② محمد بن عمر کا اپنے دادا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَتُهُ عَنْ جَدِّهِ مُرْسَلَةٌ .

”محمد بن عمر کی اپنے دادا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔“

(تقريب التّهذيب : 6170)

سوال: کسی حربی کافر کا غلام مسلمان ہو کر اسلامی ریاست میں داخل ہوا، تو کیا وہ غلام کفار کو واپس کیا جائے گا؟

جواب: اگر کسی حربی کافر کا غلام مسلمان ہو جائے اور اسلامی ریاست میں داخل ہو جائے، تو وہ آزاد ہے، اسے کفار کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

البتہ اگر وہ غلام مسلمان ہو کر کافروں کے پاس ہی رہے، تو آزاد نہ ہوگا، بلکہ غلام ہی رہے گا۔

فائدہ:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ عُبْدَانٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ، فَأَسْلَمُوا، فَبَعَثَ إِلَيْهِ مَوَالِيهِمْ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ : وَاللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ مَا خَرَجُوا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِي دِينِكَ، وَلٰكِنَّهُمْ إِنَّمَا خَرَجُوا هَرَبًا مِّنَ الرِّقِّ، فَقَالَ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَرُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ : «مَا

أَرَاكُمْ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ تَنْتَهُونَ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَّضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلٰى هٰذَا الدِّينِ، فَأَبٰى أَنْ يَّرُدَّهُمْ وَقَالَ : هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ .

''صلح حدیبیہ کے دن صلح ہونے سے پہلے مکہ والوں کے کچھ غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس بھاگ آئے اور مسلمان ہو گئے، ان کے مالکوں نے مکہ سے آپ کو یہ پیغام بھیجا، اللہ کی قسم! محمد (ﷺ)! یہ آپ کے پاس آپ کے دین سے لگاؤ کی بنیاد پر نہیں آئے، بلکہ یہ تو صرف غلامی سے بھاگ کر آئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! وہ سچ کہہ رہے ہیں، چنانچہ انہیں واپس بھیج دیں، آپ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا: قریش کی جماعت! میرا خیال ہے، آپ اس وقت تک باز نہیں آئیں گے، جب تک اللہ تعالیٰ آپ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر دے، جو اس دین پر آپ کی گردنیں اڑا دے۔ آپ ﷺ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ نے آزاد کیا ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 2700، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 229/9، المنتقٰى لابن الجارود : 1093)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن اسحاق ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۳۷۱۶) نے شریک عن منصور کی سند سے بیان کیا ہے، شریک بن عبداللہ القاضی ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، نیز شریک سیء الحفظ بھی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ ثُمَّ تَفَرَّقُوا عَنْ غَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَصَلَاةٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا قَامُوا عَنْ أَنْتَنِ جِيفَةٍ.

''کسی جگہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں، پھر وہاں سے اٹھ جائیں، مگر وہ اللہ کا ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں، تو یقیناً وہ بدبودار مردار سے اٹھ کر گئے ہیں۔''

(مسند الطّيالسي : 1863)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابوالزبیر مکی کا عنعنہ ہے۔

فائدہ:

طویل مجلس ہو، تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اگر کوئی طویل مجلس ذکر الٰہی یا درود سے خالی ہو، تو وہ مجلس روز قیامت سامانِ حسرت بن جائے گی۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَا يَذْكُرُونَ فِيهِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ، لِلثَّوَابِ.

''لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں، نہ درود پڑھیں تو یہ کوتاہی ان کے لیے روز قیامت باعث حسرت ہوگی۔ اگرچہ اعمال کی بنا پر جنت

میں داخل بھی ہو جائیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 463/2، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 409، 410، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (591، 592) نے اس حدیث کو، حافظ منذری رحمہ اللہ (التّرغيب والتّرهيب : 410/2) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا قَوْمٍ جَلَسُوا فَأَطَالُوا الْجُلُوسَ، ثُمَّ تَفَرَّقُوا قَبْلَ أَنْ يَّذْكُرُوا اللّٰهَ، وَيُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ .

”طویل مجلس اگر ذکر الٰہی اور درود کے بغیر برخواست ہو جائے، تو باعث حسرت ہوگی۔ اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔“

(الصّلاة على النبيّ لابن أبي عاصم : 86، عمل اليوم واللّيلة لابن السّنّي : 449، الدّعاء للطّبراني : 1924، المستدرك للحاكم : 496/1، شُعَب الإيمان للبيهقيّ : 1468، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعید طویل مجلس کے لئے ہے، نہ کہ چھوٹی مجلس۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلٰى نَبِيِّهِمْ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً .

”جس مجلس میں ذکر الٰہی اور درود نہ ہو، وہ مجلس روز قیامت حسرت ہوگی۔“

(مسند الإمام أحمد : 453/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّا يُصَلُّونَ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ .

”جس محفل میں نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے، وہ روز قیامت ان کے لئے حسرت ہوگی۔ اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔“

(مسند أحمد بن منيع، نقلًا عن اتّحاف الخيرة للبوصيري : 6069، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا ماں باپ کی قسم اٹھانا شرک ہے؟

جواب: اللہ کی قسم کھانا اس کی تعظیم ہے۔ جب کسی اور کی قسم اٹھائی جائے، تو یہ اللہ کی تعظیم میں شریک بنانا ہے، جو کہ توحید کے منافی ہے۔ اس لئے اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ حرام، ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے، یہ شرک اصغر ہے۔

❁ سیدہ قتیلہ بنت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ سے کہنے لگا:

إِنَّكُمْ تُنَدِّدُونَ، وَإِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ تَقُولُونَ : مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ، وَتَقُولُونَ : وَالْكَعْبَةِ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا : وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَيَقُولُونَ : مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ شِئْتَ .

”آپ غیر اللہ کی پکار کرتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں، آپ کہتے ہیں: جو اللہ نے چاہا اور جو آپ نے چاہا، آپ کہتے ہیں، کعبہ کی قسم! تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ قسم اٹھانے کا ارادہ ہو، تو یوں کہیں: کعبہ کے رب کی قسم!

صحابہ اس کے بعد یوں کہتے تھے کہ جو اللہ نے چاہا، پھر آپ نے چاہا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 371/6، سنن النّسائي : 3773، وسنده حسنٌ)

سوال: اگر کفار مسلمانوں پر ظلم کریں، تو کیا انہیں بددعائیں دی جاسکتی ہیں؟

جواب: حتی الوسع ظالم کافر کا ہاتھ روکا جائے اور مظلوموں کی مدد کی جائے، ظالموں کو بددعا دی جاسکتی ہے، نیز قنوت نازلہ بھی کی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی موقعوں پر کفار کو بددعائیں دینا ثابت ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے دن کفار کو بددعا دی:

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا، شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ .

’’اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہم کو عصر کی نماز سے مصروف کردیا، یہاں تک کہ سورج غائب ہوگیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 2931، صحيح مسلم : 627)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حَبَسَ الْمُشْرِكُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ، حَتّٰى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ، أَوِ اصْفَرَّتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى، صَلَاةِ الْعَصْرِ، مَلَأَ اللّٰهُ أَجْوَافَهُمْ، وَقُبُورَهُمْ نَارًا، أَوْ قَالَ : حَشَا اللّٰهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا .

''مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز عصر سے مصروف کر دیا، یہاں تک کہ سورج سرخ ہو گیا، یا زرد ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے ہم کو نماز عصر سے مصروف کر دیا ہے، اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

(صحيح مسلم : 628)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيهِ، وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ .

''خیال رہے کہ جو کسی ایسے یتیم کا سرپرست بنا، جس کے پاس مال ہے، تو وہ اس مال میں تجارت کرے اور اسے اس طرح نہ چھوڑ دے کہ وہ مال (ہر سال) زکوٰۃ ادا کرنے سے کم ہوتا رہے۔''

(سنن التّرمذي : 641، سنن الدارقطني : 1970)

جواب: سند ضعیف ہے۔ مثنی بن صباح ضعیف ہے۔

❀ مثنی کی متابعت مندل بن علی نے کی ہے۔

(سنن الدارقطني : 1971)

مگر وہ طریق بھی ضعیف ہے۔

① مندل بن علی ضعیف ہے۔

② ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

❀ اس کی دوسری متابعت ابو ایوب افریقی نے کی ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 10982)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔

① ابوایوب عبداللہ بن علی افریقی ضعیف و مدلس ہے۔

② قاضی ابو یوسف ضعیف ہے۔

تنبیہ:

یہ روایت تمام متابعات وشواہد سے ضعیف ہے۔

فائدہ:

مال یتیم پر زکوۃ ہے، اس پر دلائل موجود ہیں۔ البتہ اس کی ادائیگی کی ذمہ داری اس شخص پر ہے، جو مال یتیم کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ اسے چاہیے کہ سال گزرنے کے بعد یتیم کی ملکیت میں جتنا مال موجود ہو، اس کی زکوۃ ادا کر دے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَمُوسٰى نَجِيًّا وَاتَّخَذَنِي حَبِيبًا ثُمَّ قَالَ : وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَأُوثِرَنَّ حَبِيبِي عَلٰى خَلِيلِي، وَنَجِيِّي .

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام کو نجی بنایا اور مجھے حبیب بنایا، پھر فرمایا: میری عزت اور جلال کی قسم! میرے ضرور بالضرور اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور نجی پر فوقیت عطا کر دوں گا۔''

(شعب الإيمان : 1413)

(جواب): روایت باطل ہے۔ مسلمہ بن علی خشنی متروک و منکر الحدیث ہے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ انْفَرَدَ بِرِوَايَتِهٖ عَنْ زَيْدٍ مَسْلَمَةُ.

”یہ حدیث ثابت نہیں، اسے زید سے روایت کرنے میں مسلمہ منفرد ہے۔“

(المَوضوعات: 290/1)

فائدہ:

محبت کا سب سے اعلیٰ مرتبہ خلت ہے۔

(سوال): کیا کوئی عالم اپنے بعد اپنی مسند کا وارث نامزد کر سکتا ہے، جس سے لوگ مسئلہ پوچھنے آئیں؟

(جواب): جس عالم سے لوگ دینی راہنمائی لیتے ہوں، وہ اپنی مسند و منبر کا وارث مقرر کر سکتا ہے، کہہ سکتا ہے کہ میرے بعد میرے فلاں شاگرد سے راہنمائی حاصل کرنا۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ: إِنْ لَمْ تَجِدِينِي، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ.

”ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ سے کسی معاملے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف تھا۔ فرمایا: ابوبکر کے پاس آ جانا۔“

(صحيح البخاري : 7220، صحيح مسلم : 2386)

نبی کریم ﷺ نے خاتون کو اپنے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راہنمائی کرنے کا فرمایا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ استاذ اپنے کسی شاگرد یا ساتھی کو اپنے بعد راہنما یا جانشین مقرر کرنے کا کہہ سکتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: آلات موسیقی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: آلات موسیقی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔ یہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں۔ انہیں لہو الحدیث قرار دیا گیا ہے۔

آلات موسیقی سننے والے کا دل عبادت میں رغبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ نیکی و تقویٰ عنقا ہو جاتا ہے۔ ایمان کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ بے حیائی اور فحاشی کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ موسیقی وجود انسانی کو آلودہ کر دیتی ہے۔ موسیقی کا عادی شخص ایمان کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑی محرومی ہے۔

قرب قیامت کچھ لوگ آلات موسیقی کا حلال کرنے کی کوشش کریں گے، نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

❀ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ .

”میری امت کے کچھ لوگ زنا، (مردوں کے لیے) ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔“

(صحيح البخاري : 5590)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَعَازِفَ هِيَ آلَاتُ اللَّهْوِ كُلُّهَا، لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ اللُّغَةِ فِي ذٰلِكَ، وَلَوْ كَانَتْ حَلَالًا لَمَا ذَمَّهُمْ عَلَى اسْتِحْلَالِهَا، وَلَمَا قَرَنَ اسْتِحْلَالَهَا بِاسْتِحْلَالِ الْخَمْرِ وَالْخَزِّ.

''معازف سے مراد تمام کے تمام آلات لہو ہیں، اس میں اہل لغت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ان آلات کا استعمال حلال ہوتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ان آلات کو حلال سمجھنے والوں کی مذمت نہ فرماتے، نیز آلات موسیقی کے حلال کرنے کو شراب اور ریشم کو حلال کرنے کے ساتھ ملا کر ذکر نہ فرماتے۔''

(إغاثة اللّهفان: 260/1)

سوال: سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کب مسلمان ہوئے؟

جواب: سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند ارجمند سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةَ أَسْلَمَا فِي فَتْحِ مَكَّةَ سَنَةَ ثَمَانٍ.

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سیدنا ابوسفیان اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔''

(كشف المشكل: 464/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

يَا رَبَّ طٰه وَيٰسٓ وَيَا رَبَّ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ .

”اے سورت طہٰ اور سورت یاسین کے رب، اے قرآن عظیم کے رب!“

جواب: یہ روایت جھوٹ ہے، دنیا جہان میں اس کی سند نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ أَنَّ هٰذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ كَذِبٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ يَعْلَمُونَ أَنَّ ذٰلِكَ مُفْتَرًى عَلَيْهِ بِالضَّرُورَةِ، كَمَا يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ فِي أَشْيَاءَ كَثِيرَةٍ مِنَ الْمَوْضُوعَاتِ عَلَيْهِ .

”محدثین کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بلاشبہ یہ دونوں حدیثیں (جن میں مذکورہ روایت میں شامل ہے) رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہیں۔ محدثین کرام جانتے ہیں کہ یہ یقینی طور پر نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہیں، جس طرح محدثین دیگر من گھڑت روایات کی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کا جھوٹا ہونا جانتے ہیں۔“

(الفتاوی الکبریٰ : 493/6)

سوال: زہریلے جانور کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

جواب: زہریلے جانور کا گوشت حرام ہے۔ جیسے سانپ، بچھو وغیرہ۔ اس پر کتاب وسنت کے دلائل ہیں، نیز اُمت کا اجماع ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

ذَوَاتُ السَّمُومِ كَالْحَيَّةِ وَغَيْرِهَا حَرَامٌ بِلَا خِلَافٍ .

”زہریلے جانور مثلاً سانپ وغیرہ کا گوشت حرام ہے،اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(المَجموع : 32/9)

سوال: نماز فجر کا وقت کب داخل ہوتا ہے؟

جواب: نماز فجر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے، جب فجر ثانی طلوع ہو جائے۔ صحیح احادیث اس پر دال ہیں۔

❀ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ فَلَا خِلَافَ فِيهِ أَنَّهُ مِنْ حِينِ يَطْلُعُ الْفَجْرُ الثَّانِي الَّذِي يَعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ فجر کا ابتدائی وقت فجر ثانی کے طلوع ہونے سے ہوتا ہے، جو اُفق میں پھیلی ہوتی ہے۔“

(أحكام القرآن : 335/2)

سوال: کیا رات کو نوافل کی تعداد مقرر ہے؟

جواب: رات کے وقت نوافل کی کوئی حد مقرر نہیں، جو جتنے نوافل پڑھنا چاہتا ہے، پڑھ سکتا ہے، اختلاف اس میں ہے کہ مسنون رکعات کتنی ہیں، نبی کریم ﷺ کا رات کی نماز کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ آٹھ رکعات پڑھتے تھے۔اس پر صحیح احادیث موجود ہیں۔

رات کے وقت مطلق نوافل کی کوئی حد مقرر نہیں۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّهُ لَيْسَ فِي ذٰلِكَ حَدٌّ لَا يُزَادُ عَلَيْهِ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ،

وَأَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مِنَ الْفَضَائِلِ وَالرَّغَائِبِ الَّتِي كُلَّمَا زِيدَ فِيهَا زِيدَ فِي الْأَجْرِ وَالْفَضْلِ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رات کے نوافل میں ایسی کوئی حد نہیں کہ جس میں کمی یا زیادتی نہ کی جاسکتی ہو، نیز رات کو نماز پڑھنا باعث فضیلت اور رغبت ہے، کہ اس میں جتنا اضافہ کیا جائے، اتنا اجر وثواب اور فضیلت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔“

(إكمال المُعلم : 82/3، شرح النووي : 19/6، العُدّة لابن العطار : 640/2، الإعلام لابن ملقن : 545/3، طرح التثريب للعراقي : 50/3)

سوال: حدود قائم کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے؟

جواب: حدود اللہ کو قائم کرنا ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

❀ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ الْقِصَاصَ فِي الْقَتْلِ لَا يُقِيمُهُ إِلَّا أُولُو الْأَمْرِ، فُرِضَ عَلَيْهِمُ النُّهُوضُ بِالْقِصَاصِ وَإِقَامَةُ الْحُدُودِ وَغَيْرُ ذٰلِكَ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قتل میں قصاص کی حد قائم کرنے کا اختیار اولو الامر (مسلمان ریاست کے ذمہ داران) کو ہے، ان پر قصاص اور حدود وغیرہ قائم کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔“

(تفسير القرطبي : 245/2)

سوال: کیا زرافہ حلال ہے؟

جواب: زرافہ حرام ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

الزَّرَافَةُ ـبِفَتْحِ الزَّايِ وَضَمِّهَاـ حَرَامٌ بِلَا خِلَافٍ.

”زرافہ حرام ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(المَجموع: 27/9)

سوال: درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

بریلوی عالم، محمد امجد علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حدیث میں ہے کہ شب معراج حضور اقدس ﷺ نے ایک آواز سنی، کوئی شخص اللہ عزوجل کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کیا: موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام۔ کہا: کیا اپنے رب پر تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں؟ عرض کی: ان کا رب جانتا ہے کہ ان کے مزاج میں تیزی ہے۔“

(بہار شریعت، جلد اول، ص6)

جواب: یہ روایت جزء ابن عرفہ (٦٩) میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ راجح قول کے مطابق ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کا اپنے والد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهُ، إِذَا أَدْخَلَ أَبَوَيْهِ النَّارَ، فَيُقَالُ: أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ أَدْخِلْ أَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ، فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهِ،

حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ .

”(روز قیامت) سقط (پیدا ہوتے ہی فوت ہو جانے والا بچہ/مردہ حالت میں پیدا ہونے والا بچہ) کے والدین کو جب اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا، تو وہ رب تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا، تو کہا جائے گا: اے رب سے جھگڑا کرنے والے سقط! اپنے والدین کو جنت میں داخل کر لے۔ چنانچہ وہ اپنے والدین کو اپنی لمبی ناف کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔“

(سنن ابن ماجه : 1608)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① مندل بن علی ضعیف ہے۔

② اسماء بنت عابس مجہولہ ہے۔

سوال: روز قیامت سب سے پہلے کس اُمت کا حساب ہوگا؟

جواب: روز قیامت سب سے پہلے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں جانے والی اُمت بھی اُمت محمدیہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ، وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ .

”ہم (دنیا میں آنے کے اعتبار سے) آخری اُمت ہیں جبکہ (روز قیامت) سب سے پہلے ہمارا حساب لیا جائے گا۔“

(سنن ابن ماجه : 4290، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ .

''دنیا والوں میں ہم سب سے آخری اُمت ہیں، جبکہ روز قیامت تمام اُمتوں سے پہلے ہمارا حساب لیا جائے گا۔''

(صحیح مسلم : 856)

سوال: ایک شخص خطبہ جمعہ شروع ہونے سے پہلے نماز پڑھ رہا تھا، اسی اثنا میں امام حاضر ہوا اور اس نے خطبہ شروع کر دیا، نماز پڑھنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دوران نماز امام خطبہ شروع کر دے، تو اسے چاہیے کہ نماز کو مختصر کرے، زیادہ لمبی نماز نہ پڑھے۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ خَرَجَ الْإِمَامُ وَهُوَ فِي صَلَاةٍ اسْتُحِبَّ لَهُ أَنْ يُخَفِّفَهَا بِلَا خِلَافٍ وَلَا تَبْطُلُ .

''ایک شخص نماز میں تھا کہ امام (خطبہ جمعہ) کے لیے تشریف لے آیا، تو نمازی کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز کو مختصر کر دے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ امام کے تشریف لانے سے اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔''

(المَجموع : 551/4)

سوال: قرآن کریم میں بہترین اُمت سے مراد کون ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بہترین اُمت کہا گیا ہے۔ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سب سے بہترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہیں۔ اس آیت کریمہ کے

اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(البقرة : ١١٠)

''تم اُمت کے بہترین لوگ ہو، لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے منتخب کیے گئے ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت کے اولین مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اصل میں یہ خطاب انہی کو ہے، کیونکہ وقتِ نزول وہی اس کے مخاطبین تھے۔

❁ سیدنا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں:

أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً، أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ .

''آپ لوگ ستر امتوں کا تتمہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور معزز ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 3001، وقال : حسنٌ، تفسير عبد الرزاق : 410/1، تفسير الطّبري : 675/5، وسندهٗ حسنٌ، وقال الحاكم : صحيح الإسناد، ووافقه الذهبي، وأخرجه الدارمي : 2802، وسندهٗ صحيحٌ، وأخرجه أحمد : 5/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

(فتح الباري : 225/8)

❁ مسند احمد (446/4، 447، وسندہ حسن) کے الفاظ ہیں:

تُوفُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعِينَ أُمَّةً، أَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ .

''آپ روزِ قیامت ستر اُمتوں سے بھاری ہو جائیں گے، آپ آخری اُمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز ہیں۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هُمُ الَّذِينَ هَاجَرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ .

''اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں، جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔''

(تفسير عبد الرزاق : 134/1، مسند الإمام أحمد : 273/1، السّنن الكبرٰى للنّسائي : 11006، تفسير الطبري : 671/5، 672، تفسير ابن أبي حاتم : 732/3، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 294/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے سند کو''صحیح''اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے حدیث کو''صحیح''کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''جید''کہا ہے۔

(فتح الباري : 225/8)

❁ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الصَّحَابَةِ، قِيلَ لَهُمْ : كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ .

''یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کے متعلق نازل ہوئی۔ انہیں مخاطب کر کے فرمایا گیا

کہ تم بہترین امت ہو۔"

(تفسير ابن عطية :489/1)

امام قوام السنہ، اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

أَثْنَى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، وَشَهِدَ لَهُمْ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ تَعَالٰى : ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾، قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ وَالتَّفْسِيرِ : هُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

"صحابہ کی مدح اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور ان کی فضیلت کی گواہی دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ "تم اُمت کے بہترین لوگ ہو، لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے منتخب کیے گئے ہو۔" اہل لغت اور مفسرین کے مطابق اس آیت کے مخاطب اصحاب محمد ﷺ ہیں۔"

(شرح صحيح البخاري : 407/2)

علامہ ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ (۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَشْيَاءُ تُنَبِّهُ الْغَافِلَ، وَتُقَوِّي بَصِيْرَةَ الْعَاقِلِ، وَإِلَّا فَفِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران : ١١٠) كِفَايَةٌ وَّغُنْيَةٌ، مَعَ مَا عَضَدَهَا مِنْ شَهَادَةِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَنَّهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ .

"یہ چیزیں غافل کو تنبیہ اور عقل مند کی بصیرت کو تقویت فراہم کرتی ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران

: ۱۱۰) ''تم اُمت کے بہترین لوگ ہو، لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے منتخب کیے گئے ہو۔'' کافی وشافی ہے۔ اس پر مستزاد نبی کریم ﷺ کی شہادت ہے کہ صحابہ کرام بہترین لوگ ہیں۔''

(الرّوض الباسِم : 112/1)

۞ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ الْخِطَابَ هُوَ لِمَنْ وَقَعَ الْخِطَابُ لَهٗ أَوَّلًا؛ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكُوْنُ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ ﴿أُمَّةٍ﴾ إِلٰى أُمَّةٍ مُّعَيَّنَةٍ، وَهِيَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالصَّحَابَةُ هُمْ خَيْرُهَا .

''صاف سی بات ہے کہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کے اولین مصداق صحابہ کرام ہی ہیں۔ اس آیت میں ایک مخصوص اُمت کی طرف اشارہ ہے جو کہ اُمت محمدیہ ہے اور صحابہ اس اُمت کے بہترین لوگ ہیں۔''

(البحر المُحیط : 299/3)

۞ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

كَفٰى فَخْرًا لَّهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى شَهِدَ لَهُمْ بِأَنَّهُمْ خَيْرُ النَّاسِ حَيْثُ قَالَ تَعَالٰى : ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران : ۱۱۰)، فَإِنَّهُمْ أَوَّلُ دَاخِلٍ فِي هٰذَا الْخِطَابِ، كَذٰلِكَ شَهِدَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ فِي الْحَدِيْثِ

الْمَتَّفَقِ عَلٰى صِحَّتِهٖ : «خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي»، وَلَا مَقَامَ أَعْظَمُ مِنْ مَّقَامِ قَوْمٍ اِرْتَضَاهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ .

''صحابہ کرام کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں بہترین لوگ ہونے کی گواہی دی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران : ۱۱۰) ''تم اُمت کے بہترین لوگ ہو، لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے منتخب کیے گئے ہو۔'' اس خطاب کے اولین مصداق صحابہ ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے متفق علیہ حدیث میں گواہی دی ہے کہ میرا زمانہ بہترین ہے۔ اس مرتبے سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب کیا۔''

(الصّواعق المُحرِقة :21/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ جُمْلَةِ مَا قَالَهٗ أُولٰئِكَ الْمُلْحِدُوْنَ كَيْفَ يَقُوْلُ اللّٰهُ : ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران : ۱۱۰)، وَقَدِ ارْتَدُّوْا بَعْدَ وَفَاةِ نَبِيِّهِمْ إِلَّا نَحْوَ سِتَّةِ أَنْفُسٍ مِّنْهُمْ، لِامْتِنَاعِهِمْ مِّنْ تَقْدِيْمِ أَبِي بَكْرٍ عَلٰى عَلِيٍّ الْمُرْتَضٰى الْمُوْصٰى بِهٖ، فَانْظُرْ إِلٰى حُجَّةِ هٰذَا الْمُلْحِدِ، تَجِدُهَا عَيْنَ حُجَّةِ الرَّافِضَةِ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ، بَلْ هُمْ أَشَدُّ ضَرَرًا عَلَى الدِّيْنِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَسَائِرِ فِرَقِ الضَّلَالِ .

''ان ملحدین کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو بہترین امت کیسے قرار دیتا ہے، جبکہ سوائے تقریباً چھ آدمیوں کے، جنھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہیں دی تھی، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (العیاذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ ذرا اس ملحد کی دلیل کو دیکھئے کہ کس طرح ہو بہو روافض کی زبان بول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے، یہ کہاں بھٹک رہے ہیں؟ یہ لوگ تو (اسلام کے حق میں) یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔''

(الصّواعق المُحرِقة :114/1)

❁ مزید فرماتے ہیں:

مِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰی : ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرة : ١٤٣)، وَالصَّحَابَةُ فِي هٰذِه الْآيَةِ وَالَّتِي قَبْلَهَا هُمُ الْمُشَافِهُوْنَ بِهٰذَا الْخِطَابِ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقِيْقَةً، فَانْظُرْ إِلٰى كَوْنِهٖ تَعَالٰى خَلَقَهُمْ عُدُوْلًا وَّخِيَارًا لِّيَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلٰى بَقِيَّةِ الْأُمَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَحِيْنَئِذٍ فَكَيْفَ يَسْتَشْهِدُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِغَيْرِ عُدُوْلٍ أَوْ بِمَنِ ارْتَدُّوْا بَعْدَ وَفَاةِ نَبِيِّهِمْ، إِلَّا نَحْوَ سِتَّةِ أَنْفُسٍ مِّنْهُمْ، كَمَا زَعَمَتْهُ الرَّافِضَةُ قَبَّحُهُمُ اللّٰهُ وَلَعَنَهُمْ وَخَذَلَهُمْ، مَا أَحْمَقَهُمْ وَأَجْهَلَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ بِالزُّوْرِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَالْبُهْتَانِ!

وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالٰی : ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مَعَهُ نُوْرُهُمْ يَسْعٰی بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾(التّحريم : ٨)، فَآمَنَهُمُ اللّٰهُ مِنْ خِزْيِهٖ، وَلَا يَأْمَنُ مِنْ خِزْيِهٖ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ إِلَّا الَّذِيْنَ مَاتُوْا، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَرَسُوْلُهُ عَنْهُم رَاضٍ، فَأَمْنُهُمْ مِّنَ الْخِزْيِ صَرِيْحٌ فِي مَوْتِهِمْ عَلٰی كَمَالِ الْإِيْمَانِ وَحَقَائِقِ الْإِحْسَانِ، وَفِي أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَزَلْ رَاضِيًا .

’’اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾(البقرة : ١٤٣) ’’اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔‘‘ اس میں اور اس سے پہلی آیت میں حقیقی طور پر صحابہ کرام ہی کو نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان سے بالمشافہہ خطاب کیا گیا ہے۔ اس بات پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عادل اور نیک بنایا ہے تاکہ یہ روزِ قیامت بقیہ اُمتوں پر گواہ ہوں۔ بھلا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے گواہ بنا سکتا ہے، جو غیر عادل ہوں اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد چھے کے علاوہ باقی سارے مرتد ہو گئے ہوں؟ جیسا کہ رافضیوں کا خیال ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے، ان پر لعنت فرمائے اور ان کو بے یارومددگار چھوڑ دے، یہ کس قدر احمق، جھوٹے، جاہل، افترا پرداز اور بہتان طراز ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مَعَهُ نُوْرُهُمْ يَسْعٰی بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾(التّحريم : ٨) ’’اللہ تعالیٰ اس

روز نبی اوراس پر ایمان لانے والے ساتھیوں کو رسوانہیں کرے گا۔ان کا نور ان کے آگے اوران کی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔''

یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں رسوائی سے بچالیا ہے اوراس روز وہی لوگ رسوائی سے بچ سکیں گے،جن سے وفات کے وقت اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ راضی تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسوائی سے بچ جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور حقیقی نیکی پر ہوئی ،نیز یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہمیشہ ان سے راضی رہے۔''

(الصّواعق المُحرِقة : 604/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ مَنْ زَعَمَ مِنْهُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ نُقِصَ مِنْهُ آيَاتٌ وَّكُتِمَتْ، أَوْ زَعَمَ أَنَّ لَهٗ تَأْوِيْلَاتٍ بَاطِنَةٍ تُسْقِطُ الْأَعْمَالَ الْمَشْرُوْعَةَ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ، وَهٰؤُلَاءِ يُسَمُّوْنَ الْقَرَامِطَةُ وَ الْبَاطِنِيَّةُ، وَمِنْهُمُ التَّنَاسُخِيَّةُ؛ وَهٰؤُلَاءِ لَا خِلَافَ فِي كُفْرِهِمْ، وَأَمَّا مَنْ سَبَّهُمْ سَبًّا لَّا يَقْدَحُ فِي عَدَالَتِهِمْ وَلَا فِي دِيْنِهِمْ، مِثْلُ وَصْفِ بَعْضِهِمْ بِالْبُخْلِ أَوِ الْجُبْنِ أَوْ قِلَّةِ الْعِلْمِ أَوْ عَدَمِ الزُّهْدِ، وَ نَحْوِ ذٰلِكَ، فَهٰذَا هُوَ الَّذِي يَسْتَحِقُّ التَّأْدِيْبَ وَالتَّعْزِيْرَ، وَلَا نَحْكُمُ بِكُفْرِهٖ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ، وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَلُ كَلَامُ مَنْ لَّمْ يُكَفِّرْهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَأَمَّا مَنْ لَّعَنَ وَقَبَّحَ مُطْلَقًا؛ فَهٰذَا مَحَلُّ الْخِلَافِ

فِيْهِمْ، لِتَرَدُّدِ الْأَمْرِ بَيْنَ لَعْنِ الْغَيْظِ وَلَعْنِ الْاِعْتِقَادِ .

وَأَمَّا مَنْ جَاوَزَ ذٰلِكَ إِلٰى أَنْ زَعَمَ أَنَّهُمُ ارْتَدُّوْا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَّا نَفَرًا قَلِيْلًا يَّبْلُغُوْنَ بِضْعَةَ عَشَرَ نَفْسًا، أَوْ أَنَّهُمْ فَسَقُوْا عَامَّتُهُمْ، فَهٰذَا لَا رَيْبَ أَيْضًا فِي كُفْرِهٖ، لِأَنَّهٗ كَذَّبَ لِمَا نَصَّهُ الْقُرْآنُ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنَ الرِّضٰى عَنْهُمْ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ، بَلْ مَنْ يَّشُكُّ فِي كُفْرِ مِثْلِ هٰذَا فَإِنَّ كُفْرَهٗ مُتَعَيَّنٌ، فَإِنَّ مَضْمُوْنَ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ أَنَّ نَقَلَةَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كُفَّارٌ أَوْ فُسَّاقٌ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي هِيَ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران : ١١٠) وَخَيْرُهَا هُوَ الْقَرْنُ الْأَوَّلُ كَانَ عَامَّتُهُمْ كُفَّارًا أَوْ فُسَّاقًا، وَمَضْمُوْنُهَا أَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ شَرُّ الْأُمَمِ وَأَنَّ سَابِقِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ هُمْ شِرَارُهُمْ، وَكُفْرُ هٰذَا مِمَّا يُعْلَمُ بِاضْطِرَارٍ مِّنْ دِيْنِ الْإِسْلَامِ، وَلِهٰذَا تَجِدُ عَامَّةَ مَنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ؛ فَإِنَّهٗ يَتَبَيَّنُ أَنَّهٗ زِنْدِيْقٌ، وَعَامَّةُ الزَّنَادِقَةِ إِنَّمَا يَسْتَتِرُوْنَ بِمَذْهَبِهِمْ، وَقَدْ ظَهَرَتْ لِلّٰهِ فِيْهِمْ مَثُلَاتٌ، وَتَوَاتَرَ النَّقْلُ بِأَنَّ وُجُوْهَهُمْ تُمَسَّخُ خَنَازِيْرُ فِي الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ .

’’شیعوں میں سے جو یہ دعویٰ کریں کہ قرآنی آیات میں سے کچھ کم ہو گئی ہیں یا چھپا لی گئی ہیں، یا قرآنِ کریم کی ایسی باطنی تاویلات ہیں، جن کی بنا پر اعمالِ

شرعیہ ساقط ہو جاتے ہیں یا اس جیسے دوسرے اعتقادات کے حامل ہوں، ایسے لوگوں کو قرامطہ اور باطنیہ کہا جاتا ہے، انہی میں سے ایک فرقہ تناسخیہ ہے۔ ان کے کفر میں کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔ جو شیعہ صحابہ کرام پر ایسی طعن کرتے ہیں، جس سے ان کی عدالت اور دین میں کوئی نقص نہیں ہوتا، جیسا کہ انہیں بخیل، بزدل، کم علم اور غیر زاہد جیسے اوصاف سے متصف کرتے ہیں، وہ سزا اور تادیب کے مستحق ہیں۔ صرف اس بنا پر ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ جو اہل علم شیعہ کو کافر نہیں کہتے، ان کے اقوال بھی ایسے لوگوں پر ہی محمول کیے جائیں گے۔ البتہ جو لوگ صحابہ کرام کے بارے میں مطلق لعن وطعن کرتے ہیں، ان کا معاملہ محل اختلاف ہے، کیونکہ بطورِ غصہ میں اور بطورِ عقیدہ لعن وطعن کرنے میں فرق ہے۔

جو لوگ اس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ ماسوائے چند صحابہ کرام کے، جن کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی، باقی سب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، یا اکثر صحابہ کرام کو فاسق قرار دیتے ہیں، تو ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ یہ قرآن کریم کی کئی نصوص کی تکذیب کرتے ہیں، جن میں صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور تعریفِ الٰہی کی تصریح موجود ہے۔ ایسے لوگوں کے کفر میں شک کرنے والوں کا کفر بھی متعین ہو جاتا ہے، کیونکہ ان کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن وحدیث کو ہم تک پہنچایا، وہ کافر یا فاسق تھے (العیاذ باللہ)، نیز قرآنِ کریم نے جنہیں بہترین امت، جس میں سے بھی بہترین گروہ قرنِ

اول (صحابہ) ہیں، قرار دیا ہے، ان میں سے اکثر کافر اور فاسق تھے۔اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ امت سب امتوں سے بری اور اس کے پہلے دو ادوار سب سے برے تھے۔جو لوگ ایسے عقائد رکھتے ہوں، ان کا کفر دین اسلام کی رُو سے لازمی طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کا بے دین ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔اکثر زندیق لوگ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبرت ناک سزائیں ان میں ظاہر ہو چکی ہیں، بلکہ متواتر منقول ہے کہ زندہ اور مردہ حالت میں ان کے چہرے خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیے گئے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتِم الرّسول، ص 586-587)

سوال: ایک امام نے نماز عید پڑھائی، وہ پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد کہنا بھول گیا، کسی نے لقمہ بھی نہ دیا اور رکوع کر دیا، اس نے دوسری رکعت میں پہلی رکعت والی زوائد تکبیرات بھی کہہ دی، کیا اس کا یہ اقدام درست ہے؟

جواب: پہلی رکعت کی تکبیرات کو دوسری رکعت کی تکبیرات کے ساتھ ملا کر ادا کرنا درست نہیں، اگر کوئی امام عید کی تکبیرات زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں چلا جائے، تو اب وہ تکبیرات زوائد نہ کہے، بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا نَسِيَ التَّكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدَ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ فَيُنْظَرُ إِنْ تَذَكَّرَهَا فِي الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ لَمْ يُعِدْهَا بِلَا خِلَافٍ .

''اگر کوئی امام نماز عید کی زوائد تکبیرات کہنا بھول جائے، تو دیکھا جائے، اگر

اسے رکوع میں یا رکوع کے بعد یاد آیا، تو وہ ان تکبیرات کا اعادہ نہیں کرے گا، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔''

(المَجموع : 123/4)

(سوال): کیا بلند آواز سے اشعار گنگنائے جا سکتے ہیں؟

(جواب): اشعار جائز اور مشروع کلمات پر مشتمل ہوں، تو انہیں گنگنایا جا سکتا ہے، بلند آواز سے بھی شعر گوئی کی جا سکتی ہے۔

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَوْجُهُ مِنَ الْغِنَاءِ لَا خِلَافَ فِي جَوَازِهَا بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

''شعر گوئی کی ان صورتوں کے جائز ہونے میں علما کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(التّمهيد : 197/22)

(سوال): امام خطبہ دے رہا ہے، سامعین میں سے کسی کو چھینک آئی، تو کیا اس چھینک کا جواب دیا جا سکتا ہے یا دوران خطبہ اس کی بھی ممانعت ہے؟

(جواب): دوران خطبہ چھینک کا جواب دینا جائز ہے، اسی طرح سلام کا جواب دینا بھی جائز ہے، نیز خطیب کی کسی بات پر بھی جواب دیا جا سکتا ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

جَازَ رَدُّ السَّلَامِ وَالتَّشْمِيتُ بِلَا خِلَافٍ .

''(دوران خطبہ) سلام کا جواب دینا اور چھینک کا جواب دینا جائز ہے، اس میں کچھ اختلاف نہیں۔''

(المَجموع : 524/4)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے لیے بغیر حق مہر نکاح کرنا جائز تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا کہ آپ ﷺ بغیر مہر کے نکاح کر سکتے تھے، اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دے اور نبی کریم ﷺ قبول کر لیں، تو نکاح ہو جاتا تھا، مہر کی ادائیگی یا ولی کی رضا مندی نبی کریم ﷺ کے لیے شرط نہیں تھی۔ البتہ غیر نبی کے لیے بغیر حق مہر کے نکاح جائز نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الأحزاب : ٥٠)

”اگر کوئی مؤمنہ اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے، تو اگر نبی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو ایسی عورت بھی نبی کریم ﷺ کے لیے حلال ہے۔) یہ خالص آپ کے لیے حکم ہے، مؤمنوں کے لیے یہ حکم نہیں۔“

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا

لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ .

''نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے (مزید) عورتوں میں رغبت نہیں۔''

(صحيح البخاري : 5029؛ صحيح مسلم : 1425)

یہ تقریری حدیث دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مہر ضروری نہ تھا، کیونکہ عورت نے نبی کریم ﷺ کو اپنا آپ ہبہ کیا، تو آپ ﷺ نے اس کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی، بلکہ مزید نکاح کرنے میں رغبت ظاہر نہ کی۔ اگر یہ عمل جائز نہ ہوتا، تو آپ ﷺ ضرور نکیر فرماتے، کیونکہ آپ ﷺ کبھی ناجائز بات پر بغیر نکیر کیے خاموشی اختیار نہیں کرتے۔

❁ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ نِكَاحٌ بِدُونِ مَهْرٍ لِغَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْأَصْلُ فِي ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾(الأحزاب : ٥٠) فَأَخْبَرَ تَعَالٰى أَنَّ ذٰلِكَ خَالِصٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَا يَحِلُّ ذٰلِكَ لِغَيْرِهٖ وَمِنْ جِهَةِ السُّنَّةِ أَنَّ الْمَرْأَةَ قَالَتْ لَهُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَلَوْ كَانَ مُنْكَرًا لَأَنْكَرَهُ عَلَيْهَا وَلَمْ يُقِرَّهَا عَلَيْهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِرُّ عَلَى الْبَاطِلِ .

''اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ مہر کے بغیر نکاح نہیں، البتہ نبی کریم ﷺ کے لیے جائز ہے، اس میں بنیادی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے : ﴿وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾(الأحزاب : ٥٠)''اگر کوئی مؤمنہ اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے، تو اگر نبی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو ایسی عورت بھی نبی کریم ﷺ کے لیے حلال ہے۔) یہ خالص آپ کے لیے حکم ہے، مؤمنوں کے لیے یہ حکم نہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ حکم صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کے لیے ہے، دیگر مؤمنوں کے لیے نہیں، کسی اور کے لیے ایسا کرنا حلال نہیں۔ سنت میں دلیل یہ ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے اس عمل کی نکیر نہ فرمائی، اگر یہ منکر کام ہوتا، تو آپ ﷺ اس عورت پر نکیر ضرور فرماتے اور اسے اس عمل پر قائم نہ رہنے دیتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ باطل پر قائم نہیں رہنے دیتے (بلکہ قول یا عمل سے اس پر نکیر فرماتے ہیں)۔''

(المُنتقٰی شرح الموطأ : 275/3)

سوال: تقلید شخصی کا آغاز کب ہوا؟

جواب: تقلید شخصی کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہوا، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین تقلید شخصی جیسے ناسور سے ناواقف تھے۔ فرد واحد کو حق کا معیار بنا لینا واضح گمراہی

ہے۔بعض لوگ اسے دین بنا کر پیش کرتے ہیں، جبکہ قرون ثلاثہ کے لوگ اس سے بالکل نابلد تھے۔

✿ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ أَحَدٌ أَتٰى إِلٰى قَوْلِ تَابِعٍ أَوْ قَوْلِ صَاحِبٍ فَأَخَذَ بِهٖ كُلِّهٖ فَهٰذَا الْإِجْمَاعُ الْمَقْطُوعُ بِهِ الْمُتَيَقَّنُ فِي ثَلَاثَةِ أَعْصَارٍ مُتَّصِلَةٍ ثُمَّ هِيَ الْأَعْصَارُ الْمَحْمُودَةُ قَدْ خَالَفَهَا الْمُقَلِّدُونَ الْآخِذُونَ بِأَقْوَالِ أَبِي حَنِيفَةَ فَقَطْ أَوْ بِأَقْوَالِ مَالِكٍ فَقَطْ أَوْ بِأَقْوَالِ الشَّافِعِيِّ فَقَطْ وَهُوَ عَمَلٌ مُحْدَثٌ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ الصَّحِيحِ .

''اہل علم میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کہ تیسری صدی میں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا، جو کسی شخص کا بایں صورت مذہب اختیار کرتا ہوں کہ اس کی ہر ہر بات کو قبول کرتا ہو۔ یہ قطعی اور یقینی اجماع لگا تار تین زمانوں میں ہے۔ ان قابل ستائش زمانوں کی مخالفت مقلدین نے کی ہے، جو صرف ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا صرف امام مالک رحمہ اللہ یا صرف امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ بدعی عمل ہے اور اجماع صحیح کے خلاف ہے۔''

(الإحكام في أصول الأحكام : 190/4)

✿ نیز فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَسْأَلُهُمْ أَنْ يُعْطُونَا فِي الْأَعْصَارِ الثَّلَاثَةِ الْمَحْمُودِيَّةِ عَصْرِ

الصَّحَابَةِ وَعَصْرِ التَّابِعِينَ وَعَصْرِ تَابِعِي التَّابِعِينَ رَجُلًا وَّاحِدًا قَلَّدَ عَالِمًا كَانَ قَبْلَهٗ فَأَخَذَ بِقَوْلِهٖ كُلِّهٖ وَلَمْ يُخَالِفْهُ فِي شَيْءٍ فَإِنْ وَّجَدُوهُ وَلَنْ يَّجِدُوهُ وَاللّٰهِ أَبَدًا لِأَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ قَطُّ فِيهِمْ فَلَهُمْ مُّتَعَلِّقٌ عَلٰى سَبِيلِ الْمُسَامَحَةِ وَلَمْ يَجِدُوهُ فَلْيُوقِنُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَحْدَثُوا بِدْعَةً فِي دِينِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يَسْبِقْهُمْ إِلَيْهَا أَحَدٌ وَّلْيَعْلَمُوا أَنَّ عِصَابَةً مِّنْ أَهْلِ الْعَصْرِ الرَّابِعِ ابْتَدَعُوا فِي الْإِسْلَامِ هٰذِهِ الْبِدْعَةَ الشَّنْعَاءَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُمْ وَالْبِدَعُ مُحَرَّمَةٌ وَّشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَلْيَعْلَمُوا أَنَّ طُلَّابَ سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَانَتْ وَالْعَامِلِينَ بِهَا وَالْمُتَفَقِّهِينَ فِي الْقُرْآنِ الَّذِينَ لَا يُقَلِّدُونَ أَحَدًا هُمْ عَلٰى مِنْهَاجِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَالْأَعْصَارِ الْمَحْمُودَةِ وَأَنَّهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ فِي كُلِّ عَصْرٍ وَّالْأَكْثَرُونَ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِلَا شَكٍّ وَّإِنْ قَلَّ عَدَدُهُمْ.

”ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرون ثلاثہ اولیٰ میں کوئی ایک شخص لائیے، جس نے اپنے سے پہلے کسی عالم کی تقلید اس طرح کی ہو کہ کسی بات میں اس کی مخالفت نہ کرتا ہو؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں لاسکیں گے، کیوں کہ یہ ان میں تھی ہی نہیں، اگر ہم شرائط نرم کردیں پھر بھی ایسا انسان نہیں ملے گا، تو مان لیجئے کہ آپ نے ایک بدعت ایجاد کرلی ہے، جس کا وجود پہلی تین صدیوں میں نہیں ملتا، یہ برائی چوتھی صدی کے اہل بدعت نے امت میں عام کی ہے، یاد رکھیے! کہ

طالبان حدیث رسول ﷺ جہاں بھی ہوں کبھی تقلید نہیں کرتے ، یہ لوگ عہد صحابہ وتابعین کے منہج پر ہیں، یہ اہل حق ہر زمانے میں رہے ہیں اور اللہ کے ہاں اکثریت رکھتے ہیں، اگرچہ ان کی تعداد کم کیوں نہ ہو۔''

(الإحکام في أصول الأحکام : 6/145-146)

✿ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرُ مُجْمِعِينَ عَلَى التَّقْلِيدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَّاحِدٍ بِعَيْنِهٖ .

''خوب جان لیجئے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمع نہیں تھے۔''

(حجّة اللّٰہ البالغة :1/260)

معلوم ہوا کہ تقلید کی بدعت چوتھی صدی میں شروع ہوئی ، جو دین خیر القرون میں رہا، وہی حق اور سچ ہے، وہ لائق اتباع ہے۔تقلید نے اُمت میں پھوٹ ڈالی، جمود پیدا کیا، لوگوں میں کتاب وسنت کی ہیبت ختم کردی، نتیجتاً گمراہیاں مقدر ٹھہریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب وسنت کا متبع بنائے اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین کے عقائد واعمال کا پیرو بنائے، آمین!

سوال: ایک قبیلے میں دستور ہے کہ ہر زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے،خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔اس اقدام پر کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اسلام میں شادی شدہ زانی کی حد یہ ہے کہ اسے رجم کر دیا جائے ، البتہ کنوارے زانی کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

قبیلے یا قبیلے کے سردار کا یہ فیصلہ سراسر کتاب اللہ پر زیادتی ہے کہ وہ کنوارے زانی کو بھی رجم کر دیتے ہیں، حدود اللہ میں کسی کو بھی ہیر پھیر کرنے کی اجازت نہیں، اس میں کمی پیشی جائز نہیں، البتہ تعزیرات میں حکمرانوں کو اختیار ہے کہ وہ حالات، جرم اور مجرم کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا میں سختی یا نرمی کر سکتے ہیں۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الزَّانِيَ إِذَا لَمْ يُحْصِنْ حَدُّهُ الْجَلْدُ دُونَ الرَّجْمِ، وَهٰذَا لَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ .

”اگر زانی شادی شدہ نہ ہو، تو اس کی حد کوڑے ہیں، رجم نہیں، اس بارے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا۔“

(التّمهيد : 177/6، الاستذكار : 477/7)

سوال: ایک شخص نے غیر ارادی طور پر قرآن کریم کی آیت غلط پڑھ دی، تو لوگوں نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اگر کسی نے بھول کر یا غیر ارادی طور پر قرآن کریم کی قرأت غلط کر دی اور آیت کے الفاظ کو بدل دیا، جبکہ اسے اس کا علم نہ تھا، تو وہ شخص گناہ گار نہیں، چہ جائیکہ اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے۔

کفر کا فتویٰ اس وقت آئے گا، جب کوئی شخص علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قرآن کریم کی آیت کو غلط پڑھے یا لکھے اور اس پر قائم رہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْإِجْمَاعِ أَنَّهٗ لَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنَ الْأُمَّةِ أَنَّ مَنْ قَرَأَ

فَبَدَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ بِلَفْظٍ آخَرَ أَوْ أَسْقَطَ كَلَامًا أَوْ زَادَ سَاهِيًا مُخْطِئًا فَإِنَّهُ لَا يَكْفُرُ وَلَا يَبْتَدِعُ وَلَا يَفْسُقُ وَلَا يَعْصِي .

اس پر اجماع ہے اور اُمت میں کوئی بھی اس کا مخالف نہیں کہ جس نے قرآن کریم کی قرأت کی اور بھول کر اور غلطی سے قرآن کریم کے کسی لفظ کو بدل دیا یا کوئی جملہ حذف کر دیا یا کوئی جملہ زائد کر دیا، تو وہ نہ کافر ہو گا، نہ بدعتی، نہ فاسق اور نہ گناہ گار۔''

(الإحكام في أصول الأحكام : 8/140)

تکفیر انتہائی حساس مسئلہ ہے، ہر کس و ناکس کو اس میں طبع آزمائی کی اجازت نہیں، یہ ماہر علما کا کام ہے، اگر کسی نے جان بوجھ کر بھی کوئی کفریہ جملہ بولا ہو، تو عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔ اس کا معاملہ شرعی عدالت اور اہل علم کے سپرد کرنا چاہیے۔ باقی وہ جانیں اور ان کا رب جانے۔

سوال: کیا حیض میں دی گئی طلاق بدعی ہے؟

جواب: بلاشبہ حیض میں دی گئی طلاق بدعی ہے، دوران حیض طلاق دینا حرام ہے، مگر یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس پر دلائل موجود ہیں۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ أَنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَاطِبَةً، وَمِنْ جُمْلَتِهِمْ جَمِيعُ الْمُخَالِفِينَ لَنَا فِي ذٰلِكَ فِي أَنَّ الطَّلَاقَ فِي الْحَيْضِ أَوْ فِي طُهْرٍ جَامَعَهَا فِيهِ بِدْعَةٌ .

''اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں، اس اجماع میں اس مسئلہ میں

ہماری مخالفت کرنے والے بھی شامل ہیں کہ حیض میں دی گئی طلاق اور اس طہر میں دی گئی طلاق کہ جس میں اس نے بیوی سے جماع کیا تھا، بدعی طلاق ہے۔‘‘

(زاد المَعاد : 320/5)

سوال: کیا کسی شریف آدمی پر زنا کی تہمت لگانا ممنوع ہے؟

جواب: کسی بے گناہ پر زنا کی تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے، خواہ وہ بے گناہ مرد ہو یا عورت۔ بے گناہ پر تہمت زنا لگانے والے پر حد قذف لگائی جائے گی۔ حد قذف اَسی (۸۰) کوڑے ہیں۔

جس طرح بے گناہ عورت پر تہمت لگانے سے حد قذف واجب ہوتی ہے، اسی طرح بے گناہ مرد پر زنا کی تہمت لگانے پر بھی حد قذف لازم آتی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النّور : ٤)

’’وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے، تو انہیں اَسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی (آئندہ) کبھی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔‘‘

اس حکم میں عورتوں کے ساتھ ساتھ مرد بھی شریک ہیں۔ ان پر تہمت زنا لگانا بھی حد قذف کو واجب کرتا ہے۔

❀ علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

يَدْخُلُ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿الْمُحْصَنَاتِ﴾(النّور : ٤) الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، لِأَنَّهٗ لَمَّا كَانَتْ لَا تَزْنِي امْرَأَةٌ إِلَّا بِرَجُلٍ اكْتَفَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِذِكْرِ الْمُحْصَنَاتِ عَنِ الْمُحْصَنِينَ، وَهُوَ أَمْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، لَا اخْتِلَافَ عِنْدَ أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ قَذْفَ الْمُحْصَنِ كَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ فِي وُجُوبِ الْحَدِّ وَلُحُوقِ الْإِثْمِ .

''اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''پاک دامن عورتوں (پر تہمت لگانے والے کی سزا) کے تحت مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں، کیونکہ عورت کسی نہ کسی مرد سے ہی زنا کرتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ عورتوں کا ذکر کر کے مردوں کو بھی شامل کر لیا۔ اس پر اتفاق ہے، مسلمانوں میں کوئی بھی اس کا مخالف نہیں کہ پاک دامن مرد پر تہمت زنا لگانا بھی پاک دامن عورت پر تہمت زنا لگانے کے مترادف ہے، اس میں بھی حد واجب ہوگی اور گناہ لاحق ہوگا۔''

(المقدمات الممهدات : 264/3)

سوال: ایک مسلمان نے یہودی عورت سے شادی کی، پھر وہ فوت ہوگیا، کیا اس کی یہودی بیوی اس کی وارث بنے گی؟

جواب: کوئی مسلمان کافر کا اور کوئی کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب کی پاک دامن عورت سے شادی کرنا جائز ہے، مگر ان میں میراث تقسیم نہیں ہوسکتی، کیونکہ تقسیم میراث کے لیے وارث اور مورث کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

❀ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ .

”مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے، نہ کافر مسلمان کا۔“

(صحيح البخاري : 6764، صحيح مسلم : 1614)

❀ سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ .

”عَقِیل اور طالب دونوں ابو طالب کے وارث بنے تھے، لیکن (ابو طالب کے بیٹے) سیّدنا جعفر اور سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے اُن کی وراثت سے کچھ بھی نہیں لیا، کیونکہ وہ دونوں مسلمان اور عَقِیل اور طالب کافر تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مؤمن کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔“

(صحيح البخاري : 1588، صحيح مسلم : 1614)

سوال: کیا پگڑی پر مسح ثابت ہے؟

جواب: پگڑی پر مسح ثابت ہے، اس پر صحیح احادیث ہیں۔

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا، انہیں سردی لاحق ہوئی، جب وہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے، تو آپ ﷺ نے انہیں پگڑیوں اور موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 277/5، سنن أبي داود : 146، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۶۰۲) نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’قوی‘‘ بھی کہا ہے۔

(سِیَر أعلام النّبلاء : 491/4)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

(المَجموع :408/1)

تنبیہ:

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَصْلُ أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَرَضَ مَسْحَ الرَّأْسِ وَحَدِیثُ ثَوْبَانَ مُحْتَمَلٌ لِلتَّأْوِیلِ فَلَا یُتْرَكُ الْأَصْلُ الْمُتَیَقَّنُ وُجُوبُهٗ بِالْحَدِیثِ الْمُحْتَمَلِ وَمَنْ قَاسَهٗ عَلٰی مَسْحِ الْخُفَّیْنِ فَقَدْ أَبْعَدَ لِأَنَّ الْخُفَّ یَشُقُّ نَزْعُهٗ وَنَزْعُ الْعِمَامَةِ لَا یَشُقُّ.

’’اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سر کا مسح فرض کیا ہے، جبکہ ثوبان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں تاویل کا احتمال ہے، لہٰذا وہ اصل جس کا وجوب یقینی ہے، کو محتمل حدیث کے ساتھ ترک نہیں کیا جا سکتا اور جس نے پگڑی کے مسح کو موزوں پر مسح کرنے پر قیاس کیا ہے، اس کا استدلال دور از کار ہے، کیونکہ موزوں کو اتارنے میں

مشقت ہے، جبکہ پگڑی کو اتارنے میں کوئی مشقت نہیں۔“

(مَعالم السّنن :57/1)

حافظ خطابی رحمہ اللہ کی بات درست نہیں۔ بلاشبہ قرآن وحدیث میں سر کا مسح فرض کیا گیا ہے، لیکن پگڑی پر مسح کی رخصت بھی حدیث صحیح میں موجود ہے، اس رخصت کو احتمالی کہنا بھی درست نہیں۔ جس طرح پاؤں کو دھونا اصل ہے اور موزوں پر مسح کی رخصت ہے، اسی طرح سر کا مسح اصل ہے اور پگڑی کی صورت میں پگڑی پر مسح کرنے کی بھی رخصت ہے۔ کسی مسئلہ میں ثابت رخصت پر عمل کرنے سے اس کے وجوب کا ترک لازم نہیں آتا۔

سوال: ایک وقت میں مختلف انواع کے کھانے تناول کرنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو، تو ایک وقت میں مختلف انواع واقسام کے کھانے تناول کیے جاسکتے ہیں، البتہ ضائع نہ کیے جائیں، کہ نعمتوں کو ضائع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ شرعی حد میں رہتے ہوئے زیادہ ڈشیں بنانا اور کھانا جائز ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ .

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور کھاتے دیکھا۔“

(صحيح البخاري : 5440، صحيح مسلم : 2043)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ ...... أَكْلِ الطَّعَامَيْنِ مَعًا وَالتَّوَسُّعِ فِي الْأَطْعِمَةِ وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي جَوَازِ هٰذَا .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ اکٹھے دو کھانے کھائے جاسکتے ہیں، نیز وسیع دسترخوان

لگایا جا سکتا ہے، اس کے جواز میں علما کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔‘‘

(شرح مسلم : 227/13)

سوال: کیا دو بندوں کی جماعت سے انہیں مکمل جماعت کا ثواب ملتا ہے؟

جواب: اگر کسی مسجد میں دو بندے ہی موجود ہیں اور وہ نماز کی جماعت کرا لیتے ہیں، تو انہوں مکمل جماعت کا ثواب مل جاتا ہے، جو کہ پچیس سے ستائیس درجے ہیں۔

اسی طرح ایک مرد اور اس کے پیچھے ایک عورت کی جماعت ہو یا آقا اور غلام جماعت کرائیں یا کوئی اور صورت ہو، تب بھی مکمل جماعت کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَقَلُّ الْجَمَاعَةِ اثْنَانِ إِمَامٌ وَمَأْمُومٌ فَإِذَا صَلَّى رَجُلٌ بِرَجُلٍ أَوْ بِامْرَأَةٍ أَوْ أَمَتِهِ أَوْ بِنْتِهِ أَوْ غَيْرِهِمْ أَوْ بِغُلَامِهِ أَوْ بِسَيِّدَتِهِ أَوْ بِغَيْرِهِمْ حَصَلَتْ لَهُمَا فَضِيلَةُ الْجَمَاعَةِ الَّتِي هِيَ خَمْسٌ أَوْ سَبْعٌ وَّعِشْرُونَ دَرَجَةً وَهٰذَا لَا خِلَافَ فِيهِ وَنَقَلَ الشَّيْخُ أَبُو حَامِدٍ وَغَيْرُهٗ فِيهِ الْإِجْمَاعَ .

’’جماعت کی قلیل ترین تعداد دو افراد پر مشتمل ہے، ایک امام اور دوسرا مقتدی۔ اگر کوئی شخص ایک شخص کے ساتھ یا ایک عورت کے ساتھ، یا اپنی لونڈی کے ساتھ، یا بیٹی وغیرہ کے ساتھ، یا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے آقا وغیرہ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لے، تو ان دونوں کو جماعت کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے، جو کہ پچیس یا ستائیس درجے ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں، شیخ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔‘‘

(المَجموع : 196/4)

سوال: مدلس کی روایت کب قبول ہوتی ہے؟

جواب: سب سے پہلے دیکھا جائے گا کہ مدلس ثقہ ہے یا ضعیف۔ اگر مدلس ضعیف ہے، تو اس کی روایت مطلقاً ضعیف ہوتی ہے، خواہ وہ سماع کی صراحت کرے یا نہ کرے۔ لیکن اگر مدلس ثقہ یا صدوق ہے، تو اس کی سماع کی صراحت کے ساتھ روایت قبول ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی اور مانع نہ ہو۔

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (٦٢٨ ھ) ایک ثقہ مدلس کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا صَرَّحَ بِالسَّمَاعِ فَلَا كَلَامَ فِيهِ ...... فَيُقْبَلُ مِنْهُ ذٰلِكَ بِلَا خِلَافٍ .

''اگر یہ راوی سماع کی صراحت کر دے، تو اس میں کوئی کلام نہیں۔...... اس کی وہ روایت قبول کی جائے گی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(بَیان الوھم والإیھام : 379/2)

سوال: ''قزع'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: قزع سے مراد یہ ہے کہ سر کے بعض حصے سے بال مونڈھ دینا اور بعض حصے پر بال باقی رکھنا۔ بالوں کی ہیئت ممنوع ہے۔

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّهٗ إِذَا حَلَقَ مِنَ الرَّأْسِ مَوَاضِعَ، وَأُبْقِيَتْ مَوَاضِعُ أَنَّهُ الْقَزَعُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ، لِمَا عُرِفَ مِنَ اللُّغَةِ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب سر کے بعض حصوں سے بال مونڈھ دیے جائیں اور بعض حصوں میں بال چھوڑ دیے جائیں، تو یہ ممنوع قزع ہے، کیونکہ لغت عرب میں یہی تعریف معروف ہے۔“

(المُفهم : 441/5)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ درکار ہے۔

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

اَلْعَجَبُ مِنْهُمْ أَنَّهٗ إِنْ أَتٰی بِالضِّعَافِ فِي بَابِ الْمَغَازِي جَعَلُوا يُجَرِّحُونَهٗ، وَالدَّارَقُطْنِيُّ يَأْتِي بِالْمُخْتَلَطَاتِ فِي بَابِ الْأَحْكَامِ ثُمَّ يَبْقٰی إِمَامًا .

”ان محدثین پر تعجب ہے کہ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مغازی میں ضعیف روایات بیان کر دیں، تو یہ محدثین ان پر جرح کرنے لگ جاتے ہیں، جبکہ دارقطنی رحمہ اللہ احکام کے باب میں ضعیف روایت لے آئیں، تو وہ پھر بھی امام ہی رہتے ہیں۔“

(فيض الباري : 521/2)

جواب: برا ہو تقلید کا، اس کی جملہ خامیوں میں ایک بڑی خامی یہ ہے کہ انسان حق بات کو رد کرنے میں بے باک ہو جاتا ہے۔ تقلید انسان کو غیر معتدل بنا دیتی ہے۔

کشمیری صاحب کس انداز میں جماعت محدثین پر انگشت نمائی کرتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بغیر کسی معقول وجہ کے ضعیف قرار دے دیا۔ یہ محدثین کی جناب میں سوئے ظنی ہے۔

یاد رہے کہ محدثین نے بالاتفاق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ضعیف وسیء الحفظ قرار دیا ہے،

کیونکہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا میدان نہیں تھا۔

جبکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کو ان کے ہم عصروں اور بعد کے حفاظ نے امام علل تسلیم کیا ہے۔آپ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں جو ضعیف اور غیر ثابت روایات نقل کی ہیں، وہ سند کے ساتھ کی ہیں۔ جب محدث اپنی روایت کردہ حدیث کی سند بیان کر دے،تو وہ اپنی ذمہ داری سے عہد برآ ہو جاتا ہے،کسی محدث کا باسند ضعیف روایات نقل کر دینا جرح یا طعن نہیں، کہ جس کی بنا پر اسے ضعیف قرار دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ضعیف روایات نقل کرنے کی وجہ سے مجروح قرار نہیں دیا گیا، بلکہ روایات میں بکثرت غلطیاں کرنے اور دیگر اسباب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

کشمیری صاحب نے انصاف سے پہلوتہی اختیار کی ہے اور ان کا تبصرہ محض جماعت محدثین سے تعصب پر مبنی ہے۔

سوال: کیا محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی احکام میں منفرد روایت حجت ہے؟

جواب: امام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ سیر اور مغازی کے امام ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک حسن الحدیث ہیں، خواہ حدیث کا تعلق احکام سے ہو یا فضائل ومناقب سے۔ آپ رحمہ اللہ اگر کسی روایت کو بیان کرنے میں منفرد بھی ہوں، تب بھی قبول ہیں، بشرطیکہ سماع کی صراحت کر دیں۔

تنبیہ:

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے:

لَمْ يَكُنْ يُحْتَجُّ بِهٖ فِي السُّنَنِ .

”محمد بن اسحاق سے احکام کی احادیث میں حجت نہیں پکڑی جائے گی۔“

(تاریخ بغداد للخطیب :230/1)

یہ قول ثابت نہیں، اس کی سند میں ابن عقدہ متہم ہے۔

❀ نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ فَهُوَ رَجُلٌ تُكْتُبُ عَنْهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كَأَنَّهُ يَعْنِي الْمَغَازِيَ وَنَحْوَهَا ...... فَأَمَّا إِذَا جَاءَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ أَرَدْنَا قَوْمًا هٰكَذَا .

''محمد بن اسحاق ایسا راوی ہے، جس سے اس طرح کی احادیث لکھی جائیں گی (امام دوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) گویا کہ امام احمد رحمہ اللہ مغازی وغیرہ کی احادیث مراد لیتے ہیں۔......البتہ جب حلال وحرام کے متعلق احادیث ہوں، تو ہم قوی ترین راویوں کا قصد کرتے ہیں۔''

(تاریخ الدّوري :231)

ممکن ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ محمد بن اسحاق مغازی وغیرہ میں حجت اور امام ہیں، جبکہ احکام والی احادیث میں ان کا وہ درجہ نہیں، جو مغازی میں ہے، اس لیے اگر محمد بن اسحاق احکام کی روایات میں کسی ثقہ کی مخالفت کریں، تو حجت نہیں ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کی یہ بات دیگر ثقہ ائمہ کے موافق ہے۔

اگر امام احمد رحمہ اللہ کے قول کو مطلق لیا جائے، تو بھی اس سے مراد یہ ہے کہ محمد بن اسحاق کی احکام میں وہ روایات قبول نہیں، جن پر اہل علم نے جرح کر دی یا ان روایات کے عدم صحت پر قرائن موجود ہیں۔

بہر حال امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کو احکام والی احادیث میں مطلق

ضعیف قرار نہیں دیا، بلکہ ان کی ثقاہت کے اعلیٰ درجے کی نفی کی ہے اور زیادہ احتیاط کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان معاملات میں محمد بن اسحاق سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، لہٰذا ان کی روایات جھٹ سے قبول نہ کی جائیں، بلکہ قرائن اور دیگر دلائل کو مدنظر رکھا جائے۔

یوں امام احمد رحمہ اللہ کے اس قول اور دیگر اقوال میں تطبیق ہو جائے گی، کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی توثیق بھی کی ہے۔

اگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول کو اس پر محمول کیا جائے کہ آپ رحمہ اللہ محمد بن اسحاق کی حلال وحرام میں منفرد روایت بالکل قبول نہیں کرتے تھے، تو یہ امام احمد رحمہ اللہ کی رائے ہے، دیگر ائمہ محدثین کا تعامل اس کے برعکس ہے، لہٰذا جمہور ائمہ کی رائے ہی راجح ہے۔

جمہور کے نزدیک محمد بن اسحاق کی روایت مطلق طور پر قبول ہے، الا کہ اس میں غلطی پر دلیل قائم ہو جائے، جب کسی ماہر امام کی طرف سے محمد بن اسحاق کی کسی خاص روایت پر جرح منقول ہو، تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا، بقیہ روایات کو قبول کر لیا جائے گا۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لِيَهُودِيٍّ أَيْنَ جَهَنَّمُ؟ قَالَ : فِي الْبَحْرِ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ : مَا أَظُنُّهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ .

”سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہودی سے پوچھا: جہنم کہاں ہے؟ کہنے لگا: سمندر میں، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے۔“

(الفِصل في المِلَل والأهواء والنِّحل لابن حزم: 82/2)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: ایک شخص نے حق مہر میں اپنی بیوی کو تمام غیر منقولہ جائیداد ادا کر دی، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حق مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں۔ فریقین جس مقدار کو بطور حق مہر قبول کر لے، اسے حق مہر بنایا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی حق مہر میں تمام غیر منقولہ جائیداد دے دے، تو یہ جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿......وَ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا......﴾ (النّساء : ۲۰)

''......اور تم نے بیوی کو ایک خزانہ (بطور مہر) دیا ہو......۔''

یہ یاد رہے کہ اگر کسی نے جائیداد بیوی کے نام لگوا دی، تو اب وہ اس کی مکمل وارث ہے، وہ اس میں مکمل تصرف کا حق رکھتی ہے، اس سے وہ جائیداد کسی صورت واپس نہیں لی جا سکتی، الا کہ وہ خود اپنی مرضی سے دے دے، تو الگ بات ہے۔

یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ بعض لوگ ویسے ہی جائیداد لکھوا دیتے ہیں، مگر بیوی کو اس کا مالک نہیں بناتے، نہ وہ جائیداد بیوی کے حوالے کرتے ہیں، یہ ناجائز اور حرام ہے۔ یہ بیوی کا شوہر کے ذمہ قرض ہے، جو بہر صورت ادا کرنا ضروری ہے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ اتنا حق مہر لکھوایا جائے، جتنا انسان کی استطاعت میں ہے، تاکہ بعد میں ادا کرنے میں پشیمانی نہ بنے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۳)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:

أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاؤُوا اسْتَغْفَرُوا.

''اللہ! میرا شمار ان لوگوں میں فرما دے، جو نیکی کر کے خوش ہوتے ہوں اور برائی کر بیٹھیں، تو استغفار کر لیں۔''

(أحاديث عفان بن مسلم : 73، شُعب الإيمان للبيهقي : 6600، التّرغيب والتّرهيب لقوام السنة الأصبهاني : 146)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: عدالت صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دین کے واحد ناقل صحابہ ہیں اور یہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ دین کو بہر حال قیامت تک کے لئے باقی رہنا ہے، اس کی دعوت کو سلامت رہنا ہے۔ اس لیے صحابہ کی امانت و دیانت اور ثقاہت میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اگر کسی کا دعوی اس کے برعکس ہو، کسی کے پاس صحابہ کے سوا بھی دین کا کوئی ناقل موجود ہو، تو وہ اس کی نشان دہی کر دے، اگر نہیں کر سکتا، تو پھر دو ہی راستے ہیں، دین کے

ناقلین پر اعتماد کریں یا پھر دین کو چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت بیان کی ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کی توثیق وتوصیف فرمائی ہے۔ اللہ نے ان کے ذریعہ تمام امت پر حجت قائم کی ہے، انہیں دین کا راوی بنایا ہے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

جُمْهُورُ الْخَلَفِ وَالسَّلَفِ عَلٰى أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عُدُولٌ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْفَحْصِ عَنْ عَدَالَتِهِمْ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ وَالْخِطَابُ لِلْمَوْجُودِينَ، قَالَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ : وَلَعَلَّ السَّبَبَ فِيهِ أَنَّهُمْ حَمَلَةُ الشَّرِيعَةِ، فَلَوْ ثَبَتَ تَوَقُّفٌ فِي رِوَايَتِهِمْ لَانْحَصَرَتِ الشَّرِيعَةُ عَلٰى عَصْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمَا اسْتَرْسَلَتْ عَلٰى سَائِرِ الْأَعْصَارِ .

”جمہور سلف وخلف کا مذہب ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، لہٰذا ان کی عدالت کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ ”تم بہترین اُمت ہو، جنہیں لوگوں کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔“ یہاں خطاب ان لوگوں کو ہے، جو وہاں موجود تھے۔ امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریعت کے حاملین ہیں، اگر ان کی روایات کو قبول کرنے میں توقف ثابت

ہوتا، تو شریعت اسلامیہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی منحصر رہتی اور باقی زمانوں تک نہ پہنچ پاتی۔''

(تشنیف المَسامع : 1045/2)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ وَغَيْرُهُمْ بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرة : ١٤٣) الْآيَةَ، أَيْ عُدُولًا، وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران : ١١٠)، وَالْخِطَابُ فِيهَا لِلْمَوْجُودِينَ حِينَئِذٍ، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي»، رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، جو (جنگوں وغیرہ کے) فتنوں کا شکار ہوئے یا نہیں ہوئے، سبھی عادل ہیں، اس پر تمام معتمد علیہ علما کا اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرة : ١٤٣) ''اسی طرح ہم نے تمہیں اُمت وسط بنایا ہے۔'' اس آیت میں خطاب اس وقت کے موجود افراد کو ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے زمانے کے لوگ سب سے بہترین ہیں۔'' یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔''

(تدریب الرّاوي : 308/2)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی گواہی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی اُمتی سند جاری نہیں کر سکتا، وہ سب عادل ہیں، روافض کے طعن و تشنیع اور جرح کی کوئی حیثیت نہیں،

بعد اس کے تمام اہل سنت والجماعت صحابہ کی عدالت کے معترف ہیں۔

سوال: شیخین رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیخین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما کی جلالت واولیت پر اُمت کا اجماع ہے۔ قرآن وسنت میں آپ دونوں کے فضائل متواتر ہیں۔

شیخین رضی اللہ عنہما پر طعن دراصل ان تمام آیات بینات اور احادیث صحیحہ متواترہ پر طعن ہے، جن میں آپ رضی اللہ عنہما کی شان وعظمت بیان ہوئی ہے۔ جو شیخین پر طعن کرتا ہے، وہ دراصل زبان حال سے اللہ اور اس کے رسول پر اعتراض کر رہا ہوتا ہے، جو کہ فعل کفر ہے۔

اگر کوئی بدبخت رافضی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے، تو شیخین کو ان کی لعنت کی کوئی پرواہ نہیں، نہ وہ لعنت ان تک پہنچتی ہے، بلکہ وہ لعنت واپس اسی بدبخت کی طرف پلٹ آتی ہے، جو اپنے بدباطن سے مجبور ہو کر یہ فعل شنیع انجام دے رہا ہے اور اسے دین سمجھ رہا ہے۔

شیخین اور دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو چاند کی مانند ہے، کوئی جانوران کی طرف منہ اٹھا کر بھونکے، تو چاند کی چمک اور لطافت میں کچھ فرق نہیں پڑتا، نہ اس سے چاند کا برا ہونا لازم آتا ہے۔

❀ علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوّانی رحمہ اللہ (۹۱۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهَا دَعْوَاهُمْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَلَطَنَا اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِي اللَّعْنِ وَالسَّبِّ، وَمَا ذَاكَ إِلَّا عَنْ شَيْءٍ.

قُلْنَا: أَنْتُمْ كِلَابٌ لَا اعْتِبَارَ بِسَبِّكُمْ خَفِيًّا ...... وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي حِصْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَيُّ لَعْنَةٍ تَصِلُ إِلَيْهِ عِنْدَ هٰذَا الْحِمَى الْأَعْظَمِ، وَلَا شَكَّ أَنَّ لَعْنَتَكُمْ تَصِلُ إِلَيْكُمْ.

''روافض کا دعویٰ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر مسلط کیا ہے کہ ہم انہیں لعن طعن اور سب و شتم کریں، ان کے ساتھ یہ سلوک کسی وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں: تم تو کتے ہو، تمہارے پوشیدہ سب و شتم کا کوئی اعتبار نہیں۔...... سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلعے میں ہیں، بھلا اتنی بڑی حمایت کے ہوتے ہوئے ان تک کوئی بھی لعنت پہنچتی ہو گی۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہاری لعنتیں تمہاری طرف لوٹ آتی ہیں۔''

(الحِجَج الباهِرة، ص291)

سوال: صحابی کی تکفیر کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص کسی ایسی ہستی کی تکفیر کرے، جسے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو، تو وہ قطعی طور پر کافر ہے۔ بلکہ اگر کوئی کسی صحابی کو صحابی ہونے کی وجہ سے مطعون کرے، تو وہ بھی کافر ہے، کیونکہ اس میں شرف صحابیت کا استخفاف ہے۔

یہی حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، بیٹیوں اور نواسوں رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے والے کا ہے۔

✿ علامہ عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا بِتَكْفِيرِ كُلِّ مَنْ أَكْفَرَ وَاحِدًا مِّنَ الْعَشَرَةِ الَّذِينَ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَقَالُوا بِمُوَالَاةِ

جَمِيعِ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكْفَرُوا مَنْ أَكْفَرَهُنَّ أَوْ أَكْفَرَ بَعْضَهُنَّ وَقَالُوا بِمُوَالَاةِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ .

''اہل سنت والجماعت ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں، جو عشرہ مبشرہ کہ نبی کریم ﷺ نے جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے، میں سے کسی صحابی کو کافر قرار دیتا ہو۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویوں سے محبت کے قائل ہیں، نیز تمام ازواج یا کسی زوجہ کو کافر قرار دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں۔''

(الفَرق بين الفِرَق، ص 353)

عشرہ مبشرہ صحابہ سے مراد وہ عظیم المرتبت دس صحابہ ہیں، جنہیں نبی کریم ﷺ نے ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت سنائی تھی۔ عشرہ مبشرہ صحابہ یہ ہیں؛ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

اگر کوئی شخص ان صحابہ میں سے کسی کی بھی ادنی درجہ میں تکفیر کرتا ہے، وہ بالاتفاق کافر و مرتد ہے، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی کسی بھی زوجہ محترمہ کی تکفیر کرنے والا بھی کافر ہے۔

❁ علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ سَبَّ الْجَمِيعِ لَا شَكَّ أَنَّهُ كُفْرٌ وَهٰكَذَا إِذَا سَبَّ وَاحِدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ حَيْثُ هُوَ صَحَابِيٌّ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ اسْتِخْفَافٌ بِحَقِّ

الصُّحْبَةِ فَفِيهِ تَعَرُّضٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِ السَّابِّ.

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا بلاشبہ کفر ہے، اسی اگر کوئی کسی ایک بھی صحابی کو صحابی ہونے کی وجہ سے برا بھلا کہے، (وہ بھی کافر ہے)، کیونکہ اس میں شرف صحابیت کا استخفاف ہے، نیز یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنانے کی قبیل سے ہے، لہٰذا برا بھلا کہنے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں۔''

(فتاوی السّبكي : 575/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا إِذَا تَعَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ، لَمْ يُجَاوِزْهُنَّ حَتّٰى يَعْرِفَ مَعَانِيَهُنَّ وَالْعَمَلَ بِهِنَّ.

''ہم میں سے جب کوئی شخص دس آیات قرآنیہ سیکھ لیتا، تو تب تک اگلی آیات نہ سیکھتا تھا، جب تک ان دس آیات کے معانی نہ جان لے اور جب تک ان پر عمل پیرا نہ ہو جائے۔''

(تفسير الطّبري : 74/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المُستدرك للحاكم : 2047)

سند ضعیف ہے۔

① شریک بن عبد اللہ سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز شریک مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② عطاء بن سائب مختلط ہے، شریک بن عبد اللہ قاضی کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ذو مخبر حبشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ هٰذَا الْأَمْرُ فِي حِمْيَرٍ فَنَزَعَهُ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَجَعَلَهٗ فِي قُرَيْشٍ وَسَيَعُودُ إِلَيْهِمْ .

''یہ نظام حکومت حمیر میں ہوا کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے چھین کر قریش کے حوالے کر دیا، عنقریب حکومت کی باگ ڈور دوبارہ پھر سے حمیریوں میں چلی جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 91/4، التّاريخ الكبير للبخاري : 264/3)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابوحی مؤذن کا ذو مخبر حبشی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

سوال: بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاجزادیاں تھیں۔ ان کے نام بالترتیب سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ صحیح احادیث اس پر دال ہیں۔

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کفر ہے۔ روافض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی، وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تینوں بیٹیوں کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا ماننا کہ باقی

تین بیٹیاں نبی کریم ﷺ کی حقیقی اور صلبی نہیں تھی، بلکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ شوہر سے اولاد تھیں، جنہیں نبی کریم ﷺ نے مدارۃً بیٹیاں کہہ دیا۔

یہ محض انکار و کفر ہے۔ بغیر دلیل نبی کریم ﷺ کی صاجزادیوں کو کسی کی اولاد باور کرانا جرم عظیم ہے۔ کسی انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کا انکار کر دے۔

✿ علامہ محمد بن اسعد صدیقی دوانی رحمہ اللہ (۹۱۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهَا قَوْلُهُمْ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مِنَ الْبَنَاتِ غَيْرُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

وَالْجَوَابُ : أَنَّ الْقَائِلَ بِهٰذَا كَافِرٌ لِتَكْذِيبِهِ الْقُرْآنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ : ﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ﴾ .

قَالُوا : بَنَاتُ زَوْجَتِهٖ خَدِيجَةَ .

قُلْنَا : تُسَمّٰى رَبِيبَةً لَا بِنْتًا، وَالْإِضَافَةُ إِلَيْهِ لَا تَكُونُ إِلَّا لِلصُّلْبِ حَقِيقَةً، وَلَا امْتِنَاعَ لِلْحَقِيقَةِ هُنَا .

”روافض کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی بیٹی نہ تھی۔

جواب: ایسی بات کرنے والا کافر ہے، کیونکہ اس نے قرآن کریم کی تکذیب کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ﴾ ”نبی! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجئے۔“ (یہاں بنات جمع لایا گیا ہے، لہٰذا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بھی بیٹیاں ہیں، از ناقل)۔

روافض کہتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی (پہلے شوہر سے) بیٹیاں ہیں۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اسے تو ربیبہ کہتے ہیں، بیٹی نہیں کہتے، نبی کریم ﷺ کی طرف بیٹی کی نسبت اسی وقت ہو سکتی ہے، جب وہ حقیقی اور صلبی بیٹی ہو، یہاں حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی شے مانع نہیں ہے۔"

(الحِجَج الباهرة، ص 318-319)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا قَبِلَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَاتَهٗ وَصِيَامَهٗ وَقِيَامَهٗ وَاسْتَجَابَ دُعَاءَ هٗ، أَلَا وَمَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِكُلِّ عِرْقٍ فِي بَدْنِهٖ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ، أَلَا وَمَنْ أَحَبَّ آلَ مُحَمَّدٍ أَمِنَ مِنَ الْحِسَابِ وَالْمِيزَانِ وَالصِّرَاطِ، أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَأَنَا كَفِيلُهٗ بِالْجَنَّةِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ، أَلَا وَمَنْ أَبْغَضَ آلَ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ «آيِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ».

"جس نے علی سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اس کی نمازیں، روزے اور قیام قبول فرمائے گا اور اس کی دعائیں مستجاب فرمائے گا۔ یاد رکھیں کہ جس نے علی سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن میں موجود ہر رگ کے بدلے جنت میں ایک شہر عطا فرمائے گا۔ سن لیں کہ جس نے آل محمد سے محبت کی، وہ حساب و کتاب، میزان اور پل صراط پر محفوظ رہے گا۔ یاد رہے کہ جو آل محمد کی محبت پر

فوت ہوا، تو میں اسے انبیاء کے ساتھ جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ یاد رہے کہ جس نے آلِ محمد سے بغض رکھا، وہ روز قیامت آئے گا، اس کے ماتھے پر لکھا ہو گا: ''اللہ کی رحمت سے مایوس آدمی''۔

(المَناقب للموفق بن أحمد الخوارزمي : 1/120-122، كشف اليقين للحلي : 224/1، كتاب الأربعين لمحمد الشيرازي :1/165)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ الْعَظِيمِ كِذْبٌ يَلْعَنُ اللّٰهُ مَنِ افْتَرَاهَا وَلَعَنَ مَنْ لَا يُحِبُّ عَلِيًّا .

''اللہ العظیم کی قسم! یہ جھوٹ ہے، یہ جھوٹ باندھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اس پر بھی لعنت ہو، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرتا۔''

(المُنتقٰى من منهاج الاعتدال، ص 313)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ أَفْظَعِ مَا وَضَعَ وَلَقَدْ سَاقَ الْخَطِيبُ أَخْطَبُ خَوَارْزَم مِنْ طَرِيقِ هٰذَا الدَّجَّالِ بْنِ شَاذَانَ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً بَاطِلَةً سَمِجَةً رَكِيكَةً فِي مَنَاقِبِ السَّيِّدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ بِإِسْنَادٍ مُظْلِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا : مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِكُلِّ عِرْقٍ فِي بَدْنِهٖ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ .

”یہ روایت محمد بن احمد بن علی بن حسین بن شاذان کی وضع کردہ روایات میں سے سب سے قبیح ہے۔ اخطب خوارزم خطیب موفق نے اس جھوٹے ابن شاذان کی سند سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کئی باطل، بے تکی اور رکیک الفاظ پر مشتمل احادیث روایت کی ہیں۔ انہی میں سے ایک روایت ہے، جو مجہول و نامعلوم سند کے ساتھ مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے مرفوع بیان کی گئی ہے: ”جس نے علی سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم میں موجود ہر رگ کے بدلے جنت میں ایک شہر عطا کرے گا۔“

(لِسان المیزان : 8/72)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ كَذَبَتِ الرَّافِضَةُ عَلٰى عَلِيٍّ الرِّضَا وَآبَائِهِ أَحَادِيثَ وَنُسَخًا هُوَ بَرِيءٌ مِّنْ عُهْدَتِهَا، وَمُنَزَّهٌ مِّنْ قَوْلِهَا .

”روافض علی رضا رحمہ اللہ اور ان کے آباء واجداد پر جھوٹی احادیث اور نسخے گھڑتے ہیں، جن سے وہ شخصیات بری ہیں اور ایسی باتوں سے پاک ہیں۔“

(تاریخ الإسلام : 5/128)

❁ علامہ فیروزآبادی رحمہ اللہ (۸۱۷ھ) فرماتے ہیں:

سَائِرُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا الرَّافِضَةُ فَمَرْفُوضَةٌ مُفْتَرَاةٌ لَا يُسَاوِي مَدَادَهَا وَلَا يَحِلُّ نَقْلُهَا وَلَا تَضْيِيعُ الْوَرَقِ بِإِثْبَاتِهَا، فَإِنَّهَا مَعْلُومَةُ الْبُطْلَانِ عِنْدَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَأَئِمَّةِ الْعِلْمِ .

”وہ تمام احادیث جن سے روافض استدلال کرتے ہیں، وہ متروک اور

گھڑنتل ہیں، وہ سیاہی کے برابر بھی نہیں، انہیں نقل کرنا اور انہیں لکھ کر ورق ضائع کرنا جائز نہیں، کیونکہ ائمہ حدیث اور اہل علم ائمہ کے نزدیک ان کا باطل ہونا معلوم ہے۔''

(رِسالة في الرّد على الرافضة، ص 68)

❀ علامہ ابو حامد مقدسی رحمہ اللہ (۸۹۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَدِلَّتُهُمْ مِنَ السُّنَّةِ، كُلُّهَا أَوْ أَكْثَرُهَا ضَعِيفَةٌ أَوْ مَوْضُوعَةٌ مِنَ الْكَذِبِ الْمُفْتَرٰى عَلَى النَّبِيِّ وَهِيَ كَثِيرَةٌ فِي مُصَنَّفَاتِهِمْ، وَالْوَضْعُ فِيهَا ظَاهِرٌ لَا يَخْفٰى إِلَّا عَلٰى غَبِيٍّ جَامِدٍ.

''روافض کے تمام حدیثی دلائل یا اکثر حدیثی دلائل ضعیف یا من گھڑت ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہیں، روافض کی کتب میں ان کی تعداد بکثرت ہے۔ ان کا من گھڑت ہونا بالکل واضح ہے، جو کسی جامد غبی پر ہی مخفی رہ سکتا ہے۔''

(رِسالة في الرّد على الرّافضة، ص 200)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، كَانَتْ تَحْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَكَانَ شَدِيدًا عَلَيْهَا فَأَتَتْ أَبَاهَا فَشَكَتْ ذٰلِكَ إِلَيْهِ، فَقَالَ : يَا بُنَيَّةُ اصْبِرِي فَإِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ صَالِحٌ ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا فَلَمْ تَزَوَّجْ بَعْدَهُ جُمِعَ بَيْنَهُمَا فِي الْجَنَّةِ.

''سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، وہ ان

پر بہت سختی کرتے تھے، چنانچہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اپنے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور انہیں شکایت کی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! صبر کیجئے، کیونکہ جب عورت کا خاوند نیک ہو، پھر وہ وفات پا جائے اور بیوی آگے شادی نہ کرے، تو ان دونوں کو جنت میں جمع کر دیا جاتا ہے۔''

(طَبقات ابن سعد : 251/8)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عکرمہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ میمون کردی رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰى مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ كَثُرَ لَيْسَ فِي نَفْسِهٖ أَنْ يُؤَدِّيَ إِلَيْهَا حَقَّهَا خَدَعَهَا، فَمَاتَ، وَلَمْ يُؤَدِّ إِلَيْهَا حَقَّهَا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ اسْتَدَانَ دَيْنًا لَا يُرِيدُ أَنْ يُؤَدِّيَ إِلٰى صَاحِبِهٖ حَقَّهٗ خَدْعَةً حَتّٰى أَخَذَ مَالَهٗ فَمَاتَ، وَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ دِينَهٗ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ سَارِقٌ .

''جو شخص کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر (غیر معجّل) کے عوض نکاح کرے، اس کا وہ مہر ادا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، وہ اسے دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتا ہے، پھر وہ بیوی کا مہر ادا کیے بغیر فوت ہو گیا، تو وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ زانی ہوگا۔ اسی طرح جو شخص کسی سے قرض مانگتا ہے، جبکہ وہ قرض واپس کا ارادہ ہی نہیں رکھتا، چنانچہ وہ (قرض کا) دھوکہ دے کر اس سے

مال لیتا ہے، پھر قرض کی ادائیگی کیے بغیر مر جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ چور ہوگا۔"

(المُعجم الصّغير للطّبراني :111)

(جواب): اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں زانی اور چور معاملے کی سنگینی اوران کے افعال پر شدید نکیر کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ ورنہ حق مہر ادا نہ کرنے والا زانی نہیں ہوتا، بلکہ اس کا نکاح صحیح ہے، مگر اسے روز قیامت زانی آدمی کی طرح اٹھایا جائے گا، یہ اس کے فعل پر نکیر ہے۔ دنیا میں اس کا بیوی سے تعلق بالکل صحیح ہے، زنا نہیں۔

یہی معاملہ قرض کو واپس نہ کرنے والے کا ہے، وہ جھوٹا اور فراڈیہ ضرور ہے، مگر حقیقی چور نہیں، نہ اس اقدام سے اس پر چوری کی حد لگائی جائے گی۔

(سوال): روافض اپنے ائمہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

(جواب): روافض کا مذہب غلو پر قائم ہے، وہ اپنے ائمہ کو معصوم گردانتے ہیں، بلکہ بعض غالی ایسے بھی ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کا درجہ انبیائے کرام علیہم السلام اور مقرب فرشتوں سے بھی بلند تر ہے۔

❀ شیعہ امام خمینی نے لکھا ہے:

مِنْ ضُرُورِيَّاتِ مَذْهَبِنَا أَنَّهٗ لَا يَصِلُ أَحَدٌ إِلٰى مَرَاتِبِ الْأَئِمَّةِ الْمَعْنَوِيَّةِ حَتَّى الْمَلَكُ الْمُقَرَّبُ، وَالنَّبِيُّ الْمُرْسَلُ .

"ہمارے مذہب کے بنیادی اور اساسی عقائد میں سے ہے کہ ائمہ کے خاص

مقامات کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا، نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی نبی مرسل۔“

(الحكومة الإسلامية، ص 54)

سوال: کیا قرآن کریم محفوظ ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے، ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد پیدا کیے، جنہوں نے قرآن کریم کو بحفاظت اگلی نسل تک منتقل کیا، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، قرآن کریم کے نازل ہونے سے لے کر آج تک ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا، جب اصلی قرآن مفقود ہو گیا ہو اور مسلمان حقیقی قرآن سے محروم ہو گئے ہوں۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی حفاظت اور صیانت کے قائل تھے، کوئی صحابی بھی تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا۔ نہ بعد کے مسلمانوں میں کوئی تحریف قرآن کا قائل وفاعل رہا ہے۔

روافض قرآن کریم کو محرف ومبدل مانتے ہیں، یہ دنیا کی سب سے بری مخلوق ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللّٰهِ، مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ: أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ بَدَّلُوا مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ وَغَيَّرُوا، فَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكُتُبَ، قَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِذٰلِكَ ثَمَنًا قَلِيلًا، أَوَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ؟ فَلَا

وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْنَا رَجُلًا مِّنْهُمْ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ .

''مسلمانو! آپ اہل کتاب سے کیونکر کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کرتے ہیں، جبکہ آپ کی کتاب، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی ﷺ پر اتاری ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں سب سے قریبی زمانہ کی ہے، بالکل خالص ہے، اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خبر دی ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتابوں میں تغیر و تبدل کیا ہے، وہ اپنے ہی ہاتھوں سے تحریر کر کے کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، ایسا وہ (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے۔ (مسلمانو!) کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم آ جانے پر بھی آپ اہل کتاب سے سوال پوچھنے سے باز نہیں آتے؟ اللہ کی قسم! میں نے اہل کتاب کے کسی شخص کو نہیں دیکھا، کہ وہ آپ سے اس وحی (قرآن) کی بابت دریافت کرتا ہو، جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔''

(صحيح البخاري : 7423)

اہل بیت کے چشم و چراغ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے کہ جو قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے قائل ہیں، یقیناً سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد کا ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن جمع کر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کو محفوظ و مامون مانتے ہیں اور لوگوں کو اسی پر جمع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

روافض کو چاہیے کہ یا اہل بیت کا نام لینا چھوڑ دیں یا ان کے مطابق عقیدہ بنا لیں، کیونکہ اہل بیت میں سے کوئی بھی تحریف قرآن کا قائل نہیں، بلکہ سب کے سب سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کو محفوظ مانتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت اہل بیت سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کے عقائد و اعمال پر ایمان بھی رکھتے ہیں، انھی عقائد پر زندہ ہیں اور انھی پر فوت ہونے کی تمنا و آرزو رکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مذکورہ فرمان میں دیگر بھی کئی باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے، ان میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ہمیں دینی راہنمائی صرف اس وحی سے لینی چاہیے، جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے کہ جو تغیر و تبدل سے پاک ہے۔ یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے دینی راہنمائی لینا جائز نہیں، کیونکہ ان کتابوں میں یقینی طور پر تحریف ہو چکی ہے۔ اگر کوئی یہودی یا عیسائی اپنی کتابوں سے کوئی بات بیان کر دے، تو اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں؛

① وہ بات شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہو گی، تو ایسی بات کی تصدیق کی جائے گی کہ یہ منزل من اللہ ہے، اس میں تحریف نہیں ہوئی۔

② وہ بات شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یکسر خلاف ہو گی یا انبیا کی بنیادی دعوت کے خلاف ہو گی۔ ایسی بات کی تکذیب ضروری ہے۔

③ وہ بات نہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہے نہ مخالف، بلکہ ایک زائد بات ہے۔ ایسی بات کی نہ تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب، کیونکہ اس بات کے کلام الٰہی ہونے یا نہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور یہود و نصاریٰ نے اس میں تحریف نہ کی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بات یہود و نصاریٰ کی اپنی طرف سے داخل کی گئی ہو۔ لہٰذا ایسی بات پر خاموشی اختیار کی جائے گی۔

بہر حال مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب و سنت پر اکتفا کریں، جو چیز انسان کے لیے دنیا

وآخرت میں مفید ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچا دی ہے۔ اسے مزید راہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رکھی۔

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ہوتے ہوئے مزید دینی راہنمائی کے لیے تورات وانجیل کا مطالعہ کرنا جائز نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

كُنْتُ رَابِعَ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ تَحْتَ الزُّبَيْرِ، فَكَانَ إِذَا عَتَبَ عَلٰى إِحْدَانَا، فَكَّ عُودًا مِنْ عِيدَانِ الْمِشْجَبِ، فَضَرَبَهَا بِهٖ حَتّٰى يَكْسِرَهٗ عَلَيْهَا .

”میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی چوتھی بیوی تھی، آپ رضی اللہ عنہ جب ہم میں سے کسی پر غصہ ہوتے، تو کھونٹی کی ایک لکڑی توڑتے اور تب تک اسے مارتے رہتے، جب تک وہ لکڑی نہ ٹوٹ جائے۔“

(تهذيب الآثار للطّبري [مسند عمر] : 688)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَانْشُرْ مِنْهُ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی: اللہ!

انہیں برکت عطا فرما اور ان کی برکت (دنیا میں) پھیلا دے۔“

(الكامل لابن عدي : 550/3)

جواب: باطل روایت ہے۔

① داود بن عطاء مزنی ابوسلیمان مدنی ضعیف ومتروک ہے۔

② ساعدہ بن عبید اللہ نا معلوم ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ . ”میں اسے نہیں پہچانتا۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 550/3)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ غیب جانتے تھے؟

جواب: علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ غیب دان نہیں تھے، آپ ﷺ غیب کی اسی بات کو جانتے تھے، جو آپ ﷺ کو وحی کی جاتی تھی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (الأعراف : ١٨٨)

”(نبی! کہہ دیجیے!) میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔“

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

اِحْتَجَّ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَدَمِ عِلْمِهٖ بِالْغَيْبِ بِقَوْلِهٖ : ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ ......﴾ .

’’رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے علم غیب کی نفی پر اس فرمان الٰہی کو حجت بنایا ہے

:﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ ......﴾ ’’اگر میں غیب جانتا ہوتا......۔‘‘

(تفسير الرّازي : 426/15)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۷۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: زبان کی دیت کیا ہے؟

جواب: اگر کسی نے کسی کی ناحق زبان کاٹ دی، تو اس پر مکمل دیت ہے۔ مکمل دیت ایک سو اونٹ ہیں، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ حَفِظْتُ عَنْهُ مِمَّنْ لَقِيْتُهٗ فِي أَنَّ فِي اللِّسَانِ إِذَا قُطِعَ الدِّيَةَ .

”جتنے اہل علم کو میں جانتا ہوں، ان میں سے کسی کا اختلاف نہیں کہ زبان کاٹنے پر مکمل دیت (سو اونٹ یا اس کے مثل قیمت) ہے۔“

(الأمّ : 128/6)

زبان پر دیت اس صورت میں ہے، جب مجرم نے غلطی سے کسی کی زبان کاٹ دی ہو، اگر کسی نے جان بوجھ کر کسی بے گناہ کی زبان کاٹی ہے، تو اس صورت میں مظلوم کو تین چیزوں کا اختیار ہے:

① وہ قصاص لے لے اور بدلے میں مجرم کی بھی زبان کاٹ دی جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾(المائدة : ٤٥)

’’سب زخموں میں برابر برابر بدلہ ہے۔‘‘

② قصاص کے بجائے مکمل دیت وصول کر لے۔

③ دیت کا ایک حصہ یا مکمل دیت معاف کر دے اور کوئی بدلہ نہ لے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(البقرة : ١٧٨)

’’جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے، تو معروف طریقہ سے اس کی پیروی کرنا ہے اور احسن طریقہ سے اسے ادائیگی کرنا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، لہٰذا (فریقین میں سے) جس نے بھی اس (معاملہ کے طے پا جانے) کے بعد زیادتی کی، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

سوال: احادیث میں ایک پیمانہ ’’فرق‘‘ کا ذکر ہوتا ہے، اس کی مقدار کیا ہے؟

جواب: فرق ایک پیمانہ ہے، جس کی مقدار تین صاع ہے، ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ گویا ایک فرق بارہ مد کا ہوتا ہے۔

❀ امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ ثُلُثُ الْفَرَقِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ أَعْلَمُهُ فِي ذٰلِكَ، أَنَّ

الْفَرَقَ ثَلَاثَةُ آصُعٍ، وَفِيهِ أَحَادِيثُ تُفَسِّرُهُ أَيْضًا .

''ایک صاع پیمانہ ''فرق'' کا ایک تہائی بنتا ہے، میرے علم کے مطابق اس میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ فرق میں تین صاع ہوتے ہیں، اس بارے میں بعض احادیث بھی ہیں، جو اس کی تفسیر کرتی ہیں۔''

(الأموال : 1609)

سوال: کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ مؤمن اگر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے، تو وہ کافر نہیں ہو جاتا، بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے، البتہ اس کے ایمان میں کمی آ جاتی ہے، وہ اگر بغیر توبہ کیے مر جائے، تو اللہ کی مشیئت پر ہے، چاہے اسے معاف کر دے، چاہے عذاب دے کر جنت میں داخل کر دے۔

کبیرہ گناہوں سے ایمان میں کمی آتی ہے، اس سے انسان کافر نہیں ہو جاتا اور نیکیوں سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

بعض کبائر پر ایمان سلب ہونے کی وعید بیان ہوئی ہے، اس سے مراد کلی طور پر ایمان سے خارج ہونا نہیں، بلکہ اس سے مراد ان گناہوں کی شناعت وقباحت بیان کرنا مقصود ہے، واللہ اعلم!

بہر حال کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا، بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے، تا آنکہ وہ کسی کفر کا ارتکاب کر لے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ

حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

''زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، نیز شرابی شراب پیتے وقت اور چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا، اسی طرح جب ڈاکو ڈاکہ ڈال رہا ہوتا ہے اور جب لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے ہوتے ہیں، تو وہ بھی اس وقت مؤمن نہیں ہوتا۔''

(صحيح البخاري : 2475، صحيح مسلم : 57)

جو اہل بدعت کبائر کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ جہنمی قرار دیتے ہیں، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ ان کبائر کے ارتکاب سے ایمان کم ہوتا ہے، مگر وہ کافر نہیں ہوتا، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ (۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي اتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى وُجُوبِ الْفَرَائِضِ الَّتِي أَوْجَبَهَا اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَإِحْلَالِ الْحَلَالِ وَتَحْرِيمِ الْحَرَامِ الَّذِي أَحَلَّهُ اللّٰهُ وَحَرَّمَهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ وَلَهُ، وَإِقَامَةِ الْحُدُودِ عَلَيْهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْإِيمَانَ لَمْ يَزُلْ كُلُّهُ عَنْهُ وَلَا اسْمُهُ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَوَجَبَ اسْتِتَابَتُهُ وَقَتْلُهُ، وَسَقَطَتْ عَنْهُ الْحُدُودُ، وَإِذَا زَالَ عَنْهُ الْإِيمَانُ مِنَ الْمُدْرِكِينَ الْعَاقِلِينَ فَهُوَ كَافِرٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ

بَيْنَ الْإِيمَانِ وَالْكُفْرِ مَنْزِلَةٌ ثَالِثَةٌ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَالْمُنَافِقُ مَا هُوَ؟ قِيلَ لَهُ : اَلْمُنَافِقُ الَّذِي يُنَافِقُ فِي التَّوْحِيدِ هُوَ كَافِرٌ عِنْدَ اللّٰهِ فِي كِتَابِهٖ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ فِي ذٰلِكَ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ زانی وشرابی وغیرہ کے لیے بھی وہ تمام فرائض ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر واجب کیا ہے، زانی وغیرہ کے لیے بھی ضروری ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال لیا، اسے حلال سمجھے اور جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام سمجھے، اسی طرح اہل علم کا اجماع ہے کہ زانی وغیرہ پر بھی حدود قائم ہوں گی، یہ سب دلیل ہے کہ زانی وغیرہ سے کلی طور پر ایمان سلب نہیں ہوتا، نہ اس سے مؤمن کا لفظ زائل ہوتا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا، تو ضروری تھا کہ اسے (کٹہرے میں کھڑا کر کے) توبہ کرائی جاتی اور (توبہ نہ کرنے کی صورت میں) قتل کر دیا جاتا اور اس سے (وہ) حدود ساقط ہو جاتیں (جو مسلمانوں کے لیے ہوتی ہیں)۔جس بالغ اور عاقل سے ایمان کا لفظ زائل ہو جائے، وہ کافر ہوتا ہے، کیونکہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی تیسرا درجہ نہیں ہے۔اگر کوئی اعتراض کرے کہ (اعتقادی) منافق بھی تو ہے؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ وہ (اعتقادی) منافق، جو عقیدہ توحید میں رخنہ سازی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کتاب میں وہ بھی کافر ہی ہے، اس بارے میں اُمت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(تعظیم قدر الصلاۃ : 575/2)

کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا، بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے، البتہ

وہ مؤمن فاسق بن جاتا ہے، تاوقتیکہ توبہ کر لے۔ گناہوں کے ارتکاب سے ایمان میں کمی ضروری ہوتی ہے، مگر کلی طور پر ایمان سلب نہیں ہوتا، کیونکہ ایمان کی کمی بیشی پر قرآن، حدیث کی نصوص اور سلف صالحین کے آثار میں واضح دلائل موجود ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ اہل ایمان کے درجات مختلف ہیں، بعض نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، بعض میانہ رو اور بعض گناہ گار ہوتے ہیں۔

❁ امام مروزی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ، وَاسْتَفَاضَتْ عَنِ الْمُصْطَفٰى رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ بِمَا يَدُلُّ عَلٰى جَمِيعِ الطَّاعَاتِ الَّتِي يُتَكَلَّفُ بِجَمِيعِ الْجَوَارِحِ، وَالْإِمْسَاكِ عَنْ جَمِيعِ الْمَحَارِمِ مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَأَنَّ الذُّنُوبَ وَارْتِكَابَ الْمَحَارِمِ تُوهِنُ الْإِيمَانَ وَتُنْقِصُهٗ، وَتَذْهَبُ بِحَقَائِقِهٖ، وَأَنَّ أَعْمَالَ الْبِرِّ يَزِيدُ فِيهِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَسَانِيدِ الثَّابِتَةِ الَّتِي لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي صِحَّتِهَا وَثَبَاتِهَا، فَمَنْ دَانَ بِدِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَقْبَلْ مَا أَتَاهُ عَلٰى مَا وَافَقَ رَأْيَهٗ أَوْ خَالَفَهٗ، وَلَا يَشُكَّنَّ فِي شَيْءٍ مِنْ قَوْلِهٖ، فَإِنَّ الشَّكَّ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ.

''اس پر متواتر احادیث ہیں اور مصطفیٰ رسول رب العالمین، سید المرسلین اور امام المتقین ﷺ سے متواتر منقول روایات دلالت کناں ہیں کہ جن کاموں کا مکلّف انسانی جوارح کو بنایا گیا ہے، وہ تمام نیکی کے کام اور تمام حرام کاموں سے رکنا بھی اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے میں سے ہے۔ گناہوں اور حرام کا ارتکاب کرنے سے ایمان کمزور ہوتا ہے اور اس میں کمی واقع ہوتی ہے، بلکہ ایمان کے حقائق ختم ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس نیکیاں کرنے سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

یہ سب باتیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت سندوں کہ جن کے صحیح اور ثابت ہونے میں علما کے مابین کوئی اختلاف نہیں، کے ساتھ روایت ہوئی ہیں۔ لہٰذا جو محمد ﷺ کے دین کو دین مانتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہر خبر کو قبول کرے، خواہ وہ خبر اس کے عقیدہ کے موافق ہو یا مخالف ہو، اسے چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے کسی فرمان میں بھی ذرہ برابر شک نہ کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے (ثابت) فرمان میں شک کرنا کفر ہے۔''

(تعظیم قَدر الصلاۃ : 652/2)

سوال: درج ذیل آیت مبارکہ میں ''سبیل'' سے مراد کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَّمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾(البقرة : ٩٧)

''جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی (مالی وجسمانی) استطاعت رکھتا ہے، اس پر اللہ

کے لیے بیت اللہ کا حج ہے۔ جس نے کفر کیا، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔‘‘

جواب: آیت کریمہ میں سبیل سے مراد حج کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ تک پہنچنا ہے، خواہ کسی بھی طریقہ سے پہنچ سکے۔

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ السَّبِيلُ الْمَذْكُورُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ هُوَ الْوُصُولُ إِلَى الْبَيْتِ الْمُفْتَرَضِ الْحَجُّ إِلَيْهِ، هٰذَا أَيْضًا مِمَّا لَا اخْتِلَافِ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيهِ .

’’اس آیت کریمہ میں مذکور ’’سبیل‘‘ سے مراد بیت اللہ کی طرف فرض حج کی ادائیگی کے لیے پہنچنا ہے۔ اس میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔‘‘

(أحكام القرآن: 7/2)

سوال: کیا رجعی طلاق میں دوران عدت بیوی کا نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: رجعی طلاق میں عدت کے دوران بیوی کی رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست بذمہ شوہر ہے۔ اگر طلاق بائن ہو، تو شوہر کے ذمہ کچھ نہیں۔

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا طَلَّقَهَا زَوْجُهَا طَلْقَتَيْنِ لِلْعِدَّةِ، إِحْدَاهُمَا بَعْدَ الْأُخْرٰى، كَانَ لَهَا عَلَيْهِ السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ جَمِيعًا .

’’جس کسی عورت کو اس کا شوہر عدت میں دو طلاقیں دے، پہلے ایک طلاق

دے، بعد میں دوسری دے، تو اس (رجعی طلاق) کی صورت میں شوہر کے ذمہ بیوی کا نفقہ اور سکنی ہے۔ اس بارے میں اہل علم کے مابین کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(أحكام القرآن : 358/2)

سوال: کیا درج ذیل قول ثابت ہے؟

❀ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

كَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ .

''اللہ کی قسم! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے۔''

جواب: یہ قول صحیح بخاری (۲۷۰۴) میں ہے۔

سوال: نماز عید میں امام کا سری قراءت کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز عید میں امام کے لیے سری قراءت کرنا جائز نہیں۔ اس نماز میں جہری قراءت ہی مشروع ہے۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

يُجْهَرُ فِيهِ بِالْقِرَاءَةِ، هٰذَا مَا لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ فِيهِ .

''نماز عید میں قراءت جہری کی جائے گی، اس بارے میں لوگوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(شرح مَعاني الآثار :333/1)

سوال: کیا علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے بڑے حافظ تھے؟

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

ظَنِّي أَنَّ الزَّيْلَعِيَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَحْفَظُ مِنَ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''میرے خیال کے مطابق علامہ زیلعی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے بڑے حافظ تھے۔''

(فيض الباري :479/1)

جواب: یہ علامہ کشمیری صاحب کا ذاتی خیال ہوسکتا ہے، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث اور رجال میں یدطولیٰ رکھتے تھے، کہاں حافظ ابن حجر اور کہاں علامہ زیلعی حنفی؟ دونوں میں بعدالمشرقین ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فائق تھے۔

دنیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو ''حافظ الدنیا'' کے لقب سے ملقب کرتی ہے۔ یہ بات علامہ کشمیری صاحب کو بھی تسلیم ہے۔

سوال: بیوی سے جماع کیا، مگر انزال نہیں ہوا، کیا غسل واجب ہے؟

جواب: غسل واجب ہونے کے لیے انزال ہونا ضروری نہیں، جماع میں دخول ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال ہو یا انزال نہ ہو۔ میاں بیوی دونوں پر غسل واجب ہے۔

دراصل شروع اسلام میں یہ مسئلہ تھا کہ جب تک جماع کرنے سے انزال نہ ہو، غسل واجب نہ ہوتا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ناسخ حکم یہ ہے کہ محض دخول سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے، انزال ہونا ضروری نہیں۔

❀ امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْهُمْ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَأَبُو أَيُّوبَ

يَقُولُونَ : الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَيَزْعُمُونَ أَنَّهُ لَيْسَ عَلٰى مَنْ مَسَّ امْرَأَتَهُ غُسْلٌ مَا لَمْ يُمْنِ، فَلَمَّا ذُكِرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَبَوْا ذٰلِكَ فَقَالُوا : إِذَا مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، فَقَالَ سَهْلٌ الْأَنْصَارِيُّ وَقَدْ أَدْرَكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فِي زَمَانِهِ : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّ الْفُتْيَا الَّذِي كَانُوا يَقُولُونَ : الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً، رَخَّصَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ أَمَرَ بِالِاغْتِسَالِ بَعْدُ ، وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ أَخَذَ بِذٰلِكَ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا بَلَغَهُ الْعِلْمُ اغْتَسَلَ وَأَمَرَ بِالِاغْتِسَالِ .

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سمیت کچھ انصاری صحابہ کرام کہا کرتے تھے: پانی (غسل) پانی (انزال) سے ہے، نیز وہ کہتے تھے: اس آدمی پر غسل واجب نہیں ہے، جو عورت کو چھوتا ہے، مگر اسے انزال نہیں ہوتا، جب یہ بات سیدنا عمر، عبداللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو بتائی گئی، تو انہوں نے اس کی تردید کی اور فرمایا: اگر (مرد کی) شرمگاہ (عورت کی) شرمگاہ سے مل جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ جو کہ پندرہ سال کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے، فرماتے ہیں: سیدنا ابی

بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ «اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ» والا فتویٰ شروع اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رخصت تھی، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دے دیا۔

عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ کسی انصاری سے اخذ کیا تھا، جب انہیں غسل کرنے کا علم ہوا، تو خود غسل کرنے لگے اور غسل کا حکم دینے لگے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 226، المنتقٰى لابن الجارود : 91، النّاسخ لابن شاهين : 18، وسندهٗ صحيحٌ)

زہری رحمہ اللہ نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کی ہے، نیز زہری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بعض من ارضی سے بیان کی ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ وہ ابو حازم سلمہ بن دینار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ نے یہ حدیث سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں طرح بیان کی ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۵) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۷۳) نے ''صحیح'' کہا ہے، سنن ابی داود (۲۱۵) وغیرہ میں اس کا بہ سند ''صحیح'' شاہد بھی ہے، اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ (۱۲۶/۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۷۹) اور امام بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ: ۱۲۵/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ الماء من الماء والی حدیث منسوخ ہے، جس شخص کو نسخ کا علم ہو جائے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ منسوخ مسئلہ پر عمل کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ منسوخ کو چھوڑ کر ناسخ حکم پر عمل کرے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ حالت جنابت میں فوت ہونے والے کے پاس فرشتے حاضر نہیں ہوتے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بے دلیل بات ہے۔ جنبی یا حائضہ فوت ہو جائے، تو اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ فرشتوں کے حاضر نہ ہونے پر دلیل نہیں۔

غسیل الملائکہ سیدنا حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے۔ جنہیں بعد میں فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(غزوہ اُحد میں) سیدنا حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا سامنا ابوسفیان بن حرب سے ہوا، جب سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو بچھاڑ لیا اور اس پر قابو پا لیا، قریب تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیتے، اسی دوران شداد بن اسود نے دیکھ لیا، تو شداد نے سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کے ساتھی (حنظلہ رضی اللہ عنہ) کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ صحابہ نے سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سے اس بارے دریافت کیا، تو بیوی نے کہا: سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جب جنگ کے لیے پکار سنی، تو حالت جنابت میں ہی نکل گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے۔''

(صحيح ابن حبان : 7025، المُستدرك للحاكم : 4917، معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 2225، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 6814، وسندهٗ صحيح)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر

''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے؟

❁ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

إِنَّهٗ لَقِيَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِلَا خِلَافٍ، وَادَّعَى الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَّهٗ لَقِيَ سِتَّةً أَوْ سَبْعَةً، وَتَعَقَّبَ عَلَيْهِ الْعَلَامَةُ الْقَاسِمُ بْنُ قُطْلُوبُغَا وَهُوَ تِلْمِيذُ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ، وَابْنِ الْهُمَامِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ: إِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ لِقَاؤُهٗ إِلَّا مِنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ نے تو دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی چھ یا سات صحابہ سے ملاقات ہے، مگر علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ جو حافظ ابن حجر اور علامہ ابن ہمام رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں، نے تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صرف سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے۔''

(فيض الباري: 2/114)

جواب: کشمیری صاحب نے یہاں دو دعوے کیے ہیں۔

① امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔

② اس میں اہل علم کے مابین اختلاف نہیں۔

یہ دونوں دعوے ہی درست نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی سے ملاقات کرنا ثابت نہیں، بالفاظ دیگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے پر کوئی معتبر دلیل

نہیں۔ چہ جائیکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہو۔

❁ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَلْقَ أَحَدًا مِّنْهُمْ وَلَا أَخَذَ عَنْهُ، وَأَصْحَابُهُ يَقُولُونَ: إِنَّهٗ لَقِيَ جَمَاعَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ وَرَوٰى عَنْهُمْ، وَلَا يَثْبُتُ ذٰلِكَ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ.

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ میں سے کسی سے ملاقات نہیں کی، نہ ہی ان میں سے کسی سے روایت لی ہے۔ جبکہ حنفی مقلدین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور ان سے روایت لی ہے۔ یہ بات محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔''

(جامع الأصول: 952/12)

یہی بات علامہ ابن خلکان (وفیات الاعیان: ۵/۴۰۶)، علامہ ابوالفداء (المختصر فی اخبار البشر: ۲/۵)، علامہ ابن الوردی (تاریخ ابن الوردی: ۱/۱۸۸)، علامہ یافعی (مرآۃ الجنان: ۱/۲۴۳) اور علامہ ابوالیمن العلیمی رحمہم اللہ (التاریخ المعتبر: ۲/۳۰۱) نے کہی ہے۔

سوال: کیا مرنے کے بعد کافر کا جسم نجس ہو جاتا ہے؟

جواب: مرنے کے بعد یا مرنے سے پہلے کافر کا جسم نجس نہیں ہوتا۔ مشرک اور کافر کی نجاست معنوی ہوتی ہے، حقیقی نہیں۔

سوال: کیا نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ کی قراءت واجب نہیں؟

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقِرَاءَ ةَ لَيْسَتْ وَاجِبَةً فِيهِمَا فَلَا تَتَقَدَّرُ بِقَدْرٍ يَجِبُ بَعْدَهُ الرُّكُوعُ بَلْ يُسَنُّ ذٰلِكَ.

”آخری دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے، لہٰذا ان رکعتوں کو کسی قرأت کو مقرر و متعین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ قراءت کرنے کے بعد رکوع واجب ہو، بلکہ یہاں قراءت کرنا مسنون ہے۔“

(فتح القدیر: 503/1)

جواب: امام، مقتدی اور منفرد کے لیے نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے، مغرب کی تیسری اور ظہر، عصر اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اس کے بغیر نماز نہیں، البتہ سورت فاتحہ کے بعد والی قرأت مسنون ہے، اسے ترک کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

لہٰذا علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ تیسری اور چوتھی رکعت میں کوئی قراءت مقرر نہیں ہے، صحیح اور واضح دلائل کے خلاف ہے، نیز یہ کہنا کہ ان رکعتوں میں قراءت کرنا مسنون ہے، واجب نہیں، بھی غلط ہے۔

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کو احتلام ہوتا تھا؟

جواب: اس بارے میں نفی یا اثبات نہیں ہے۔ البتہ جو عوارض انسانوں کو لاحق ہوتے تھے، وہ انبیاء کو بھی لاحق ہوتے تھے، الا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی استثناء آ جائے۔ یہاں انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے استثناء ثابت نہیں۔

یاد رہے کہ استثناء کے لیے دلیل چاہیے۔

سوال: کیا علامہ شوکانی رحمہ اللہ اپنی تقلید کی دعوت دیتے تھے؟

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الشَّوْكَانِيَّ الَّذِي يُنْكِرُ عَلٰى تَقْلِيدِ الْأَئِمَّةِ ثُمَّ يُرِيدُ هُوَ

أَنْ يَدْعُوَ النَّاسَ إِلٰى تَقْلِيدِهِ.

”جان لیجئے کہ شوکانی ائمہ کی تقلید کرنے کا رد کرتے ہیں، اس سے ان کا مقصد لوگوں کو اپنی تقلید کرنے کی دعوت دینا ہے۔“

(فيض الباري: 151/1)

جواب: علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا شمار اہل حق علما میں ہوتا ہے، آپ رحمہ اللہ قرآن وسنت کے متبع تھے اور اسی کی دعوت دیتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ کشمیری دیوبندی صاحب کا تبصرہ محل نظر ہے۔

جو اہل علم تقلید سے منع کرتے ہیں، وہ تقلید کو ناجائز سمجھتے ہوئے ایسا کہتے ہیں، وہ اپنی تقلید کی دعوت نہیں دیتے۔ جب سے تقلید ناسدید کا آغاز ہوا ہے، تب سے اہل علم تقلید کا رد کرتے رہے ہیں، کیا ان کے متعلق بھی علامہ کشمیری صاحب یہی فرمائیں گے؟

دراصل دین میں تقلید کا کوئی شرعی جواز نہیں، دین میں اتباع ہے اور تقلید اتباع کے منافی ہے۔ بھلا کوئی عالم اپنی یا غیر کی تقلید کا کہہ سکتا ہے؟

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِنِ ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَنَزَلَ فِيكُمْ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ؛ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يَعْمَلُوا بِهَا إِلَّا ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمْ، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ،

وَلَمْ يَمْنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُولِهٖ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ مِنْ غَيْرِهِمْ وَأَخَذُوا بَعْضَ مَا كَانَ فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَا لَمْ يَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَلْقَى اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ .

''مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں، جب آپ کو ان کے ساتھ آزمایا جائے اور آپ کے درمیان وہ پانچ چیزیں اتر آئیں، تو میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کا شکار ہوں؛ ① جس قوم میں بھی فحاشی عام ہو گی، یہاں تک کہ لوگ اس فحاشی کا ارتکاب کرنے لگ جائیں، تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہو جائیں گے، جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ گزری ہوں گی۔ ② جو قوم ماپ تول میں کمی کرے گی، اللہ تعالیٰ انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دے گا، انہیں بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان پر ظالم حکمران مسلط ہوں گے۔ ③ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے، ان سے بارش کو روک لیا جائے گا، اگر جانور نہ ہوں، تو ان پر بالکل بارش بند کر دی جائے۔ ④ جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑے گی، اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دے گا، وہ دشمن ان کے ملکیت سے بعض چیزیں اپنے قبضے میں کر لیں گے۔ ⑤ جس قوم کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے مابین اختلافات پیدا کر دے گا۔''

(سنن ابن ماجه : 4019، المستدرك للحاكم : 540/4)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: طواف کی دو رکعتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مستحب سنت ہیں، واجب نہیں۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت ادا کیں۔''

(صحیح مسلم : 2473)

سوال: عبداللہ چکڑالوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب (۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

أَلَا تَرٰى إِلٰى إِمَامِ فِرْقَةِ أَهْلِ الْقُرْآنِ الَّذِي يُسَمّٰى بِالْجَكْرَهْلَوِيِّ، فَإِنَّهٗ كَانَ غَيْرَ مُقَلِّدٍ، بَلْ خَلِيفَةَ سَيِّدِهِمْ أَعْنِي نَذِيرَ حُسَيْنٍ، عَلَيْهِمَا مَا يَسْتَحِقَّانِ.

''بھلا آپ فرقہ اہل قرآن کے امام کی طرف نہیں دیکھتے، جسے (منکر حدیث عبداللہ) چکڑالوی کہا جاتا ہے، وہ غیر مقلد تھا، بلکہ غیر مقلدین کے سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا خلیفہ تھا، ان دونوں کے ساتھ وہ سلوک ہو، جس کے یہ

دونوں مستحق ہیں۔‘‘

(الأمالي على سنن أبي داود :279/1)

جواب: ہم اہل حدیث ہیں، ہم منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کو مسلمان نہیں سمجھتے، چہ جائیکہ اسے اپنا خلیفہ قرار دیں۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ ایسوں سے بری تھے۔ عبداللہ چکڑالوی اور سید نذیر حسین رحمہ اللہ دونوں کو ایک ہی میزان میں تولنا بہت بڑی غباوت، غوایت اور ضلالت وحماقت ہے۔ اس سے بڑا جرم نہیں۔ جس محدث کی ساری زندگی خدمت حدیث میں گزری ہو، اسے ایک منکر حدیث کے ساتھ ملانا کتنی بڑی جسارت ہے۔ معلوم نہیں کہ علامہ کشمیری صاحب کو ان انتہاء پسندی پر کس چیز نے اُکسایا؟!

سوال: زندگی میں کتنی مرتبہ حج کرنا فرض ہے؟

جواب: زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا واجب ہے، بلوغت کے بعد اگر کوئی صاحب استطاعت ہو، تو اس پر کم سے کم ایک مرتبہ بیت اللہ کا حج کرنا واجب ہے، اس کے بھی وہ حج کرسکتا ہے، مگر یہ نفلی حج ہوگا۔

یادرہے کہ بلوغت سے پہلے کیے گئے حج پر ثواب ضرور ملتا ہے، مگر اس سے فرض ساقط نہیں ہوتا، ایسا شخص اگر بعد از بلوغت نصاب کو پہنچ جائے، تو اس پر حج واجب ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ.

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ (میں سے صاحب استطاعت) پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا (بیت اللہ کا) حج کریں، ایک شخص کہنے لگا: اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ نبی کریم ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین بار یہی سوال پوچھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا اور آپ اس کی استطاعت نہ رکھتے۔“

(صحیح مسلم : 1337)

سوال: موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: موزوں کے اوپر والی جانب مسح کرنا مسنون اور مشروع ہے۔ موزوں کے نیچے والی جانب مسح کرنا جائز ہے، ضروری نہیں، اگر کوئی موزوں کے اوپر مسح پر اکتفا کرے، تو اس کا وضو صحیح ہے، اس نے سنت کو اپنایا ہے۔

موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کرنا بعض اسلاف سے ثابت ہے، مگر نبی کریم ﷺ ایسا کرنا ثابت نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ میں احتیاط کرتے ہوئے جب کوئی قسم اٹھاتا ہوں، تو قسم پوری کرنے کے باوجود اس کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں، اس کا یہ اقدام کیسا ہے؟

جواب: قسم پر کفارہ اس صورت میں ہے، جب قسم کو توڑا جائے، اگر کسی نے قسم پوری کر دی ہے، تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری نہیں۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيمَنْ حَلَفَ بِيَمِينٍ فَلَمْ يَحْنَثْ فِيهَا أَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

”اس بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے کوئی قسم اٹھائی، پھر اس قسم کو نہ توڑا، تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔“

(شرح مشکل الآثار: 8/2)

یاد رہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو کما حقہ ادا کیا جائے، ان احکام کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

لہٰذا قسم پوری کرنے کے بعد بھی آپ کا کفارہ ادا کرنا کوئی احتیاط نہیں، بلکہ یہ محض تکلف ہے۔ جس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔ آپ ویسے ہی صدقہ کر دیا کریں، کفارہ کی نیت کرنا درست نہیں، واللہ اعلم!

سوال: نماز مغرب کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: جب سورج کی ٹکیا غروب ہو جائے، تو نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔اس پر احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔افطار کا وقت بھی یہی ہے۔

❀ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

أَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ مِنْ حِينِ تَغْرُبُ الشَّمْسُ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي ذٰلِكَ .

''مغرب کا آغاز سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتا ہے،اس میں فقہا کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(أحکام القرآن : 341/2)

سوال: شادی شدہ لونڈی زنا کرے،تو اس کی حد کیا ہے؟

جواب: شادی شدہ لونڈی اور آزاد عورت کی حد زنا میں فرق ہے۔آزاد شادی شدہ عورت زنا کرے،تو اس کی سزا رجم ہے،مگر شادی شدہ زانیہ لونڈی کی حد رجم نہیں۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❀ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأَمَةِ الْمُتَزَوِّجَةِ الْمُسْلِمَةِ إِذَا زَنَتْ أَنَّهٗ لَا رَجْمَ عَلَيْهَا .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمان شادی شدہ لونڈی جب زنا کرے،تو اسے رجم نہیں کیا جائے گا۔''

(شرح مشکل الآثار : 356/9)

شادی شدہ لونڈی کی زنا کی حد رجم نہیں، بلکہ اسے پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾(النّساء : ۲۵)

”ان (لونڈیوں) کو جب نکاح میں لایا جا چکا ہو، پھر وہ زنا کا ارتکاب کریں، تو ان پر اس عذاب (سزا) کا نصف ہے، جو آزاد عورتوں پر ہے۔“

یہاں لونڈی سے مراد شادی شدہ لونڈی ہے اور آزاد عورت سے مراد کنواری آزاد عورت ہے، تو معلوم ہوا کہ شادی شدہ لونڈی کی زنا کی سزا آزاد کنواری آزاد عورت کی نصف ہے۔ آزاد کنواری عورت کی زنا کی سزا سو کوڑے ہیں، تو اس کا نصف پچاس کوڑے ہوئے۔ یہاں آزاد عورت سے مراد شادی شدہ نہیں، کیونکہ اس کی سزا رجم ہے اور رجم کی سزا کو نصف نہیں کیا جا سکتا۔ فافہم وتدبر!

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں (لا) کا کیا معنی ہے؟

﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾(القيامة : ۱)

”میں روز قیامت کی قسم اٹھاتا ہوں۔“

جواب: اس آیت کریمہ میں روز قیامت کی قسم اٹھائی گئی ہے۔

❁ امام لغت ابو اسحاق زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ أَنَّ مَعْنَاهُ : أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ .

”اس میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ آیت کریمہ کا معنی ہے: ”میں قیامت کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں۔“

(مَعاني القرآن : 251/5، تهذيب اللغة للهروي : 299/15)

یہاں اور اس جیسی دیگر آیات میں صیغہ قسم سے پہلے ﴿لَا﴾ لانے کے دو مقاصد بیان کیے گئے ہیں؛

① کفار و مشرکین اور معترضین کے قول اور عقیدہ کی تردید کرنے کے لیے۔

② لا زائدہ للتاکید ہوتا ہے۔ زائدہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہاں ''لا'' لانے کا کوئی فائدہ نہ ہو، یہ فائدہ بلاغت وغیرہ میں ہوتا ہے۔

❁ علامہ واحدی رحمہ اللہ (۴۶۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْمُفَسِّرِينَ وَأَهْلِ الْمَعَانِي أَنَّ الْمُرَادَ : أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَذٰلِكَ مَا بَعْدَهُ، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ مِثْلِ هٰذَا وَجْهَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا : أَنَّ (لَا) صِلَةٌ، وَالثَّانِي : أَنْ تَكُونَ رَدًّا لِكَلَامٍ قَدْ سَبَقَ، وَكِلَا الْوَجْهَيْنِ هَاهُنَا جَائِزٌ .

''مفسرین اور معانی قرآن کے ماہرین کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ اس آیت کا معنی ہے: ''میں روز قیامت کی قسم اٹھاتا ہوں۔'' اسی طرح بعد والی آیات کا معنی ہے۔ ہم نے پیچھے اسی طرح کے کسی مقام پر بات کی تھی کہ یہاں دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛ ① یہاں لا، صلہ (زائدہ) ہے۔ ② یہاں لا کسی گزرے کلام کے رد کے طور پر آیا ہے۔ یہاں دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔''

(التّفسير البسيط : 472-471/22)

یاد رہے کہ قرآن کے جس لفظ یا حرف کو زائدہ کہا جاتا ہے، وہ اعراب یا لغت کے اعتبار سے کہا جاتا ہے، ورنہ قرآن میں کوئی بھی شے زائدہ نہیں ہے، بلکہ ہر لفظ اور حرف کا

کوئی نہ کوئی مقصد ہے، بلاغت کے ماہرین اس سے بخوبی واقف ہیں۔

سوال: خلافت فاروقی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے خلیفہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا، بعد میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا، کسی نے اختلاف نہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تقریبا دس برس پر محیط ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں ذکر کی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اسلام کا سنہری دور ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عدل قائم کیا، لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ احکام الٰہی کے نفاذ میں آپ رضی اللہ عنہ بڑے دلیر تھے، کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے، خود بھی اسلام میں مضبوط تھے اور کسی کو اسلام میں رخنہ سازی کی اجازت بھی نہ دیتے تھے، بلکہ کتاب اللہ کے ہر فیصلے پر ڈٹ جاتے تھے، کسی قسم کے تساہل یا تکاسل کا شکار نہ ہوتے تھے اور نہ کسی سے مجبور و مرعوب ہوتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی فتنے نے سر نہ اٹھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کمال کے زیرک اور فہیم تھے، اپنے قریب ان لوگوں کو رکھتے تھے، جو علم و فہم والے ہوں، تاکہ کسی اقدام میں جلد بازی نہ ہو جائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فوج داری کا نظام منظّم کیا، لشکر ترتیب دیے، غلبہ اسلام کے لیے کوششیں کیں، یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام عجم تک جا پہنچا، اللہ کی توفیق سے اسلام کو وسعت اور غلبہ نصیب ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے نظام کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ کئی اصلاحات کیں، جو اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید ثابت ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تمام لوگ خوش تھے، کلمہ واحدہ تھے، لوگوں میں کوئی پھوٹ یا

تفرقہ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رعایا کی خوب خدمت کی، وفات تک عدل وانصاف پر قائم رہے، آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں کے تاثرات اس پر شاہد ہیں۔ سب سے بڑی گواہی اہل بیت کے عظیم فرزند سیدنا ومحبوبنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دی ہے، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ، يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ آخِذٌ مَنْكِبِي، فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ، وَقَالَ: مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ، وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَحَسِبْتُ إِنِّي كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (شہادت کے بعد) چارپائی پر رکھ دیئے گئے، جنازہ اٹھانے سے پہلے لوگ چاروں طرف کھڑے تھے اور آپ کے لیے دعا واستغفار کررہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل تھا، اچانک سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ کے بعد بھلا کون ہے، جس کی مثل عمل کر کے اللہ کے دربار میں حاضری مجھے محبوب رہی ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ

کو آپ کے ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جگہ دے گا، کیونکہ میں اکثر نبی کریم ﷺ سے سنا کرتا تھا کہ میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر نکلے۔''

(صحيح البخاري : 3685، صحيح مسلم : 2389)

✿ حافظ ابن بطہ رحمہ اللہ (۳۸۷ھ) فرماتے ہیں:

أُسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَهٗ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ وَلَا مَرِيَّةَ وَلَا تَنَازُعَ، كَلِمَتُهُمْ وَاحِدَةٌ، وَأَيْدِيهِمْ بَاسِطَةٌ أَعِزَّاءُ آمِنُونَ، فَقَاتَلَ بِالْعَرَبِ الْعَجَمَ، حَتّٰى أَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ، فَاسْتَوْثَقَتْ عُرَاهُ، وَتَشَامَخَتْ ذُرَاهُ وَاسْتَحْكَمَتْ قُوَاهُ، فَفَتَحَ الْفُتُوحَ، وَمَصَّرَ الْأَمْصَارَ، وَمَهَّدَ الْبِلَادَ، ...... فَأَذَلَّ اللّٰهُ بِهِ الْكَافِرِينَ، وَأَعَزَّ بِهِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَغْنَى الْفَقِيرَ، وَجَبَرَ الْكَسِيرَ، وَانْقَمَعَ النِفَاقُ، وَارْتَفَعَ الشَّقَاقُ، ثُمَّ قَبَضَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ شَهِيدًا حَمِيدًا مَفْقُودًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس بارے میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہ ہوا، نہ کوئی شک وشبہ یا جھگڑا ہوا، سب کا کلمہ ایک ہی تھا۔ سب کے سب خوش وخرم، غالب اور محفوظ تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرب کو ساتھ ملا کر عجم (کفار) سے قتال کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا

فرمایا، اسلام کا کڑا مضبوط ہوا، اسلام کی چوٹیوں کو مزید بلندیاں نصیب ہوئیں، اسلام کے پائے کو مزید استحکام ملا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فتوحات کیں، شہروں کا آباد کیا، ملکوں اور ریاستوں کی بنیاد رکھی۔......اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے کافروں کو سرنگوں کیا، مؤمنوں کو غلبہ دیا، فقیر کو غنی کر دیا اور شکستہ حال کو خوش حال کر دیا، نفاق کا قلع قمع ہوا اور اختلافات مٹ گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت سے سرفراز کر کے اپنے پاس بلا لیا، ہر کوئی آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا، اب آپ رضی اللہ عنہ جیسا ملنا ناممکن ہے۔''

(الإبانة الکبریٰ : 421/8)

سوال: کم سے کم کتنے اونٹوں پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: کم سے کم پانچ اونٹوں پر زکوٰۃ ہے، اس سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہے۔

❀ علامہ ماوردی شافعی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ أَوَّلَ النِّصَابِ فِي الْإِبِلِ خَمْسٌ، وَأَنَّ الْوَاجِبَ فِيهَا شَاةٌ .

''اس بارے میں علما کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ اونٹوں میں زکوٰۃ کی فرضیت کا نصاب پانچ اونٹ ہیں، پانچ اونٹوں پر ایک بکری واجب ہے۔''

(الحاوِي الکبیر : 77/3)

سوال: قتل خطا کی دیت کتنی ہے؟

جواب: قتل خطا کی دیت ایک سو اونٹ ہیں۔

❀ قاضی عبدالوہاب ثعلبی مالکی رحمہ اللہ (۴۲۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ دِيَةَ الْخَطَأِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ .

''اس بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ قتل خطا کی دیت ایک سواونٹ ہیں۔''

(عُيون المَسائل : 999)

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ، بَكْمَاءُ، عَمْيَاءُ، مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ، وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ .

''بہت جلد بہرا، گونگا اور اندھا فتنہ ہوگا، جو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا، وہ فتنہ اس کی طرف چلا آئے گا، اس فتنے میں زبان چلانا ایسے ہوگا، جیسے تلوار چلائی جائے۔''

(سنن أبي داود : 4264)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن ابن بیلمانی مدنی ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا صَلُّوا فِيهَا .

''گھروں کو قبرستان مت بنائیں، ان میں (نفل) نماز پڑھا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 192/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عطاء بن ابی رباح کا سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ .

''عطاء نے سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(العِلَل : 88، المَراسيل لابن أبي حاتم : 567)

② عبدالملک بن ابی سلیمان عرزمی کی عطاء بن ابی رباح سے روایت میں کلام ہے۔

فائدہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِّنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا .

''نماز کا کچھ حصہ (نوافل اور سنتیں) گھروں میں ادا کیا کریں اور انہیں قبرستان مت بنائیں۔''

(صحيح البخاري : 432، صحيح مسلم : 777)

سوال: اگر کوئی خطیب امام نماز ظہر کی طرح نماز جمعہ کی بھی چار رکعت پڑھا دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز جمعہ کی دو رکعت ہیں، احادیث متواترہ، اجماع اُمت اور ہر دور کے مسلمان کا عمل اسی پر ہے۔ نماز جمعہ کی دو سے کم یا دو سے زیادہ رکعات پڑھنا جائز نہیں۔ یہ شریعت سازی ہے۔

❀ علامہ ماوردی شافعی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ صَلَاةَ الْجُمْعَةِ رَكْعَتَانِ مَفْرُوضَتَانِ لَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِمَا، وَلَا النُّقْصَانُ مِنْهُمَا، لِلْخَبَرِ الْمَرْوِيِّ، وَالْفِعْلِ الْمَحْكِيِّ، وَالْإِجْمَاعِ الْعَامِّ.

''اس بارے میں علما کا اختلاف نہیں کہ نماز جمعہ کی فرض رکعات دو ہیں، اس سے زیادہ یا کم کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس بارے میں قولی وفعلی احادیث ہیں، نیز اس پر عمومی اجماع ہے۔''

(الحاوِي الكبير: 434/2)

سوال: حالت حیض میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: حالت حیض میں روزہ رکھنا ناجائز وحرام ہے۔ کسی حائضہ کے روزہ رکھنے سے روزہ ادا نہ ہوگا، بلکہ وہ گناہ گار بھی ہوگی اور اس پر قضا بھی واجب ہوگی۔ اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، البتہ بعض خوارج حائضہ کے لیے روزہ رکھنے کی رخصت کے قائل ہیں۔

❀ علامہ ماوردی شافعی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ أَنَّ الْحَائِضَ لَا صَوْمَ عَلَيْهَا وَلَا زَمَانِ حَيْضِهَا بَلْ لَا يَجُوزُ لَهَا، وَمَتٰى طَرَأَ الْحَيْضُ عَلَى الصَّوْمِ أَبْطَلَهُ إِلَّا طَائِفَةٌ مِنَ الْحَرُورِيَّةِ، تَزْعُمُ أَنَّ الْفِطْرَ لَهَا رُخْصَةٌ فَإِنْ صَامَتْ أَجْزَأَهَا، وَهٰذَا مَذْهَبٌ قَدْ شَذَّ عَنِ الْكَافَّةِ.

''اس بارے میں فقہا کا اختلاف نہیں کہ حائضہ پر روزہ نہیں، نہ وہ دوران حیض

روزہ رکھے گی، بلکہ اس کے لیے دوران حیض روزہ رکھنا جائز ہی نہیں۔ دوران روزہ جب بھی حیض شروع ہو جائے، تو روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ حروریہ (خوارج) کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حائضہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، لہٰذا اگر وہ روزہ رکھ لے، تو اسے کفایت کرے گا۔ یہ ساری اُمت سے جدا مذہب ہے۔''

(الحاوي الكبير : 443/3)

❁ معاذہ رحمہا اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے سوال و جواب بیان کرتی ہیں:

مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ، فَقَالَتْ : أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ ؟ قُلْتُ : لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ، وَلٰكِنِّي أَسْأَلُ، قَالَتْ : كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ .

''عرض کیا، حائضہ روزے کی قضائی تو دیتی ہے، نماز کی قضائی کیوں نہیں دیتی؟ فرمایا: آپ حروریہ ہیں؟ عرض کیا، نہیں، میں حروریہ نہیں ہوں، فقط سوال کیا ہے، فرمایا: ہم ماہواری میں ہوتیں تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضا کا نہیں۔''

(صحيح البخاري : 321، صحيح مسلم : 335)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں ﴿فُومِهَا﴾ سے مراد کیا ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا﴾ (البقرة : ٦١)

''زمین کی ترکاری، ککڑی اور گندم۔''

جواب: آیت مبارکہ میں ﴿فُومِهَا﴾ سے مراد گندم اور ہر وہ دانہ ہے، جسے پیس کر روٹی بنائی جاتی ہے، جیسے جو، باجرہ اور مکئی وغیرہ۔

❀ امام اللغۃ، زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ أَنَّ الْفُومَ الْحِنْطَةُ، وَسَائِرُ الْحُبُوبِ الَّتِي تُخْبَزُ يَلْحَقُهَا اسْمُ الْفُومِ .

''اس میں اہل لغت کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں ''فوم'' سے مراد گندم ہے۔ دیگر تمام دانے، جن سے روٹی بنائی جاتی ہے، انہیں بھی ''فوم'' کہا جاتا ہے۔''

(مَعاني القرآن وإعرابه: 143/1)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ درکار ہے۔

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

قَالَ الْمُعْتَزِلَةُ : إِنَّ النَّسْخَ قَبْلَ الْعَمَلِ لَا يَجُوزُ فِي حُكْمٍ، وَقَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ : إِنَّهُ يَجُوزُ ...... عِنْدِي رَأْيُ الْمُعْتَزِلَةِ قَوِيٌّ .

''معتزلہ کہتے ہیں: کسی حکم میں عمل سے پہلے نسخ نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں: ایسا ہوسکتا ہے۔ ...... میرے نزدیک معتزلہ کی رائے زیادہ قوی ہے۔''

(الأمالي على سنن أبي داود: 369/1)

جواب: یہاں نسخ کے متعلق ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کام کا حکم دیا ہو، پھر کسی کے اس پر عمل سے پہلے ہی اسے منسوخ

کر دیا ہو۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک حکم نازل فرمائے، پھر اس پر عمل ہونے سے پہلے ہی اسے منسوخ کر دے۔

جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ علامہ کشمیری صاحب نے معتزلہ کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔

جبکہ حق بات یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہی قوی ہے۔ کتاب وسنت میں اس مؤقف پر متعدد دلائل موجود ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں، ابھی اس فرض پر عمل نہ کیا گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی مراجعت پر اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے تخفیف کر کے پانچ نمازوں کو فرض کر دیا۔ اب نمازوں کا حکم پچاس سے کم ہوتا ہوا پانچ پر آ پہنچا، مگر پچاس سے دس نمازوں تک کے حکموں پر عمل نہ کیا گیا، بلکہ ان حکموں کو عمل سے پہلے ہی تبدیل کر دیا گیا، بالآخر پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحٰى، فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَنَزَلْتُ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ : خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ : ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ، فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ، قَالَ : فَرَجَعْتُ

إِلٰى رَبِّي، فَقُلْتُ : يَا رَبِّ، خَفِّفْ عَلٰى أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقُلْتُ : حَطَّ عَنِّي خَمْسًا، قَالَ : إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، قَالَ : فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، وَبَيْنَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى قَالَ : يَا مُحَمَّدُ، إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً، قَالَ : فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَقُلْتُ : قَدْ رَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ .

”وہاں اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو وحی کرنی تھی، سو کی۔ دن رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، میں وہ لے کر اترا، موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، تو انہوں نے پوچھا: اللہ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، کہنے لگے: میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے، آپ کی امت یہ نہیں پڑھ پائے گی، جائیے اور کچھ نمازیں کم کروا لائیے۔ میں رب کے پاس گیا اور عرض کیا: اے رب! میری امت پر کچھ تخفیف کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی،

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں پانچ نمازیں کم ہونے کی خبر دی، تو انہوں نے پھر فرمایا: دوبارہ جائیے اور مزید کم کروا لائیے، آپ کی امت نہیں پڑھ پائے گی۔ میں اللہ اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب دن رات میں پانچ نمازیں (پڑھنی) ہیں، ہر نماز کے بدلے دس نمازوں کا اجر ہے، اس طرح پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں۔ نیز جس نے نیکی کا ارادہ کیا، لیکن اسے نہ کر سکا، تو اس کے لیے مکمل ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس نے وہ نیکی کر لی، تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اسی طرح جس نے برائی کا ارادہ کیا، لیکن اسے انجام نہ دیا، تو اس کی کوئی برائی نہ لکھی جائے گی، (بلکہ ایک نیکی لکھی جائے گی) اور جس نے اپنا برائی کا ارادہ پورا کر لیا، اس کی صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں یہ سب بیان کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ تخفیف کا سوال کرنے کو کہا، میں نے عرض کیا: اب مجھے رب سے حیا آتی ہے۔''

(صحیح مسلم : 162)

اگرچہ پانچ نمازیں پڑھنے سے ثواب پچاس کا ہی ملے گا، لیکن پچاس کی فرضیت کا حکم تبدیل کر کے پانچ کا حکم باقی رکھا گیا۔ لہٰذا یہ حدیث بین دلیل ہے کہ عمل سے پہلے حکم منسوخ ہوا ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں، وہ ذبح کرنے کے لیے تیار ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ مینڈھا بھیج دیا۔ بیٹے کو ذبح کرنے سے پہلے ہی اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

③ نبی کریم ﷺ نے پہلے دو بندوں کو آگ سے جلا کر قتل کرنے کا حکم دیا، بعد میں یہ حکم واپس لے لیا اور فرمایا: آگ کا عذاب اللہ کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ وَّقَالَ : إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِّرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ : إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَّفُلَانًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا .

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا اور فرمایا: اگر آپ کو فلاں فلاں دو قریشی آدمی مل جائیں، تو انہیں آگ میں جلا دینا، پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے آپ کو فلاں فلاں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے، اگر وہ مل جائیں، تو انہیں قتل کر دینا۔“

(صحيح البخاري : 3016، المُنتقٰى لابن الجارود : 1057)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ نَسْخِ الْحُكْمِ قَبْلَ الْعَمَلِ بِهٖ أَوْ قَبْلَ التَّمَكُّنِ مِنَ الْعَمَلِ بِهٖ وَهُوَ اتِّفَاقٌ إِلَّا عَنْ بَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ فِيمَا حَكَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِيِّ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ کسی حکم پر عمل کرنے یا عمل پر دسترس حاصل کرنے سے پہلے وہ حکم منسوخ ہوسکتا ہے۔اس پر اتفاق ہے، البتہ بعض معتزلہ نے اختلاف کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔“

(فتح الباري : 6/151)

تنبیہ:

بعض اہل علم نے سرگوشی کے حکم کو بھی دلیل بنایا ہے کہ ایک حکم کو عمل سے پہلے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔دراصل آغاز میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ جس نے بھی نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کرنی ہو، وہ پہلے حسب استطاعت صدقہ کرے گا۔اس آیت پر عمل ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم ختم کر دیا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

(المُجادلة : ١٢-١٣)

”ایمان والو! جب تم رسول کے ساتھ سرگوشی کرنے لگو، تو اپنی سرگوشی سے پہلے

صدقہ نکال دیا کرو، یہ تمہارے لیے کہیں بہتر اور پاکیزگی کا باعث ہے، اگر تمہارے پاس (صدقہ کرنے کو) کچھ نہ ہو، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا اور مہربان ہے۔ کیا تم اس سے ڈر گئے ہو کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کردو، چنانچہ جب تم ایسا نہیں کر سکتے اور اللہ نے تم پر رجوع فرمایا ہے، پس تم نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو (اب تمہیں سرگوشی کے لیے صدقہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔''

پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اگلی آیت میں اس حکم کو ختم کر دیا گیا۔

اس آیت پر صرف سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا، باقی کسی صحابی نے عمل نہیں کیا، بلکہ ان کے عمل کرنے سے پہلے ہی اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں فرمایا:

إِنَّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ لَآيَةً مَا عَمِلَ بِهَا أَحَدٌ وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ بَعْدِي، آيَةُ النَّجْوٰى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾(المجادلة : ١٢) الْآيَة قَالَ : كَانَ عِنْدِي دِينَارٌ فَبِعْتُهُ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ فَنَاجَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنْتُ كُلَّمَا نَاجَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمْتُ بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَايَ دِرْهَمًا، ثُمَّ نُسِخَتْ فَلَمْ يَعْمَلْ بِهَا أَحَدٌ فَنَزَلَتْ : ﴿أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ﴾(المُجادلة : ۱۳) الْآيَةَ .

''کتاب اللہ میں ایک ایسی آیت ہے، جس پر کسی نے عمل نہ کیا اور نہ میرے (علی رضی اللہ عنہ کے) بعد کوئی عمل کر سکے گا، وہ سرگوشی والی آیت ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾ (المجادلة : ۱۲) ''ایمان والو! جب تم رسول کے ساتھ سرگوشی کرنے لگو، تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ نکال دیا کرو......۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے اس کے دس درہم خریدے، تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی، میں جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرتا، تو پہلے ایک درہم صدقہ کر دیتا تھا، پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی، تو اس پر کسی نے عمل نہ کیا، اس کے بعد یہ آیت نازل ہو گئی: ﴿أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ......﴾(المُجادلة : ۱۳) ''کیا تم اس سے ڈر گئے ہو کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کر دو۔''

(المستدرك للحاكم : 481/2، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، جو کسی اور صحابی کے حصہ میں نہ آ سکی۔ اس

خصوصیت کو استثناء حاصل ہے۔

لہٰذا اس آیت کو دلیل بنایا جا سکتا ہے کہ عمل سے پہلے حکم منسوخ ہو سکتا ہے، کیونکہ اس آیت پر صرف ایک ہی صحابی نے عمل کیا، زیادہ صحابہ نے عمل نہ کیا۔ واللہ اعلم

❁❁❁❁❁❁❁